تذکرہ علماء و مشائخ سرحد

حصہ دوم

محمد امیر شاہ قادری گیلانی

(سجادہ نشین)

عظیم پبلشنگ ہاؤس ۰ خیبر بازار پشاور

تذکرہ علماء و مشائخ سرحد

جلد دوم

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری

عظیم پبلشنگ ہاؤس — خیبر بازار — پشاور

جملہ حقوق محفوظ

کتابت ——— محمد شریف کیلی ——— لاہور

بار اوّل ——— ۱۹۷۲ء

مطبع ——— نشاط آرٹ پریس لمیٹڈ ۔ لاہور

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت ——— ۱۸ روپے

فہرست

پیش لفظ	۹
[illegible] حالات	۱۵
ضلع پشاور	
۱۔ حضرت شیخ احمد صاحب نقشبندی نخقی	۱۷
۲۔ حضرت شیخ اخوند سعادت صاحب	〃
۳۔ حضرت شیخ اخوند گدا صاحب	۱۸
۴۔ حضرت بانعدین صاحب قادری	۱۹
۵۔ حضرت قاضی حبیب اللہ صاحب معروف "قاضی صاحب بڈھنی"	۲۳
۶۔ مولانا اخون حبیب اللہ صاحب	۲۷
۷۔ مولانا محمد نور صاحب	۲۹
۸۔ مولانا مولوی خلیل الرحمٰن صاحب	۳۱
۹۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ دین محمد صاحب قادری شکرپوردی	۳۳
۱۰۔ حضرت مولانا مولوی قاضی سمیع الحق صاحب گڑھی	۳۹
۱۱۔ قاضی محمد غلام صاحب	۴۰
۱۲۔ مولانا مولوی غلام محمد صاحب	۴۷
۱۳۔ مولانا مولوی شاہ صنم صاحب	۵۱
۱۴۔ حضرت اخون شہباز صاحب	۵۴
۱۵۔ حضرت شاہ قبول اولیاء	۵۶
۱۶۔ حضرت شاہ اخون صدیق	۵۹
۱۷۔ مولانا عبد القادر صاحب	۶۰
۱۸۔ مولانا عبد القادر صاحب تیراہی	۶۳

۱۹۔ مولنا عبد القہار صاحب ۶۵
۲۰۔ مولنا عبد اللہ صاحب غازی ۷۳
۲۱۔ مولنا عبد الحئی صاحب ۷۷
۲۲۔ مولنا عبد الشکور صاحب ۸۰
۲۳۔ مولنا مولوی عبد اللطیف صاحب نقشبندی ۸۲
۲۴۔ مولنا حافظ عبد اللہ صاحب ۸۳
۲۵۔ مولنا مولوی عبد المجید صاحب ۸۵
۲۶۔ مولنا مولوی نور الحق صاحب ۸۷
۲۷۔ مولنا مولوی عبد الکبیر صاحب ۸۸
۲۸۔ مولنا مولوی مفتی عظیم اللہ صاحب ۹۰
۲۹۔ حضرت شیخ المشائخ سید عبد الستار شاہ صاحب قادری چشتی ۹۳
۳۰۔ حضرت مولنا مولوی حافظ عبد الرحیم صاحب ناظم مکتبہ اسلامیہ کالج پشاور ۹۹
۳۱۔ ابو الحفاظ قاری عبد السلام صاحب ۱۰۶
۳۲۔ حضرت مولنا مولوی علی اللہ جان صاحب ۱۱۰
۳۳۔ مولنا فدا محمد صاحب ۱۱۰
۳۴۔ مولنا عزمل شاہ صاحب ۱۱۰
۳۵۔ مولنا حبیب اللہ خان صاحب ۱۱۱
۳۶۔ مولنا سعید اللہ جان صاحب ۱۳
۳۷۔ مولنا مولوی حبیب اللہ خان صاحب ۱۳
۳۸۔ حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبد الرحمن صاحب ۱۵
۳۹۔ حضرت قدوۃ السالکین سید خواجہ قاسم شاہ صاحب ۱۸
۴۰۔ مولنا عبد الصمد صاحب ۲۰
۴۱۔ حضرت قاضی غلام محمد صاحب ۲۱
۴۲۔ مولنا قاضی عبد الخالق صاحب ۲۲
۴۳۔ مولنا قاضی عبد الرزاق صاحب ۲۲
۴۴۔ مولنا قاضی فضل منان صاحب ۲۳
۴۵۔ مولنا قاضی فضل دیان صاحب ۲۳
۴۶۔ مفتی عبد الرحیم صاحب ۲۴
۴۷۔ حضرت شیخ فرید صاحب ۲۶
۴۸۔ حضرت مولنا مولوی فضل ربانی صاحب متھرانو ۳۰
۴۹۔ مولنا عبد الحق صاحب ۳۱
۵۰۔ مولنا مطیع الحق صاحب ۳۲
۵۱۔ مولنا سمیع الحق صاحب ۳۲
۵۲۔ مولنا [illegible] صاحب ۳۳
۵۳۔ مولنا مولوی شمس الحق صاحب

۵۴- مولانا مولوی امین الحق صاحب	۱۳۳
۵۵- مولانا مولوی اعزاز الحق صاحب	۱۳۴
۵۶- مولانا مولوی عطاء الحق صاحب	〃
۵۷- مولانا مولوی احمد خان صاحب	〃
۵۸- مولانا فضل ربانی صاحب	〃
۵۹- مولانا مولوی فضل محمود صاحب	۱۳۵
۶۰- مولانا مولوی فضل رحیم المعروف "ڈاک مولوی صاحب"	۱۳۶
۶۱- مولانا مولوی فضل صمدانی صاحب	۱۳۷
۶۲- مولانا مولوی محمد رمضان صاحب	〃
۶۳- مولانا مولوی قاری عبدالرحیم صاحب	〃
۶۴- مولانا مولوی عبدالقدیم صاحب	〃
۶۵- مولانا فضل الٰہی صاحب	۱۳۹
۶۶- مولانا فضل صمدانی صاحب	〃
۶۷- مولانا فضل قادر صاحب	۱۴۱
۶۸- مولانا مولوی گل کمال صاحب	۱۴۵
۶۹- مولانا مولوی محمد عبدالقدوس صاحب	۱۴۸
۷۰- شیخ رکن الدین صاحب	〃
۷۱- قاضی در مکنون صاحب	۱۴۹
۷۲- قاضی محمد عبدالرب صاحب	۱۵۰
۷۳- مولانا مولوی حافظ محمد رمضان صاحب محدث	۱۵۷
۷۴- مولانا مولوی محمد علیم صاحب نقشبندی	۱۵۹
۷۵- مولانا مولوی محمد صدیق صاحب	۱۶۱
۷۶- مولانا مولوی پروفیسر محمد حامد صاحب	۱۶۲
۷۷- مولانا مولوی محمد فاضل صاحب	۱۶۵
۷۸- مولانا مولوی محمد گل رحیم صاحب اسماری	۱۶۷
۷۹- مولانا مولوی محمد جمال صاحب نقشبندی	۱۷۰
۸۰- مولانا مولوی مرید محی الدین صاحب	۱۷۲
۸۱- مولانا مولوی حضرت اخون مومن صاحب	۱۷۸
۸۲- مولانا مولوی اخونزادہ محمد شریف صاحب	۱۸۰
۸۳- مولانا مولوی میر احمد صاحب	۱۸۳
۸۴- مولانا مولوی مطیع اللہ صاحب	۱۸۵
۸۵- مولانا مولوی عبداللہ صاحب	〃
۸۶- مولانا مولوی مضی الدین صاحب المعروف صاحبِ حق صاحب رحمۃ	۱۸۷
۸۷- مولانا مولوی قاضی عبدالعظیم صاحب	〃
۸۸- مولانا حسن الدین صاحب المعروف گل بابا	۱۸۸
۸۹- مولانا مولوی رفیع الدین صاحب	〃

۹۰۔ مولانا مولوی قطب الدین صاحب	۱۸۸
۹۱۔ مولانا مولوی معزالدین صاحب	۱۸۹
۹۲۔ مولانا مولوی فخر الدین صاحب المعروف بھائی بابا	״
۹۳۔ مولانا مولوی قاضی زین العابدین صاحب	״
۹۴۔ مولانا مولوی نور محمد صاحب	۱۹۳
۹۵۔ مولانا مولوی نعمان ملا صاحب	۱۹۷
۹۶۔ مولانا مولوی ہدایت اللہ صاحب	۱۹۸
۹۷۔ مولانا مولوی شیخ یار علی صاحب نقشبندی	۲۰۰

ضلع مردان

۹۸۔ مولانا مولوی احمد شاہ صاحب قادری	۲۰۲
۹۹۔ مولانا مولوی قاضی امان اللہ صاحب	۲۰۴
۱۰۰۔ حافظ کفایت اللہ صاحب	۲۰۶
۱۰۱۔ مولانا ظہور اللہ صاحب	״
۱۰۲۔ مولانا حافظ عنایت اللہ صاحب	۲۰۷
۱۰۳۔ مولانا مولوی حمد اللہ صاحب	۲۰۸
• سادات میاں ڈھیر	۲۱۴
۱۰۴۔ سید شاہ مدار صاحب	۲۲۲
۱۰۵۔ سید شاہ رُخ صاحب	״
۱۰۶۔ سید عنبر شاہ صاحب	۲۲۳
۱۰۷۔ سید میاں شاہ صاحب	۲۲۳
۱۰۸۔ سید حسن شاہ صاحب	״
۱۰۹۔ سید محبوب شاہ صاحب	״
۱۱۰۔ سید سکندر شاہ صاحب	״
۱۱۱۔ سید اورنگ شاہ صاحب	״
۱۱۲۔ سید میران شاہ صاحب	۲۲۴
۱۱۳۔ حضرت مولانا سید امیر صاحب المعروف "کوٹھ ملا صاحب"	۲۲۵
۱۱۴۔ حضرت مولانا مولوی شائستہ گل صاحب المعروف "منڈ ملا صاحب"	۲۲۸
۱۱۵۔ مولانا مولوی عبد الحنان صاحب	۲۳۲
۱۱۶۔ مولانا عبد المنان صاحب	۲۴۰
۱۱۷۔ حضرت مولانا مولوی عبد العلی صاحب	۲۴۳
۱۱۸۔ مولانا مولوی جام دار صاحب	״
۱۱۹۔ مولانا احسان الحق صاحب	۲۴۶
۱۲۰۔ مولانا مولوی خدا محمد صاحب	۲۴۷
۱۲۱۔ مولانا مولوی سلطان محمود صاحب	״
۱۲۲۔ مولانا مولوی فیض رسان صاحب	۲۴۸
۱۲۳۔ مولانا مولوی قاضی قریب اللہ صاحب	۲۵۰

۱۲۴۔ قاضی محمد فاضل شاہ صاحب ۲۵۱

۱۲۵۔ حضرت گل محمد صاحب المعروف "تورڈھیر بابا" ۲۵۲

۱۲۶۔ حضرت علامہ حافظ محمد ادریس صاحب طوروی ۲۵۴

۱۲۷۔ مولانا مولوی محمد اسرائیل صاحب شہید ۲۵۹

۱۲۸۔ مولانا مولوی محمد امین الحق صاحب ۲۶۲

۱۲۹۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ محمد شعیب صاحب تورڈھیری ۲۶۴

۱۳۰۔ مولانا مولوی محمد شعیب صاحب ۲۶۹

۱۳۱۔ مولانا مولوی میر حسین صاحب 〃

۱۳۲۔ مولانا مولوی مدرار اللہ صاحب مدرار ۲۷۱

۱۳۳۔ حضرت مولانا مولوی محمد رسول صاحب مرحوم ۲۷۲

۱۳۴۔ مولانا مولوی عبد القدوس صاحب 〃

۱۳۵۔ حضرت مولانا مولوی محمد غفران صاحب ۲۷۴

۱۳۶۔ مولانا مولوی سیف الرحمٰن صاحب دیوبندی ۲۷۵

۱۳۷۔ مولانا مولوی لطف الرحمٰن صاحب ۲۷۶

۱۳۸۔ حضرت مولانا مولوی مصلح الدین صاحب چشتی نظامی المعروف "صاحب حق صاحب مردان" ۲۷۸

۱۳۹۔ حافظ مولانا شاکر اللہ صاحب 〃

۱۴۰۔ حافظ مولانا ذاکر اللہ صاحب 〃

۱۴۱۔ حضرت مولانا محمود صاحب ۲۷۹

۱۴۲۔ حضرت مولانا مولوی نعمت اللہ صاحب المعروف "ناظم مولانا صاحب" ۲۸۵

۱۴۳۔ مولوی عبد الواجد صاحب 〃

۱۴۴۔ مولوی عبد الرب صاحب ۲۸۶

۱۴۵۔ حضرت مولانا مولوی نور محمد صاحب غازی ۲۸۷

ضلع ہزارہ

۱۴۶۔ حضرت شیخ المشائخ حافظ سید احمد شاہ صاحب "قادری" ۲۸۹

۱۴۷۔ حضرت سید امان علی شاہ صاحب "ترمذی قادری" ۲۹۲

۱۴۸۔ مولانا مولوی سکندر علی صاحب محدث ۲۹۴

۱۴۹۔ حضرت خواجہ سید عالم صاحب قادری ۲۹۷

۱۵۰۔ حضرت علامہ قاضی عبد السبحان صاحب ۲۹۹

۱۵۱۔ مولانا مولوی عمر الدین صاحب قادری رضوی ۳۰۶

۱۵۲۔ حضرت مفتی مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ۳۰۸

۱۵۳۔ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد امیر خسرو اشعری چشتی ۳۱۱

۱۵۴- خواجہ محمد عزیز صاحب	۳۱۱
۱۵۵- مولٰنا مولوی محمد ایوب صاحب	۳۱۴
۱۵۶- حافظ سید احمد شاہ صاحب	″
۱۵۷- مولٰنا مولوی عبد الغنی صاحب	۳۱۵
۱۵۸- حافظ محمد بقا صاحب	۳۱۷
۱۵۹- مولٰنا حافظ نور احمد صاحب	۳۱۸
۱۶۰- مولٰنا مولوی فضل الرحمٰن صاحب	″
۱۶۱- مولٰنا مولوی مقبول الرحمٰن صاحب	۳۱۹
۱۶۲- مولٰنا مولوی خلیل الرحمٰن صاحب	″
۱۶۳- مولٰنا مولوی محمد حسین صاحب	۳۲۱
۱۶۴- حضرت مولٰنا حافظ قاری محمد حمید الدین صاحب صدیقی، قادری، چشتی	۳۲۳
۱۶۵- مولٰنا مولوی قاضی محمد شمس الدین صاحب نقشبندی	۳۲۵
۱۶۶- الحاج سید محمود شاہ صاحب محدث ہزاروی	۳۲۶
۱۶۷- مولٰنا مولوی سید محمود شاہ صاحب	۳۲۴
۱۶۸- مولٰنا مولوی محمد عثمان صاحب	۳۲۶
۱۶۹- مولٰنا مولوی مفتی محمد غلام جان صاحب	۳۳۸
۱۷۰- حضرت مولٰنا مولوی قاضی محمد فیض عالم صاحب	۳۴۶
۱۷۱- مولٰنا مفتی عبد الرحمان صاحب ہزاروی	۳۴۸
۱۷۲- مولٰنا قاضی صدر الدین صاحب	۳۵۱
۱۷۳- سید زین العابدین صاحب	۳۵۳
۱۷۴- میر حبیب شاہ صاحب	۳۵۶
۱۷۵- میر اسمٰعیل شاہ صاحب	″
۱۷۶- سید شاہ عبد اللہ صاحب	″
۱۷۷- میر اسحٰق شاہ صاحب	۳۵۷
۱۷۸- حضرت آغا سید فقیر شاہ صاحب	۳۵۸
۱۷۹- (فقیر) محمد امیر شاہ قادری	۳۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تاریخ بہت دلکش موضوع ہے۔ اس کے ذریعہ اصحابِ علم و قلم عوام و خواص دونوں قسم کے طبقوں کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کر لیتے ہیں متخصصین اس کا مطالعہ ایک فن کے طور پر کرتے ہیں اور اس سے زندگی کے کاروان کے لئے منازل سیر و سفر کی رہ نمائی کے لئے کلیات اور نتائج و عبر اخذ کر لیتے ہیں۔ عام قارئین کے لئے یہ اوقاتِ فراغ کا ایک دلچسپ، مفید اور بے عیب مشغلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہلِ علم نے اپنے دورِ عروج میں بھی اور دورِ زوال میں بھی اس علم کا خاص اہتمام کیا اور ہر قرن میں اس علم سے متعلق بکثرت ایسی کتابیں لکھیں جو بعد کے آنیوالوں کے لئے اس قرن کے حالات معلوم کرنے کے لئے آئینہ کا کام دینے لگیں اور پھر متأخرین متقدمین کے نقشِ قدم پر چل کر اس فن میں بیش بہا اضافے کرتے رہے۔

مسلمانوں میں فنِ تاریخ کی ابتدا دو عنوانوں سے ہوئی: اوّل اموی خلفاء کا گزشتہ ملوک و سلاطین کے حالات معلوم کرنے کے ساتھ دلچسپی جس نے علی مرّ القرون تاریخ کی عظیم موسوعات مثلاً تاریخ ابن جریر طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔ بدایہ و نہایہ ابن کثیر اور تاریخ العبر ابن خلدون کی شکل اختیار کی۔ فنِ تاریخ سے مسلمانوں کی دلچسپی کا دوسرا باعث آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اُمت کی عقیدت تھی اس عقیدت اور حضورؐ کے حالات کی جزئیات معلوم کرنے کے شغف کی بدولت سیرتِ نبویؐ کا وہ بیش بہا اور بے حساب ذخیرہ وجود میں آیا جس کا صحیح اندازہ لگانا اب کسی مورخ یا

اہلِ قلم کی حدِ استطاعت سے باہر ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ عقیدت کی دوسری شاخ آپؐ کے اقوال و افعال کے ساتھ دلچسپی ہے جس نے علمِ حدیث کو فروغ دیا اور نہ صرف یہ کہ حضورؐ کے اقوال و افعال سے متعلق روایات یعنی متنِ حدیث کی تدوین ہُوئی بلکہ رُواۃ کے حالات کے ساتھ بھی دلچسپی بڑھ گئی اور اس کے لئے اسماء رجال کا مستقل فن ایجاد ہُوا جس کے وسیلہ سے جرمن مستشرق ڈاکٹر سپرنگر کے اندازے کے مطابق آج ہم کم از کم پانچ لاکھ اشخاص کے حالات معلوم کر سکتے ہیں۔

فنِ اسماء رجال کے ساتھ دلچسپی بڑھ گئی تو یہ فن صرف محدّثین تک محدود نہ رہا بلکہ مسلمان اہلِ قلم نے اور خود بہت سے محدّثین نے ایک طرف خلفا، علما، شعرا، حکما، صوفیہ اور ان کے علاوہ بیسیوں اقسام کے دوسرے طبقات کے تراجم و اخبار قلم بند کئے (جس کا ایک دُھندلا سا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حافظ ذہبی نے تاریخ کی ۴۰ قسمیں وہ گنائی ہیں جن سے متعلق کتابیں لکھی جا سکتی ہیں اور پھر فرمایا ہے کہ اگر ان سب انواع کو میں اپنی کتاب میں جمع کر دوں تو کم از کم چھ سو جلدیں تیار کرنا پڑیں) دُوسری طرف بہت سے علاقوں اور ممتاز شہروں کے رُواۃ حدیث اور ممتاز اصحاب کے تذکرے سے متعلق مستقل تصانیف مُرتّب ہُوئیں۔ حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ میں ان شہروں اور علاقوں کے نام حروفِ تہجی کے لحاظ سے دیئے ہیں جن سے متعلق تاریخ و تذکرہ کی کتابیں اُن کے علم میں آئی تھیں۔ یہ ایک طویل فہرست ہے جس میں صرف الف سے متعلق مندرجہ ذیل شہر اور علاقے شامل ہیں:

ابیورد، آذربائیجان، اران، اربل، استرآباد، اسکندریہ، اشبیلیہ، اشبونہ، اصبہان، افریقیہ، اندلس وغیرہ۔

ایسی کتابوں میں دو کتابیں بہت مشہور بھی ہُوئیں اور مفید بھی ثابت ہُوئیں۔ ایک خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) کی تاریخِ بغداد جو چودہ ضخیم جلدوں میں طبع شدہ دستیاب ہے۔ خطیب بغدادی کے بعد ان کی کتاب پر حافظ سمعانی، حافظ ابن النجار، حافظ ابن الساعی اور کئی دُوسرے اصحاب نے اس سے بھی ضخیم ذیول مرتب کیں مگر ان کا بڑا حصہ اب ناپید ہے، دُوسری کتاب حافظ ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) کی تاریخِ دمشق ہے جس کے چند اجزا چھپ سکے ہیں لیکن اکثر ناپید ہیں۔ اس کتاب پر بھی کافی ذیول لکھے گئے، جن میں سے ایک دو کے کچھ اجزا ہی چھپ سکے۔

الغرض مدن و بلاد کے رجال کی تاریخ وہ عظیم فن ہے جس کے ساتھ ہمارے مورخین اور محدثین نے ہمیشہ دلچسپی لی اور اس میں بیش بہا اضافے کئے۔

اس زمانہ میں ماہرینِ اثریات دُور دراز علاقوں میں پھر پھر کر کھنڈرات اور ویرانوں میں حفریات کے ذریعہ محنت کرتے اور قدیم ثقافت کے ورثہ کو تلاش کرتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بیش بہا رقمیں خرچ کرتے ہیں حالانکہ اس ثقافت کی تلاش کے حقیقی منابع اسلاف کی تاریخ سے متعلق وہ کتابیں ہیں جن کے ذریعہ ہم ماضی کا رشتہ حال سے جوڑ سکیں اور جن کا مطالعہ کر کے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ نفس انسانی کی متحرک قوت وقتاً فوقتاً کن کن عوامل کو متاثر کرتی رہی ہے اور کن کن عوامل سے اثر پذیر ہوتی رہی ہے۔ جس طرح تاریخ اقوام ہمیں یہ بتاتی ہے کہ کن کن اقوام نے عظیم تحریکوں کا لباس پہن کر ایک علاقہ سے ہجرت کی اور دُوسرے علاقوں پر تسلط حاصل کیا۔ اس طرح تاریخ اشخاص و افراد کے ذریعہ یہ نمایاں ہوتا ہے کہ کن کن عظیم شخصیتوں نے ایک علاقے کو چھوڑ کر دُوسرے علاقے میں رہائش اختیار کی اور وہاں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلا دی یا غیر متمدن علاقے کے کون سے افراد متمدن علاقوں میں پہنچ کر اپنی دانش و بصیرت کے ذریعہ خود ان متمدن علاقوں کی ترقی کا ذریعہ بنے یا متمدن علاقوں سے علم و تہذیب کے مشعل لے کر اپنے غیر متمدن علاقوں میں واپس آئے اور یہاں علم اور تہذیب کے دِیوں سے دِیے جلاتے رہے۔ اقوام افراد سے بنتی ہیں اور اقوام کی تاریخ سے گہری واقفیت حاصل کرنے کے لئے افراد کا گہرا مطالعہ ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک کے دُوسرے علاقوں کی طرح برِ عظیم پاک و ہند میں بھی تذکرہ و تراجم کے اس فن کا اہتمام کیا گیا اور شعراء و صوفیہ کے تذکرے خصوصاً کثرت سے لکھے گئے۔ علماء سے متعلق بھی چند ایک مفید کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں سب سے جامع مولانا عبدالحی حسنی کی عربی کتاب نزہۃ الخواطر ہے جو آٹھ جلدوں میں چھپ گئی ہے۔

پشاور اور اس مرکز سے وابستہ وہ علاقہ جو اس وقت سرحد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے بہت سے گوشوں کی طرح فن تاریخ کے اس گوشے کے لحاظ سے بھی توجہ کا محتاج تھا۔ شعراء اور چند نامور مشائخ کے مستقل تذکرے

موجود تھے لیکن علماء و مشائخ کا مجموعی تذکرہ موجود نہ تھا۔ گیارھویں صدی ہجری میں اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار میں اس فن کی بنیاد رکھی تھی لیکن افسوس ہے کہ بعد میں اس علاقہ کے اہلِ قلم نے اس بنیاد پر مزید عمارت کھڑی کرنے کی ہمت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا سید محمد امیر شاہ صاحب کو اس خلا کے پُر کرنے کی توفیق بخشی۔ ان کے رواں دواں قلم سے پہلے اس موضوع پر دو کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ایک تذکرہ علما و مشائخ سرحد حصہ اول اور دوسری تذکرۂ حفاظ پشاور (دونوں کتابیں خوب مقبول ہوئیں) پیشِ نظر کتاب تذکرہ علما و مشائخ سرحد کا دوسرا حصہ ہے جو حسبِ وعدہ پشاور، مردان اور ہزارہ کے علما و مشائخ کا تذکرہ ہے۔ کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ بقیہ علاقۂ سرحد کے علما و مشائخ کا تذکرہ حصہ سوم میں آئے گا جس کے لئے قارئین کو ابھی انتظار کرنا پڑے گا۔

مصنف کا کہنہ مشق اور پختہ قلم حصۂ دوم میں بھی وہی جولانیاں دکھا رہا ہے جو اس سے پہلے کی دو کتابوں میں دکھا چکا ہے۔ پہلے حصہ اور زیرِ نظر حصہ میں یہ فرق محسوس ہوتا ہے کہ وہاں اسلاف کا ذکر تھا جن کی وساطت سے اخلاف پر نظر پڑتی تھی۔ یہاں زیادہ تر اخلاف کا ذکر ہے جن کے ذریعہ اسلاف کی عظمت کی طرف قلب و دماغ متوجہ ہوتا ہے۔ بہرحال یہ بات دونوں حصوں میں مشترک ہے کہ ان کے مطالعہ سے اپنے گرد و پیش کے افراد کے ساتھ گہری واقفیت پیدا ہو جاتی ہے اور بہت سے اہلِ علم خاندانوں سے وابستہ افراد کو اپنے جیسے بہت سے افراد کے ساتھ علمی اور روحانی روابط کے وجود کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

تراجم کی کتابوں سے اولین طباعت و اشاعت میں جامعیت کی توقع کرنا تصنیف کے مسلمہ اصولوں کی رو سے نامناسب ہے۔ ایسی تصانیف میں ہمیشہ اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ قارئین اس کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ مصری مؤلف جناب خیر الدین زرکلی نے مشاہیر کے تذکرہ سے متعلق اپنی کتاب الاعلام پہلے تین جلدوں میں شائع کی اور بہت مقبول ہوئی۔ پھر مصنف اپنی کتاب میں اضافے کرتے رہے اور جب اس کی دوسری اشاعت کی نوبت آئی تو کتاب دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ جرمن مستشرق بروکلمن نے عربی کے مؤلفین و مؤلفات سے متعلق اپنی تاریخ دو جلدوں میں شائع کی (جس کا ترجمہ عیسائی عرب مؤرخ جرجی زیدان نے چار جلدوں میں کر کے نامور ی

حاصل کی) جب بروکلمن نے اپنی کتاب میں اضافے کئے تو کتاب کی ضخامت چوگنی ہو گئی اور اصل کے ساتھ تین ضمیمہ کی جلدیں اصل جلدوں سے ضخیم تر شامل کی گئیں۔

تذکرہ علما و مشائخ سرحد سے متعلق بھی ہماری توقع یہ ہے کہ اگر مصنّف کو اس موضوع کے ساتھ یہی دلچسپی رہی تو تین حصوں والا یہ ابتدائی نقشہ رفتہ رفتہ دس بارہ جلدوں تک پھیل جائے گا لیکن کامیاب مصنّف وہی ہے جو اشاعتِ اوّل کے بارے میں فرصت کو غنیمت سمجھے اور تکمیل اور جامعیت کی الجھنوں میں پڑ کر کتاب کی اشاعت کو معرضِ التوا میں نہ ڈالے۔ اس لئے ہم مصنّف کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس موقع پر کتاب اشاعت کے لئے دے دی۔

آخر میں چند جملے مصنّف کے خاندان سے متعلق پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ کا سلسلۂ نسب پاکستانِ غربی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے:

مولانا سیّد محمّد امیر شاہ بن بربان العاشقین حافظ سیّد محمد زمان شاہ بن سیّد سعید احمد شاہ بن سیّد اکبر شاہ المعروف بہ آغا پیر جان بن سیّد عیسٰی شاہ بن سیّد موسٰی شاہ بن سیّد محمد عابد بن شاہ محمّد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ۔

شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مصنّف نے تذکرہ علما و مشائخ سرحد حصہ اول میں اور مولانا قاضی عبد الحلیم اثر نے اپنی پشتو کتاب "روحانی رابطہ" میں تفصیل سے دیے ہیں۔ ملخصاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں خاندانی نجابت بھی جمع تھی۔ آپ حسنی و حسینی سیّد تھے۔ ددھیال اور ننھیال دونوں کے لحاظ سے شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ حسبًا آپ اباً عن جدٍ مرکزِ ولایت تھے اور مزارِ مبارک لاہور (بیرون دہلی دروازہ) میں اب بھی مرجع خاص و عام ہے۔ علمًا آپ مدرّس بھی تھے اور مصنّف بھی۔ آپ کے حالات سے متعلق قاضی عبد الحلیم صاحب اثؔر کا یہ فقرہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا:

"(شاہ محمد غوث کے تذکرہ سے) یہ بتانا مقصود ہے کہ شمال مغربی پاکستان کے بزرگوں میں سے

ایک بزرگ ایسے بھی ہیں جو پیدا پشاور میں ہوئے، مزار مبارک لاہور میں ہے اور اولاد کے مزارات جہلم اور کشمیر میں ہیں۔ ان کے جد امجد کا مزار سندھ میں ہے، ان کے والد کا مزار پشاور میں۔ ان کے عم محترم کا مزار کشمیر میں اور ان کے برادر کا مزار ہزارہ میں۔ آج اس خاندان کی اولاد پشاور، لاہور، کشمیر، ہزارہ اور کابل میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دین اسلام کا ایک عظیم تبلیغی خاندان ہے جس نے ایک خاص ملک یا علاقہ یا خاص درگاہ اور سجادہ کے ساتھ وابستگی ضروری نہیں سمجھی اور اس کے افراد ہر اس جگہ پہنچے جہاں انھیں اسلام کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہی اس خاندان کے اوصاف میں سب سے عظیم وصف ہے۔"

اس عظیم خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے لحاظ سے مصنّف میں بھی یہ خصوصیات جمع ہیں۔ آپ سیادت مشیخت، خطابت و وعظ اور تصنیف و تالیف کے اوصافِ نسب وحسب کے جامع ہیں اور ایک خاص مکتبِ فکر کی طرف رجحان کے باوجود وسعتِ مشرب کے قائل ہیں۔ آپ نے اپنے ہر مکتبِ فکر سے وابستہ اساتذہ کا تذکرہ جس احترام سے کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے قلب میں وسعت ہے اور ہر مکتبِ فکر کے مؤقر اصحاب کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و قلم کو مزید برکت عطا فرمائے اور آپ کے اسلاف کی طرح آپ کی زبان اور آپ کے قلم کے ذریعہ بھی مسلمانانِ پاکستان کے رشد و ہدایت کا سامان مہیا فرمائے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

تذکرہ علماء و مشائخ سرحد میں مصنّف نے اپنے حالات درج نہیں کئے تھے حالانکہ اَمّا بنعمۃِ ربّکَ فحدّث کی تعمیل کے طور پر یہ امر نہایت ضروری تھا۔ اب مصنّف نے میری درخواست پر اپنے حالات اپنی دوسری کتاب تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ سے نقل کر کے ایک مستقل عنوان کے ذیل میں درج فرمائے ہیں جو قارئین کے لئے باعثِ دلچسپی ہوں گے۔

خادم علما

(حافظ) محمد عبد القدوس (فاضل دیوبند)

شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

۸۔ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ / ۲۸۔ دسمبر ۱۹۷۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اوّل مارچ ۱۹۶۴ء میں، تذکرہ حفاظ پشاور ۱۹۶۸ء میں اور تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ اگست ۱۹۷۲ء میں چھپ کر قارئین کے سامنے آچکے ہیں۔

اب تذکرہ علماء و مشائخ سرحد کی دوسری جلد قارئین کے ہاتھوں میں ہے جیسا کہ پہلی جلد کے 'عرضِ حال' میں اس فقیر نے عرض کیا تھا کہ "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" نقشِ اوّل ہے حرفِ آخر نہیں ہے اب بھی اِس جلد کی اشاعت کے وقت یہی گزارش ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور وسیلہ سے توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ سلسلہ ایسے احسن طریقہ سے مکمل ہو جائے کہ صوبہ سرحد کا کوئی شیخ اور عالم باقی نہ رہے جس کا تذکرہ میسر نہ ہو۔

یہ تذکرہ جو کہ قارئین کے پیشِ نظر ہے، ضلع پشاور، ضلع مردان اور ضلع ہزارہ کے علماء و مشائخ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ ان گرامی قدر حضرات کے حالات شہر شہر، گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھر کر اپنی بساط کے مطابق انتہائی احتیاط اور کوشش کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ بعض حضرات نے اپنے حالات لکھ کر بھیج دینے کا وعدہ کیا اور باوجود مزید یاد دہانیوں کے انہوں نے وعدہ پورا نہ کیا۔ چند ایک

علماء کے حالات اس وقت ملے جب کہ کتاب پریس جا چکی تھی، انشاءاللہ دوسری اشاعت میں باقی علماء ومشائخ کے حالات شامل کر دیئے جائیں گے۔

سقوطِ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں آئے دن کارخانوں میں مالک ومزدور کی لڑائی اور تالہ بندی کی وجہ سے بازار میں کاغذ ملنا بہت ہی مشکل ہے، اور جب ملتا ہے تو گراں قیمت پر۔ ان نامساعد حالات میں اس کتاب کا چھاپنا میرے لئے "جوئے شیر" لانے کے برابر ہے، بہرحال اللہ جل جلالہٗ کی امداد اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید سے کتاب چھپ گئی۔

اس "تذکرہ علماء ومشائخ سرحد" کی دوسری جلد میں قارئین کرام کو جو کمی اور غلطی نظر آئے تو مہربانی فرما کر اپنے نیک اور برگزیدہ مشوروں سے اس فقیر کو بذریعہ ڈاک مطلع کریں تاکہ آیندہ اشاعت میں اس کمی کو پورا کردوں اور غلطیوں کی تصحیح کر دوں۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔

بیرپیچداں ان تمام حضرات کا جنھوں نے اس کتاب کے سلسلہ میں میری ہر ممکن طریقہ پر امداد واعانت کی اور خصوصاً الحاج خواجہ محمد قاسم صاحب قادری سلمہٗ (کپڑے کے سوداگر) جنھوں نے اس سلسلہ میں ہر ممکن میرا ہاتھ بٹایا، صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہوں کہ وہ ان حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

میں جناب استاد العلماء حضرت مولنا مولوی عبد القدوس صاحب صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کا انتہائی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے تعلیمی مصروفیات کے باوجود پیش لفظ تحریر فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

نیز آنجناب کے اصرار اور ارشاد کے مطابق آخر میں اپنے مختصر سے حالات بھی لکھ دیئے۔

مورخہ ۹ ۲ر اگست ۱۹۷۲ء (فقیر) محمد امیر شاہ قادری

یکہ توت پشاور

ضلع پشاور

حضرت شیخ احمد صاحب نقشبندیؒ
(موضع نحقی خرڑقی تحصیل پشاور)

آپ کا اسم گرامی شیخ احمد صاحب ہے۔ آپ موضع بچگی[۱] تحصیل پشاور کے رہنے والے تھے۔ آپ ...ت شیخ المشائخ مولنا سعد اللہ صاحب[۲] وزیر آبادی کے مُرید اور خلیفہ معظّم تھے۔ اس علاقہ میں آپ نے ...ر و معرفت کے دریا بہائے۔ آپ عالم و کامل عارف[۳] تھے۔ آپ پشتو زبان کے ادیب اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ نے علمِ فقہ پر نظم میں ایک کتاب بنام الشرائع والاحکام پشتو میں لکھی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو آپ نے ...ب فروغ دیا اور آپ کی توجہات اور برکات سے بہت سے فاسق و فاجر لوگ راہِ ہدایت پر آئے۔ سنہ ۱۱۱۸ھ موضع نحقی خرڑقی میں وفات پائی۔ آپ کے بہت خلفاؑ تھے۔

حضرت شیخ سعادتؒ

حضرت شیخ سعادت رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بہت ہی مشہور اور نامور خلیفہ گزرے ہیں۔ بقول صاحبِ روحانی رابطہ محترم عبدالحلیم صاحب اثر

---

[۱] موضع بچگی پشاور پانچ میل کے فاصلہ پر بطرف مغرب واقع ہے۔ [۲] حضرت مولنا سعد اللہ صاحب مولنا آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ ...ے خلیفہ تھے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو افغانستان، خراسان اور صوبہ سرحد کے علاقہ میں خوب پھیلایا۔ سنہ [illegible]ھ، ۱۹؍ذی الحجہ کو وزیرآباد میں انتقال کیا۔ [۳] روحانی رابطہ پشتو صفحہ ۶۳ از محترم عبدالحلیم اثر افغانی۔

(صت ۶۳۸) جلیل القدر، بزرگ عالم، فقیہہ، اصولی اور محدث عالم تھے، مخلوقِ خدا کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت ہی فائدہ پہنچا۔ میاں گل اخوند شیخ سعادت کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ۱۱۴۵ھ میں فوت ہوئے اور نحقی خرّقی میں اپنے پیر کے پہلو میں دفن کیے گئے، یہ ہر دو بزرگ علاقہ داؤدزئی میں "نحقی اخونان" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کے بھی بہت خلفأ تھے۔"

حضرت شیخ مولٰنا اخون گداؒ

حضرت مولٰنا اخون گدا رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو اس علاقہ میں ترقی دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ آپ بہت ہی بلند پایہ عالم، فاضل اور محقق تھے۔ شریعت اور طریقت ہر دو علوم میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے، پشتو کے نامور ادیب تھے۔ علمِ توحید، فقہ اور تصوف کے موضوع پر پشتو میں "نافع المسلمین" نامی کتاب لکھی جس کو بیحد مقبولیت حاصل ہوئی۔ صاحب روحانی رابطہ عبدالحلیم صاحب اثر افغانی تحریر فرماتے ہیں؛

"حضرت مولٰنا شیخ المشائخ اخون گدا قدس سرہ تر ۱۱۷۲ھ پورے ژندے وو۔ د وفات صحیح تاریخ ئے راتہ نہ دے معلوم شوے"۔ یعنی حضرت مولٰنا شیخ المشائخ اخون گدا قدس سرہ ۱۱۷۲ھ تک زندہ تھے، مجھے ان کی تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں"۔

آپ کا مزار موضع بابوزئی (نوی کلی) دریائے شاہ عالم علاقہ داؤدزئی میں مرجع خاص و عام ہے۔

ل صت ۶۳۹

حضرت باغدین صاحب قادریؒ

آپ کا اسم گرامی باغدین صاحب تھا۔ آپ ۱۸۶۶ء بمطابق ۱۲۸۱ھ پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ بٹالہ ضلع گورداسپور (بھارت) میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے آپ کی تعلیم و تربیت وہاں ہی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اساتذہ کا علم نہیں۔ آپ نے بیس برس کی عمر میں علومِ درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے مغربی تعلیم کو بھی مکمل حاصل کیا۔ ۱۳۱۰ھ میں پشاور آکر مقیم ہو گئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔

آپ نے ظاہری تعلیم کے ساتھ باطنی تعلیم اور تزکیۂ نفس کو بھی انتہائی خلوص کے ساتھ حاصل کیا اور درحقیقت تو اللہ تعالیٰ کا یہی آپ پر فضل و کرم تھا جس نے آپ کو سلسلہ قادریہ کے مشائخ کرام کے زمرہ میں شامل کر دیا۔ آپ قطب زمان حضرت غوث آوان شریف قاضی سلطان محمود صاحبؒ[1] رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔ جب سلسلہ عالیہ قادریہ و نقشبندیہ کے اسباق، معمولات اور اشغال کو مکمل کر لیا تو مرشد ارشد نے سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ میں آپ کو خلافت سے نواز کر صاحبِ مجاز کر دیا۔ جناب حضرت سیّد ضیاء صاحب جعفری قادری چشتی نیازی مدظلہ، لکھتے ہیں: "حضرت قبلہ مرحوم سوات باباجی کے سلسلہ کے کامل و اکمل درویش ہیں اور

---

[1] حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ المجاہدین غوث زمان حافظ عبدالغفور صاحب المعروف سوات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ مزید حالات کے لیے دیکھو "تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد"

قادری نسبت و محبت غوثیہ میں سرشار ہیں اور یہ کہ آوان شریف کے غوث زماں حضرت میاں قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور با اجازت خلیفہ ہیں[۱]۔" آپ انتہائی پابند شریعت، عابد و زاہد، بے ریا و بے نمود اور خاموش الطبع تھے۔ حد درجہ منکسر المزاج، صاحب اخلاق حسنہ اور بزرگ سیرت انسان تھے۔ آپ پر اپنے شیخ کی خاص نظر عنایت و شفقت تھی۔ غیر آباد مساجد کو آباد کرنا آپ کا خاص وصف تھا۔ جناب شیخ صابر صاحب جو کہ آپ کے خاص شاگرد تھے، لکھتے ہیں: "پشاور شہر کے ارد گرد بہت سی مسجدیں ایسی تھیں جو امام نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد تھیں۔ حاجی صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کے لیے امام مقرر کیے اور ان کی تنخواہیں خود دیتے تھے۔

ان مساجد کی صفائی، مرمت، رسی، لوٹے اور بورکے اپنے خرچ پر فراہم کرتے۔ مساجد سے متعلق ان کی خدمت شہر تک محدود نہ تھی بلکہ پشاور کے قرب و جوار کے دیہات کی مساجد پر بھی اسی طرح خرچ کرتے تھے[۲]۔"

آپ کے متعلق آپ کے شاگردوں، ملنے والوں اور متوسلین میں یہ بات بہت ہی مشہور ہے کہ آپ کو کشف قبور میں کمال حاصل تھا۔ آپ اکثر حضرت قطب الاولیاء حافظ عبدالغفور صاحب نقشبندی، حضرت نوگزہ پیر، حضرت شیخ ابوتراب صاحب، حضرت سلطان الاصفیاء سید حسن بادشاہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات پر حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے۔ سید ضیاء صاحب جعفری قادری چشتی نظامی تحریر فرماتے ہیں[۳]: "حضرت مولانا کے کرم اور سفارش سے اہل قبور مجھ پر اکثر عنایات فرماتے۔ حضرت قبلہ مولانا کو کشف قبور میں کمال و دسترسی عطا ہوئی تھی۔ عجیب عجیب واقعات ظہور میں آتے جنہیں بیان کرنے کی اجازت اور طاقت نہیں۔" جناب خلیفہ عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں: "مولانا مرحوم کو کشفِ قبور کا بہت ملکہ تھا۔ اکثر مزارات پر رہتے اور دو دو تین تین گھنٹے مراقبہ کرتے۔"

آپ پر عشقِ الٰہی کا جذبہ اتنا غالب تھا کہ قرآن مجید سننے وقت آپ پر ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ زار و قطار روتے رہتے۔ حضرت مولانا باغدین صاحب جناب مولانا قبلہ و کعبہ الحاج آغا سید سکندر شاہ صاحب

---

[۱] ماہنامہ ارژنگ پشاور ج ۴، شمارہ ۱۰-۱۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء ص ۱۲-۱۳ [۲] ماہنامہ ارژنگ پشاور ص ۲۱-۲۲ خاص باغدین نمبر ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء

[۳] ایضاً ص ۱۲۔

صحبت بابرکت میں حاضر ہوتے۔ چنانچہ خلیفہ عبدالرشید صاحب فرماتے ہیں: "مولٰنا صاحب مرحوم ماہ مبارک میں سنت تراویح حضور آغا صاحب کی مسجد میں پڑھتے تھے کیونکہ اس مسجد کے امام سید ولایت حسین شاہ مرحوم تھے جو رمضان میں قرآن پاک سنایا کرتے۔ بہت خوش الحانی اور صحت قرأت سے پڑھتے تھے۔ حضور آغا صاحب کے مرید بھی تھے۔ مولٰنا مرحوم کو سنت تراویح میں وجد ہو جایا کرتا تھا۔ اکثر مقامات قرآنی پر مولٰنا صاحب کی عجیب کیفیت ہو جایا کرتی تھی۔"[1]

آپ جب سماع سنتے تو مرغ نیم بسمل کی طرح عشق الٰہی میں تڑپتے۔ فضل الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں: "اپنے گھر میں رات کے تین بجے تک قوالی سنتے تھے مگر اس محفل میں صرف چار پانچ آدمی ہوتے۔ قبلہ میاں شریف حسین صاحب، سید لال شاہ جگر اور دو یا تین اور صاحبان، اور نہایت اچھی محفل ہوتی تھی مگر حضور مولٰنا صاحب کو ایسا دیکھا ہے کہ ساری رات زار و قطار روتے رہتے۔ ان کی محفل کی کچھ عجیب کیفیت ہوتی تھی، وہ خود عشقِ الٰہی میں ایسے سوختہ تھے کہ محفل میں سب کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔"[2]

آپ کا قلب مبارک ذکر الٰہی کے ساتھ جاری تھا۔ جناب محمد اسلم صاحب صابری آپ کے شاگرد تھے۔ لکھتے ہیں: "یہ حقیقت ہے کہ قلب مبارک کی دھڑکن آپ کے جامہ کو متحرک رکھتی تھی۔ جب مصروفِ کلام ہوتے تو دل پر ہاتھ رکھ لیتے اور جب خاموش ہوتے تو لب ہائے مبارک جنباں رہتے اور قلب کے بالائی حصے پر قمیص کی لرزش سے یوں محسوس ہوتا کہ گھڑی حرکت کر رہی ہے اور حضور کے قریب کھڑے ہونے سے ٹک ٹک کی آواز سنائی دیتی تھی۔"

آپ نے انگریزوں کے خلاف تحریک مجاہدین آزادی کی ہر ممکن اور ہر امکانی طور پہ مدد کی اور خصوصاً مسلمانوں کی سربلندی اور فلاح و بہبود کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ میاں سعید الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

---

[1] ماہنامہ ارژنگ، پشاور ص ۳۲، اکتوبر، نومبر ۶۷ء

[2] ایضاً ص ۱۰۔

"اسلام اور اشاعت اسلام کے اس علمی مرحلے کو طے کرنے کی جد وجہد کے علاوہ قبائلی علاقوں کی اس تحریک جہاد میں بھی مجاہدین کی معاونت کرتے رہے۔ یہ تحریک جہاد انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے سرحد قبائل میں جاری تھی اور انگریز اسے "ملاؤں کی تحریک" کا نام دیتے تھے۔ مولوی صاحب مرحوم ان رقوم کو مجاہدین کے پاس پہنچایا کرتے تھے جو برصغیر کے مختلف علاقوں کے اہل درد مسلمان مجاہدین کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ آپ پوری مستعدی اور والہانہ جذبہ کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دیتے رہے اور ان کے دینی احساسات کی اس سے تسکین ہوتی تھی"!

آپ نے تفسیریں شائع کروائیں۔ دینی کتابیں بھی شائع کردائیں اور بقول محمد اسلم صاحب صابری" کئی ایک دینی کتابوں کو اپنے خرچ سے طبع کرا کر مفت تقسیم کیں جو کہ طالبانِ حق کے لیے زندگی قلب اور روشنئ ضمیر کا سبب بنیں۔" میاں سعید الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں؛" آپ کی زندگی کا خصوصی مقصد یہ تھا کہ سابق سرحد کے لوگوں میں اسلام کی تعلیم سے مخلصانہ دلبستگی پیدا کی جائے اور ان کا دینی شعور بیدار ہو۔ حصولِ مقصد کے لیے سب سے پہلے قرآن عظیم کی تفہیم اور ادراک کا ذوق و شوق بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ علاقہ کی مادری زبان کو افہام و تفہیم کا حقیقی ذریعہ سمجھتے ہوئے پشتو زبان میں قرآن پاک کی تفسیر بغیر منفعت شائع فرمائیں۔

آپ کے مریدین میں جناب آغا سید لال شاہ صاحب جگر خاقانی، سرحد بقیہ حیات ہیں۔ سید ذوالفقار علی صاحب بخاری سابق ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان، جناب چاچا محمد یونس صاحب مرحوم چیف آفیسر پشاور، پروفیسر عبدالرحیم صاحب اسلامیہ کالج اور خان عبدالحمید خاں صاحب صدر آزاد کشمیر آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

۱۹۲۵ء میں آپ پر دردِ گردہ کا حملہ ہوا جس کا اپریشن کیا گیا مگر اس بیماری سے آپ تندرست نہ ہو سکے اور ۲۵ اپریل ۱۹۲۵ء بعمر ۶۱ برس بمطابق یکم شوال ۱۳۴۳ھ انتقال فرمایا۔

حضرت مولٰنا مولوی قاضی حبیب اللہ صاحب

المعروف قاضی صاحب بڈھنی

آپ کا اسم گرامی قاضی حبیب اللہ، والد کا نام قاضی صفی اللہ، دادا کا نام قاضی مطہر اور پر دادا کا نام قاضی محمد سعید صاحب تھا۔

آپ کے جداعلیٰ اسی گاؤں[1] کے رہنے والے تھے۔

قاضی محمد سعید صاحب: آپ عالم اجل تھے۔ انتہائی کریم النفس اور صاحب درس تھے۔ تمام علوم متداولہ پڑھاتے۔ لوگوں کے تنازعات شریعت مطہرہ کی روشنی میں فیصلہ کرتے۔ اسی لیے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ غالباً اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔

قاضی مطہر صاحب: جناب قاضی مطہر صاحب نے اپنے والد گرامی مرتبت سے تکمیل علم کی۔ اور تھوڑی عمر میں ہی درس نظامی سے فراغت حاصل کر کے والد کی موجودگی میں درس دینے لگے۔ افتاء کا کام بھی سنبھال لیا۔ آپ جامع علوم معقول ومنقول تھے۔ والد کی طرح تمام عمر اپنے گاؤں میں طلباء کی خدمت

---

[1] یہ گاؤں دلآزاک روڈ پر موضع دلازاک سے بطرف مشرق ایک میل کے فاصلہ پر تحصیل و ضلع پشاور میں واقع ہے۔

اور تدریس میں بسر کی۔ آپ کی شہرت تمام علاقہ میں بحیثیت "قاضی صاحب" کے ہوئی۔ ۱۲۴۴ھ میں انتقال
آپ کے پاکیزہ اخلاق اور سخاوت کی بدولت ہر ایک شخص اور خصوصاً طلباء آپ کے گرویدہ تھے۔

قاضی صفی اللہ صاحب : آپ نے اپنے والد کے زیر سایہ علم پڑھا۔ اپنے وقت کے مختلف اساتذہ علم وفن سے علوم وفنون کی تکمیل کی، موضع کالا کے مولانا صاحب سے صرف ونحو کی تکمیل کی۔ کالا مولانا صاحب صرف کے امام سمجھے جاتے تھے۔ مولانا مرغز صاحب سے آپ نے فقہ کی تکمیل کی۔ مرغز مولانا صاحب فقیہہ اعظم تھے۔ ہرات، قندھار، غزنی، کابل اور ہندوستان بھر کے طلباء مرغز مولانا صاحب سے فقہ پڑھنے کیلئے آتے تھے۔ ہدایہ آپ کو زبانی یاد تھی۔ فتویٰ شامی کے حوالے آپ کو از بر تھے۔ باجوڑ میں بوسنہ مولانا صاحب سے سُلّم پڑھی۔ بوسنہ مولانا صاحب اپنے فن میں امام وقت تھے۔ انہوں نے سُلّم پر پشتو میں حاشیہ بھی تحریر کیا ہے کافی عرصہ شاہ منصور[1] میں محمد سندی صاحب المعروف مولانا شاہ منصور صاحب کی خدمت میں گزارا اور اصول تفسیر، حدیث، ادب وغیرہ وغیرہ علم پڑھے۔ نیز مختلف علماء علاقہ سرحد کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ بھی کیا۔ جناب قاضی صفی اللہ صاحب نے علم منطق پر پشتو زبان میں ایک کتاب بنام ضابطہ تحریر کی جو کہ چھپ چکی ہے۔ ایک رسالہ صابی کے بارے میں لکھا جس میں ثابت کیا ہے کہ صابی کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ یہ رسالہ قلمی ہے۔ حمد اللہ جو کہ مشہور درسی کتاب ہے اس پر عربی میں حاشیہ لکھا جو کہ قلمی ہے۔ ہزارہا فتوے آپ نے دیئے۔

درس میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، اصول، ریاضی، غرضیکہ ہر قسم کے علم کا درس دیتے۔ دن رات پڑھاتے۔ طلباء کی خبر گیری کرتے۔ روٹی کپڑا ان کے لیے مہیا کرتے۔ ان کی بیماری میں اپنی گرہ سے علاج کرواتے۔ ہر وقت طلباء کا جمگھٹا آپ کے گرد رہتا۔ پشاور شہر میں سبزی منڈی کی پل پختہ والی جامع مسجد میں بیس برس تک علوم مروجہ کا درس دیا۔ آپ اس مسجد کے خطیب بھی تھے۔ پشاور کے علماء بھی ہر ایک مسئلہ میں آپ سے استفسار کرتے۔ سرحد میں آپ کا فتویٰ قابل قبول تھا۔ اسی لیے آپ کو علماء مفتی بھی کہتے۔

---

[1] موضع شاہ منصور تحصیل صوابی ضلع مردان میں ہے۔ پشاور سے براستہ جہانگیرہ۔ ٹوپی ہے۔

پشاور کے لوگ آپ کو نہایت ہی ادب واحترام کی نظر سے دیکھتے۔ سیاست سے یک قلم الگ تھلگ رہ کر دین اسلام کی نشر و تبلیغ میں مصروف رہے۔

جن حضرات نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا وہ بھی اپنے وقت کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور صاحب درس وافتاء ہوئے۔ آپ کے شاگرد لاتعد ولاتحصیٰ ہیں۔ سرحد، غزنی، کابل اور ہرات تک آپ کے تلامذہ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ صوبہ سرحد میں کوئی شہر ایسا نہ ہوگا جہاں آپ کے شاگرد مصروفِ درس نہ ہوں۔ پشاور شہر میں حضرت استاذی محترم محدث عظیم مولٰنا مولوی گل فقیر احمد صاحبؒ۔ حضرت صوفی باصفا عارف کامل آغا سید سعید جان صاحبؒ، حضرت فقیہہ عصر عمومی محترم آغا سید مقبول شاہ صاحبؒ، حکیم محمد عبداللہ صاحبؒ، مولٰنا حافظ محمد عثمان صاحبؒ حکیم نابینا، حافظ مولٰنا محمد یوسف صاحبؒ سوداگر نسوار، اور اس وقت حضرت قاضی صاحب شمشیخان علاقہ دیر المعروف کھوسہ مولٰنا صاحب علاقہ دیر کے قاضی ہیں۔ شیخ القرآن والاحادیث فقیہہ اعظم مولانا مولوی سید حبیب شاہ صاحب نے بھی آپ سے استفادہ فرمایا ہے۔

۲۲۔ شعبان ۱۳۴۰ھ میں بعمر ساٹھ برس انتقال فرمایا اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کے ایک نامور عالم شاگرد جناب کرامت شاہ صاحب ساکن پیر پیائی نے آپ کی تاریخ وفات لکھی:

بیست دو از ماہ شعبان می نویسد کلک من

سن زہجری از غمش از ہاتفم ایما شدہ

۱۳۴۰

قاضی حبیب اللہ صاحب: آپ نے اپنے والد صاحب کی خدمت میں رہ کر تمام علوم متداولہ و مروجہ کی تکمیل کی اور مسند درس وافتاء پر رونق افروز ہوئے۔ پشاور شہر میں اپنے والد کی جگہ خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ ۱۹۳۰ء سے اب تک اسی مسجد میں تمام علوم کا درس دیتے رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا آپ پر فالج کا حملہ ہوا، مگر پھر بھی جو مسئلہ آپ کے پاس جاتا ہے آپ اس کا جواب

املا کرا دیتے ہیں۔ حافظہ اس وقت باوجود معذور ہونے کے بہت مضبوط اور قوی ہے۔ کتابوں کے حوالے باقاعدگی سے بتاتے ہیں۔ بہت ہی کریمانہ اخلاق کے مالک ہیں۔ آپ خاص و عام کے ساتھ تواضع انکساری سے پیش آتے ہیں۔ بالخصوص سادات کرام کا بہت ادب و احترام کرتے ہیں۔ صوبہ سرحد کے کونہ کونہ سے آپ کے پاس استفتاء آتے ہیں۔ اب حکومت کی طرف سے بھی آپ کے پاس مقدمات آتے ہیں۔ آپ تمام فیصلہ جات فقہ حنفی کے مطابق صادر کرتے ہیں۔ تمام مشائخ طریقت سے آپ کے مخلصانہ تعلقات ہیں۔ بد عقیدہ افراد کے ساتھ آپ مناظرہ بھی کرتے ہیں مگر آپ کی ذاتی وجاہت اور تبحر علم کی وجہ سے مخالفین آپ کے سامنے آنے سے کتراتے تھے۔ آپ اپنے مواعظ میں اہل سنت وجماعت کے عقاید پر خوب مدلل تقریر فرماتے ہیں۔ خصوصاً کرامات اولیاء کرام کے حق میں ایسے قوی دلائل پیش کرتے ہیں جنھیں ہر صاحب فہم تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ کے سینکڑوں شاگرد ہیں۔ بہت سے تو اس وقت مدرس ہیں۔ جناب مولٰنا محمد فاضل صاحب آپ کی مسجد پل پختہ پر امام ہیں۔ تمام و ن مختلف علوم کا درس دیتے ہیں۔ محب بانڈہ تحصیل نوشہرہ میں مولٰنا عبدالودود صاحب باقاعدہ درس پڑھاتے ہیں۔ مولٰنا سلیمان صاحب المعروف مولانا شگی صاحب بھی درس کرتے ہیں۔ قاضی غلام سرور صاحب یہ آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ انھوں نے تکمیل علم آپ سے ہی کیا اپنے آبائی گاؤں میں امام ہیں اور طلباء کو مختلف علوم پڑھاتے ہیں۔ قاضی عبدالصمد صاحب یہ آپ کے فرزند ہیں انہوں نے بھی اپنے والد سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ نیز ادب پر کافی عبور ہے۔ اپنے آبائی گاؤں میں طلباء کو پڑھاتے ہیں اور پسندیدہ وعظ کرتے ہیں۔ والد کی طرح بہت اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔ عمر کوئی تیس برس ہوگی۔ جناب حضرت علامہ قاضی حبیب اللہ صاحب حنفی کی عمر اُس وقت ستّر برس تھی جب آپ نے ۲۵ اپریل ۱۹۶۶ء بمطابق ۳۔ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ بروز پیر بوقت ۲ بجے دوپہر اپنے گاؤں میں انتقال فرمایا۔

حضرت اخون شاہ حبیب اللہ صاحبؒ

(المعروف حضرت شیخ حبیب پشاوری)

آپ کا اسم شریف حبیب اللہ المعروف شیخ حبیب ہے۔ آپ بمقام سرہند بروز بدھ بوقت مغرب ۱۰ محرم الحرام ۹۸۷ھ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم سرہند میں ہی حاصل کی اور حضرت شیخ المشائخ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت اختیار کی، جب حضرت سید آدم صاحب بنوری حرمین الشریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ کی خدمت میں رہ کر شیخ حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اسباق کی تکمیل کی۔

۲۱۔ ماہ رجب ۱۰۲۸ھ میں بروز یک شنبہ (ہفتہ) قبل عصر مکہ مکرمہ میں حضرت شیخ المشائخ سید آدم بنوریؒ نے آپ کو خلافت سے نواز کر مفتخر کیا۔

حج بیت اللہ شریف کے بعد آپ سرہند شریف آئے وہاں سے ہندوستان کا سفر کر کے کابل تشریف

لے تاریخ آئینہ تصوف مصنفہ شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی نقشبندی۔

لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فتوحات سے نوازا۔ ہزارہا لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو آپ نے خوب فروغ دیا۔ امرا کابل بھی آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئے۔ آپ کابل سے پشاور تشریف لائے اور پشاور کے جنوب مغربی سمت علاقہ کاکشالؒ میں قیام فرمایا۔ لنگر جاری کیا۔ تمام زندگی زہد و عبادت، مجاہدات و ریاضت اور ذکرِ الٰہی میں گزار دی۔ آپ کی صحبت میں جو بھی ایک بار آتا آپ کا گرویدہ ہو کر حلقہ بگوش ہو جاتا۔ بڑے بڑے ڈاکو اور فاسق و فاجر آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے متقی اور پرہیزگار بن گئے۔

اپنے سلسلہ مبارکہ کے ارشادات پر خود سختی سے عمل فرماتے اور عقیدت مندوں کو اس پر عمل کرنے کی اشد تلقین کرتے۔ کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ وہ آپ کی صحبت میں رہ کر تارکِ سنّت ہو یا یادِ الٰہی سے غافل ہو۔ عقائد حقہ اہل سنت وجماعت کی خوب اشاعت فرماتے۔

بقول صاحبِ تاریخ آئینہ تصوف ۱۳ ربیع صفر الخیر ۱۰۹۹ھ میں بروز دوشنبہ وقت عشاء وفات پائی۔

آپ کا مزار موضع کاکشال کے باہر مرجع عوام وخواص ہے اور اس تمام قبرستان کا نام ہی "شیخ حبیب صاحب کا قبرستان" ہے۔

آپ کے بہت سے خلفائ تھے مگر آپ کا مشہور خلیفہ اکبر حضرت اخون شہباز قلندر سدا سہاگ تھا۔

اس مصرعہ سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے:

"گفتہ ام شیخ ما مکمّل بود"
۱۰۹۹ھ

لہ آج کل یہ گاؤں پشاور شہر میں شامل ہو گیا ہے۔ بیرون سرد چاہ دروازہ واقع ہے۔

حضرت مولانا محمد نور صاحبؒ

خطیب مسجد جامع قاسم علی خاں صاحب پشاور

آپ کا اسم گرامی محمد نور، والد کا نام صاحب نور تھا۔ آپ ضلع پشاور، تحصیل پشاور موضع تیراہی پایاں[۱] کے رہنے والے تھے۔ علاقہ پشاور کے علماء سے علم حاصل کیا۔ حضرت علامہ عصر مولانا مولوی اتمان زائی ملا صاحب بھی آپ کے اُستاد تھے۔ تقریباً ۱۸ برس کی عمر میں تدریس شروع کی۔ گردونواح کے علاقہ میں آپ کے درس تدریس کا کافی شہرہ ہُوا۔ پشاور شہر کے طلباء بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کتب درسیہ پڑھتے۔

پشاور شہر کی مرکزی جامع مسجد، مسجد قاسم علی خان میں امام اور خطیب مقرر کیے گئے۔ آپ نے وعظ و نصیحت کے ساتھ اسی مسجد میں فقہ، اصول، منطق، صرف، نحو اور علوم مروّجہ پڑھانے شروع کر دیے۔ حضرت علامہ سید حبیب شاہ صاحب آپ کے بلند پایہ شاگرد تھے جو کہ فقہ حنفی میں اپنے وقت کے فقیہ بے بدل تھے۔ آپ حدیث شریف کا درس بھی دیتے۔ عقاید حقہ اہل سنت و جماعت پر سختی سے عامل تھے اور ہر باطل عقیدہ

---

[۱] موضع تیراہی پایاں پشاور سے شمال کی طرف اڑھائی میل کے فاصلہ پر چغرمٹی سڑک پر واقع ہے۔

رکھنے والے کا انتہائی شدت سے ردّ فرماتے۔

آپ ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۵ء میں بعمر ۸۵ برس انتقال کیا۔ ۵۵ برس درس دیتے رہے۔ آپ کا بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں ہر شعبۂ علم کی کتابیں تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا خلیل الرحمان صاحب شہاب خیل کے پاس آپ کا کتب خانہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولٰنا مولوی خلیل الرحمان صاحب

شہاب خیل ——— پشاور

نام نامی خلیل الرحمان اور والد کا نام مولٰنا عبدالرحمان صاحب ہے۔ موضع شہاب[1] خیل تحصیل پشاور کے رہنے والے ہیں۔ یہ خاندان بہت پُرانا علماء کا گھرانہ ہے۔

مولٰنا عبدالرحمان صاحب

آپ نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد کی جگہ اپنے گاؤں کی مسجد کی امامت اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ تمام عمر صبر اور قناعت کے ساتھ اسی مسجد میں گزار دی۔ نہایت ہی متقی، منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے۔ ابتدائی کتابوں کی تدریس کرتے تھے۔ اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے علاقہ کے لوگ اب تک آپ کو انتہائی احترام اور عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۲۲ء کو انتقال کیا۔ آپ کی عمر ۷۰ برس کے قریب تھی۔

مولٰنا خلیل الرحمان صاحب

تقریباً ۱۹۱۵ء میں آپ پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ کا گھر علم و تقویٰ کا مرکز تھا اس لیے ابتداء ہی سے آپ نے دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد صوبہ سرحد کے بڑے بڑے اکابر علماء کی خدمت

---

[1] شہاب خیل، پشاور شہر سے بطرف مغرب کوہاٹ روڈ پر چار میل دُور دائیں ہاتھ واقع ہے۔

میں حاضر ہوکر علوم متداولہ پڑھے ۔جناب مفتی عبدالرحیم صاحب (جو رشتہ میں آپ کے خالو ہیں) سے صرف ونحو اور فقہ کی کتابیں پڑھیں ۔ جناب حضرت مولنا مولوی مفتی الدین صاحب المعروف "صاحب حق" صاحب رجڑ سے علم معانی، علم منطق اور فقہ کی آخری کتابوں کی تکمیل کی ۔ دیگر فنون کی کتابیں مولنا مولوی عبدالجلیل صاحب اتمان زئی سے پڑھیں۔ حدیث پڑھنے کے لیے دیو بند (بھارت) چلے گئے۔ تین برس تک دارالعلوم دیوبند میں قیام کیا ۔ مولنا اعزاز علی صاحب ، مولنا محمد رسول خان صاحب اور مولنا مولوی حسین احمد صاحب مدنی سے تعلیم دینی کی تکمیل کر کے سند حدیث حاصل کی ۔ وہاں سے واپس آکر پھر صاحبزادہ صاحب حق صاحب رجڑ (تحصیل چارسدہ) اور مولنا مولوی قطب الدین صاحب غور غشتوی سے علم ہیئت اور ریاضی کی تکمیل کی ۔

۱۹۳۲ء سے تدریس شروع کی ۔ اپنے گاؤں شہاب خیل اور تیراہ میں علوم معقول و منقول کی کتابیں پڑھاتے رہے ۔ پھر موضع ماشو خیل میں میاں صاحب کے مدرسہ میں دو سال تک مدرس رہے اور منتہی کتب پڑھاتے رہے ۔ دارالعلوم رحمانیہ تھکال پایان میں دو سال تک صدر مدرس رہے ۔ علوم متداولہ کے تمام علوم کی کتابیں پڑھاتے رہے ۔ کرم الجنبسی موضع سخی احمد شاہ کلی میں ۵ برس سے مقیم ہیں ۔ اس جگہ یعنی سخی احمد شاہ میں ایک دارالعلوم قایم کر رکھا ہے جس میں معقول اور منقول کی تمام کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اور آپ صدر مدرس ہیں ۔ دورۂ حدیث آپ کے سپرد ہے ، نیز فلسفۂ ہیئت اور ریاضی کا بھی آپ ہی درس دیتے ہیں ۔ آپ کے پاس وُہ طلبأ بھی پڑھنے آتے ہیں جو کہ مختلف دارالعلوم سے سندِ فراغت حاصل کر چکے ہوتے ہیں ۔ آپ کے پاس درسی کتب کا بہترین کتب خانہ ہے ، جس میں قلمی کتابیں بھی ہیں ۔ بعض کتابوں پر مقامی علمأ کے قلمی حواشی بھی ہیں ۔ آپ نہایت ہی سادہ طبیعت ، انتہائی با اخلاق ، حلیم ، متواضع اور مہمان نواز ہیں ۔ اس وقت آپکی عمر ۶۵ یا ۷۰ برس ہوگی ۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں : عزیز الرحمان ، صبیح الرحمان ، صاحبزادہ حنیف الرحمان ۔

حضرت شیخ دین محمدّ صاحبؒ

المعروف "شکر پورہ باباجی صاحب"

آپ موضع شکر پورہ[1] تحصیل پشاور کے ایک ہندو "گردیال" کے گھر ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے باپ نے آپ کا نام "ہری چند" رکھا۔

جب آپ پڑھنے کے قابل ہوئے تو باپ نے موضع تختی میں پرائمری مدرسہ میں داخل کر دیا۔ اس کے بعد آپ کو ہائی سکول میں داخل کیا گیا۔ بچپن سے ہی آپ کی طبیعت نیک اور آپ کے اخلاق پسندیدہ تھے بلکہ ترک کے زمانے میں آپ حضرت اخون پنجو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جاتے۔ آپ کی صالح طبیعت ہونے کا یہ اثر تھا کہ آپ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسلام کی چند ابتدائی کتابیں بھی مطالعہ کیں اور اپنے بعض دوستوں سے اظہار کیا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اسی ترک کی حالت میں حضرت اخون پنجو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت پر حاضر ہوا کرتے۔ چنانچہ آپ کو روحانی طور پر ایک دن حضرت اخون پنجو صاحب کے مزار سے حکم ہوا کہ آپ حضرت خواجہ نجم الدین صاحب المعروف "ہڈہ ملا صاحب" رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائیں وہ آپ کو مشرف بہ اسلام کریں گے، آپ اپنے ایک دوست محمد امیر کے ہمراہ "ہڈہ ملا صاحب" کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام

---

[1] موضع شکر پورہ پشاور سے شمال کی طرف چارسدہ روڈ پر دس میل کے فاصلہ پر دریائے شاہ عالم کے کنارے تپہ داؤدزئی میں واقع ہے۔

قبول کر لیا۔ حضرت ملّا صاحب نے آپ کا اسلامی نام "شیخ دین محمد" رکھا۔ آپ کو اپنا بیٹا بنایا۔ آپ کی تربیت کمال شفقت و محبت سے کی، آپ کو نماز، روزہ اور دیگر اوامرِ الٰہیہ کی تعلیم سے آراستہ فرما کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے راہِ سلوک پر گامزن کر دیا۔ حضرت شیخ صاحب شکر پورہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی ابتدائی کتابیں بھی حضرت ہڈہ ملّا صاحب سے ہی پڑھیں۔

آپ نے مرید ہونے کے بعد زہد و ریاضت کی زندگی اختیار کی۔ یادِ الٰہی کے چلّے کاٹے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے قریہ بہ قریہ پھرے۔ جب تک "جناب ہڈہ ملا صاحب" زندہ رہے، آپ ان کی ہم رکابی میں رہے۔ جہاد بالنفس کے ساتھ ساتھ اپنے مرشد ارشد کے ہمراہ جہاد بالسیف میں بھی ہر وقت پیش پیش رہے۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں "حضرت ہڈہ ملّا صاحب" نے علمِ جہاد بلند کیا اور انگریزوں کے مضبوط ترین قلعہ شبقدر پر حملہ کیا تو "حضرت شکر پورہ بابا صاحب" ایک مردِ مومن اور مجاہد کی طرح اس میں شریک تھے۔ یہی لڑائی سبحان خوار میں منتقل ہوئی۔ اس لڑائی میں شیخ صاحب شکر پورہ کو پیشانی پر گولی لگی۔ آپ زخمی ہو گئے۔

آپ اپنے شیخ کے ہمراہ پھر گنڈ گئے۔ آپ کا علاج کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرما دی تو حضرت خواجہ نجم الدین صاحب نے آپ کو ہر چہار سلاسل میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور ماذون بنا دیا۔ لنگر جاری کرنے کی ہدایت کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا حکم دیا۔

۱۹۱۶ء میں جب حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کرتے ہوئے شبقدر کے قلعہ پر حملہ کیا تو حضرت شیخ صاحب شکر پورہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی جوانمردی، عالی حوصلگی اور پورے جوش و خروش کے ساتھ اس جہاد میں حصہ لیا۔ اس لڑائی کے بعد آپ کو نظر بند کر دیا گیا اور آپ کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی لگا دی گئی۔

۱۹۳۵ء میں جب پھر حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرنگیوں کے خلاف جہاد کیا تو انگریزوں نے حضرت شیخ صاحب شکر پورہ پر گاؤں میں پولیس کی چوکی مقرر کر دی، تھانہ تختی سے سپاہی آپ پر متعین تھے

جب یہ جنگ ختم ہوئی تو آپ پر سے یہ چوکی بھی ختم کر دی گئی۔

جب بادشاہ کابل امیر عبدالرحمان کا انتقال ہوا اور امیر حبیب اللہ خاں بادشاہ بنا تو اس نے "جناب بڈہ ملا صاحب" کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ مہمندوں کے علاقہ موضع جڑوبی سے بلایا۔ حضرت شیخ صاحب شکرپورہ بھی آپ کے ہمراہ بمقام بڈہ تشریف لے گئے۔ اپنے پیرو مرشد کی وفات کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں میں تشریف لائے۔ پشاور کے علاقہ میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ علاقہ چھچھ ضلع کیمبلپور میں بغرض تبلیغ و اشاعت سلسلہ قائم کیا۔ پھر واپس شکرپورہ آکر لنگر جاری کر دیا۔ یاد الٰہی، ریاضت و مجاہدہ، زہد و تقویٰ، اتباع سنّت اور مجاہدانہ عزم کا کافی شہرہ ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے۔ تپہ خلیل، مہمند، داؤدزئی اور محمدزئی میں آپ نے تبلیغی مراکز قائم کئے۔ خلاف شریعت مروجہ رسم و رواج کا قلع قمع کیا۔ بیواؤں کے نکاح کرتے، چھوٹے بچوں کی سنتیں کرواتے۔ دن میں دس دس شادیاں صرف چند دانے کھجوروں پر کروائیں۔ لوگوں کو بُرے رسم و رواج پر ہزاروں روپے کے ناجائز خرچ سے بچاتے۔ ضعیف اور ٹوٹی پھوٹی شکستہ مساجد کی تعمیر کرواتے۔ اپنے مرشد ارشد کے لنگر کے لیے ہر سال چائے، چینی، بسترے اور دیگر سامان بھیجتے۔

آپ حرمین الشریفین کی زیارت سے دو بار مشرف ہوئے اور حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رہ کر دلائل الخیرات شریف کے چلّے کاٹے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو خاص عشق تھا اور خاص نسبت تھی جس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے، آنکھوں سے سیلاب کی طرح آنسو جاری ہو جاتے اور ایک خاص کیفیت آپ کو حاصل ہوتی۔ آپ مہینہ میں کم از کم دو بار ضرور حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لاتے۔ رمضان شریف میں ۲۵ سے ۲۷ تاریخ تک ختم قرآن بمعہ اپنے مریدین کے حضرت شیخ صاحب کے مزار پر ہی کرتے۔ آپ نے تپہ داؤدزئی میں چھ بڑی مسجدیں بنوائیں۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ جہاں بھی جاتے مسجد میں قیام کرتے چنانچہ ایک بار آپ موضع بنگرام تشریف لے گئے۔ جس مسجد میں آپ ٹھہرے وہ ٹوٹی پھوٹی تھی اور اس مسجد کے

مقابلہ میں ایک بہت اُونچی دھرمسال یعنی مندر تھا۔ آپ رو پڑے اور فرمایا کہ سچے خدا کا گھر تباہ حال پڑا ہو اور ہندوؤں اور سکھوں کے جھوٹے خداؤں کا مندر اتنا اُونچا اور عالیشان ہو۔ چنانچہ آپ نے ارادہ کر لیا کہ اس مسجد کو اس مندر کے مقابلہ میں تعمیر کروں گا۔ اس وقت آپ کی جیب میں صرف چھ پیسے تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت کی بدولت اس ٹوٹی پھوٹی مسجد کو ایک عالیشان مسجد میں تبدیل کیا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے انتہائی کوشش کی کہ یہ مسجد تعمیر نہ ہو فتنہ و فساد برپا کیا۔ حکومت انگریزی کی مدد سے مسجد کی تعمیر کو روکنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کا کوئی منصوبہ کامیاب نہ ہونے دیا اور ایک فقیر بے نوا کو کامیاب و کامگار کیا اور آخر کار آپ نے اپنے ایک مرید عمرے خان کو ماذون بنا کر اس مسجد میں مقرر کیا نیز لنگر بھی جاری کر دیا۔

آپ بڑے سخی، متواضع، ملنسار، صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف جمیلہ کے مالک تھے۔ سلسلۂ قادریہ کی اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ حضور غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی محبت اور عشق تھا۔ لنگر کی نسبت کسی وقت بھی اپنی طرف نہیں کرتے بلکہ فرماتے کہ "یہ غوث الثقلین کا لنگر ہے۔" سادات کا بڑا ہی ادب و احترام کرتے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات مجمع برکات و کرامات تھی۔ آپ کے لنگر سے سینکڑوں افراد پیٹ بھر کر کھانا کھاتے۔ مسافروں کو زادِ راہ ملتا۔ برہنہ افراد کو کپڑے مرحمت فرماتے مگر ظاہری طور پر آمدن کا کوئی ذریعہ نہ تھا، نہ کسی سے ہدیہ قبول فرماتے، نہ کسی کے گھر کا کھاتے۔ آپ کے تمام امور خداوند بزرگ و برتر کی خاص عنایت و بخشش سے سرانجام ہوتے۔ آپ کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر کسی شخص کے گھر پر نہیں گئے۔ سوائے مسجد کے آپ کا دوسرا کوئی گھر نہ تھا۔ شریعت مطہرہ کے مکمل و اکمل نمونہ اور مظہر تھے۔ آپ کی والدہ مشرکہ تھی مگر اس کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ وہ اکثر مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاتی اور آپ کو دیکھتی رہتی۔ آپ فرماتے کہ "مسلمان ہو جا۔" وہ جواب دیتی کہ "بیٹا تیری مسلمانی مجھ سے نہیں ہو سکتی اور ان مسلمانوں کی مسلمانی میں کرتی نہیں۔"

آپ سے بے حساب کرامات کا صدور ہوا اگرچہ آپ نہایت ہی احتیاط برتتے مگر آپ سے غیر ارادی طور پر کرامات اور کشوفات کا اظہار ہو ہی جاتا۔ چنانچہ آپ کا مرید ملک فضل احمد مرحوم زمیندار سکنہ محلہ بچہ توت بیان کرتا تھا کہ میں

ے باغ بیرون یکہ توت میں دوپہر کے وقت گیا۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ گرمی ہے سونے کے بعد ر نماز پڑھ لوں گا۔ جب میں نے سرہانے پر سر رکھا تو مجھے منہ پر کسی نے بہت ہی زور سے طمانچہ مارا، میں اُٹھا، ر اُدھر دوڑا مگر کوئی نہیں تھا۔ پھر میں لیٹ گیا تو پھر اسی طرح میرے مُنہ کے دُوسری طرف ایک تھپڑ لگا۔ میں ت پریشان ہُوا مارنے والا کا کچھ بھی پتہ نہ چلا۔ جمعہ کی رات کو میں تنکر پُورہ جایا کرتا تھا۔ جب میں جمعہ کی رات کو آپکی مت میں حاضر ہُوا تو میرا کان پکڑ کر فرمایا کہ ”سہری مونز پہ وخت کیُں“ یعنی آدمی نماز اپنے وقت پر ادا کرتا ہے۔

م الحروف کی موجودگی میں ایک دفعہ رمضان المبارک میں حضرت قطب زمان شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ستائیسویں رات کو ختم قرآن کے بعد تمام لوگوں کو روٹی اور دال کا لنگر تقسیم کیا۔ آپ کے مریدین نے عرض کیا کہ ضور اللہ کی مخلوق ہزاروں تک ہے اور صرف ۵۰ روٹیاں اور ایک دیگچہ دال مسور سے کیا بنے گا۔ آپ نے فرمایا کہ وث الثقلین کا لنگر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو پُورا کر دے گا۔ آپ لنگر تقسیم کرنے کی جگہ پر آئے اور اپنا رومال روٹیوں ڈال دیا۔ دال خود تقسیم کرنی شروع کر دی۔ ہر ایک فرد کو دو روٹیاں اور دال دیتے جاتے۔ یہاں تک کہ تمام گوں کو جن میں عورتیں، بچے، جوان، بُوڑھے سبھی لوگ تھے۔ لنگر لے کر سحری کی اور جب روٹیوں سے رومال اُٹھایا تو تقریباً ۱۵ روٹیاں ابھی باقی تھیں۔ غرضیکہ آپ سے اتنی کرامتیں واقع ہُوئی ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ستقبل کتاب بن جاتی ہے۔ آخری عمر میں اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ نماز بھی پڑھنے کے قابل نہ تھے مگر آپ کے جود میں یہ عجیب کیفیت دیکھی کہ جب جماعت کا وقت ہُوا تو دو آدمیوں نے آپ کو دونوں شانوں سے پکڑ کر ماز میں کھڑا کر دیا۔ بس پھر کیا تھا آپ کمال حوصلہ کے ساتھ قیام، سجدہ، قومہ، جلسہ وغیرہ ادا کرتے جیسے تندرست سان کرتا ہے مگر سلام پھیرنے کے بعد پھر وہی کمزوری عود کر آتی۔

آپ نے ایک غیر مسلم کو مسلمان کر کے طریقہ قادریہ میں مُرید کیا ہُوا تھا اور اس کی نہایت اچھے طریقہ پر بیت کی تھی اس کا اسلامی نام شیخ محمد حسین رکھا تھا۔ وفات سے پہلے تمام مُریدین کو جمع کر کے اپنا عمامہ مبارک شیخ کے سر پہ رکھا اس کو ماذون کیا اور تمام مریدین کو نصیحت فرمائی کہ میرے بعد اس کی عزّت اسی طرح کرنا جس طرح

کہ میری کرتے تھے اور فرمایا کہ مجھے اسی مسجد کے ایک کونے میں دفن کرنا، شریعت کی پابندی، ذکر الٰہی پر مداومت، اتباع سنت کی وصیتیں کرتے رہے اور کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے ۸ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ کو اس دنیا سے سفر اختیار کیا۔ ہر سال ۸ ذی الحجہ کو آپ کا عرس مبارک شریعت کی پابندی کے ساتھ منعقد کیا جاتا ہے اور آپ کے تمام مریدین و محبین جمع ہوتے ہیں۔ عرس کا تمام انتظام شیخ محمد حسین صاحب کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی متقی، پرہیزگار، متبع سنت اور پاکیزہ اخلاق کے مالک ہیں۔ لنگر بھی دیتے ہیں۔ اپنے پیرو مرشد کی طرح متوکل علی اللہ اور زہد و ریاضت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ پشاور میں بھی امام مسجد غز محلہ یکہ توت جناب مولانا شبیر محمد صاحب مدظلہ، جن کو حضرت شیخ صاحب شکرپورہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ ذی الحجہ کی تاریخوں میں آپ کا فاتحہ اپنے گھر پر کرتے ہیں۔

مولانا شبیر محمد صاحب کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا مولوی نور احمد صاحب یہ فاتحہ حسب سابق کرتے ہیں۔

جناب مولٰنا قاضی سمیع الحق صاحب

المعروف قاضی صاحب گڑھیؒ

آپ کا اسم گرامی سمیع الحق ، والد کا نام قاضی محمد غلام ، دادا کا نام قاضی محمد نور اللہ تھا۔ آپ کے جد امجد جناب حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب غزنی سے ہوتے ہوئے کابل وارد ہوئے اور پھر پشاور تشریف لائے اور موضع گڑھی میں قیام کیا۔ آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند جناب قاضی محب اللہ صاحب بھی تھے جو کہ قاضی محمد نور اللہ صاحب کے والد ہیں۔

قاضی رحمت اللہ صاحب جید عالم و فاضل ہونے کے علاوہ صاحب کرامت ولی اللہ بھی تھے۔ درس و تدریس سے فارغ ہو کر اوراد و اشغال میں مصروف رہتے۔ آپ کی یہ کرامت اب تک مشہور اور موجود ہے۔ موضع گڑھی سے دو فرلانگ پر آپ کے ہاتھ مبارک سے ایک کنواں نکلا جس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا۔ اس پانی میں نہا کر پھوڑے پھنسی حتیٰ کہ خنازیر کا مریض بھی شفایاب ہو جاتا ہے۔ یہ کنواں "قاضی صاحب کا کنواں" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے دعا کی تو اب تک بیمار لوگ (جن کو دانے نکلتے ہوں یا خنازیر وغیرہ ہو) اس کنویں پر نہاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو شفایاب کر دیتا ہے۔

ے موضع گڑھی، پشاور ضلع تحصیل نوشہرہ تھانہ پبی۔ علاقہ اکبرپورہ میں واقع ہے۔

قاضی محمد غلام صاحب | آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے ، علوم متداولہ کا مکمل درس دیتے ۔ سینکڑوں طلباء آپ کے ہاں قیام پذیر ہو کر فیضیاب ہوئے ۔ غزنی ، کابل اور ہرات تک کے طلباء آ کر آپ سے تحصیلِ علم کرتے ۔ آپ علمِ فقہ اور ریاضی میں علامۂ عصر تھے ۔ علم فقہ اور ریاضی کی بڑی بڑی کتابوں پر آپ کے حواشی موجود ہیں ۔ صاحب تحفۃ الاولیا ، جناب شمس العلماء قاضی میر احمد شاہ صاحب اکبر پوروی آپ کی تعریف ان الفاظ میں لکھتے ہیں : مخدوم الملک[1] و استاذ الکل ، فخر الاماجد والاماثل ، جامع فضائل و کمالات ، فاضل ہمہ دان ، علامۂ اوریٰ قاضی محمد غلام صاحب گڑھی ؏

"نرسد کس بہمہ دانی او
عقل اوّل نبود ثانی او"

آپ کا زہد اور تقویٰ بھی اپنی مثال آپ تھا ۔ صائم الدہر تھے ۔ تمام علاقہ میں آپ کا فتویٰ ہی قبول کیا جاتا تھا ۔

حضرت خواجہ نجم الدین صاحب المعروف " ہڈہ[2] مولانا صاحب " رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد تھے ۔ انہوں

---

[1] تحفۃ الاولیاء صت ۳۸

[2] آپ کا نام حضرت مولانا نجم الدین صاحب تھا ۔ آپ غزنی کے قریب ایک گاؤں "وادی شنیگر" (ہجویر) کے رہنے والے تھے ابتدائی تعلیم کے بعد غزنی ، کابل اور جلال آباد میں تعلیم کی تکمیل کی ، آخر میں جلال آباد کے قریب ہڈہ نامی گاؤں میں مستقل سکونت اختیار کی ۔ اور یہیں درس تدریس شروع کر دی ۔ چنانچہ آپ کے اس مشہور نام " ہڈہ ملا صاحب " نے آپ کے اصلی نام کی جگہ لے لی ، آپ بہت بڑے عالم فاضل اور ہمت و استقلال کا نمونہ تھے ۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حافظ عبد الغفور صاحب یعنی حضرات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہر چہار سلاسل میں بیعت تھے ۔ صاحبِ مجاز اور ماذون ہو کر آپ کے اکابر خلفاء سے ہوئے اور آپ کی بیعت میں (باقی صلا پر)

نے مسلسل گیارہ برس آپ کی خدمت میں رہ کر تمام درس نظامی کی تکمیل کی۔ حضرت ہڈہ مولنٰا صاحب آپ کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جناب قاضی محمد غلام صاحب ہڈہ تشریف لے گئے تو ہڈہ مولانا صاحب نے اپنے تمام مریدین کو بُلایا اور آپ کا استقبال اس طرح کیا کہ سَو کے قریب گائیں ذبح کیں اور اپنے استاد کو متعارف کروایا۔

حضرت علامہ اجل گجرگھڑی میاں صاحب بھی آپ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے بھی تکمیل علوم آپ سے ہی کیا۔ جناب مولنٰا مولوی محمد اسرائیل صاحب اور جناب مولنٰا مولوی عبدالجلیل صاحب ساکن طورو ضلع مردان بھی آپ کے شاگرد تھے۔ یہ حضرات بھی اپنے وقت کے بہت معروف و مشہور مدرس ہوئے ہیں۔ تمام علوم کا درس دیتے تھے اور ان کے سینکڑوں مدرس شاگرد ہیں۔ دولہ زئی مولنٰا صاحب خوگیانی بھی آپ کے شاگرد تھے۔

قاضی محمد غلام صاحب طلباء کے کھانے اور کپڑے کا انتظام بھی کرتے تھے۔ اپنی اولاد پر اتنی شفقت و محبت نہیں کرتے تھے جتنی کہ طلباء پر کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) نیز آپ کے بعد بھی جہاد بالسیف میں معروف رہے۔ اپنی تمام تر زندگی انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے گزاری۔ حضرت صوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جتنی جنگیں لڑیں ان سب میں لشکر اسلام کا علم آپ اٹھائے رکھتے تھے آپ نے سلسلہ عالیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کی اپنے مشائخ کی روش پر چلتے ہوئے خوب اشاعت کی۔ جس طرح روحانی فیضان سے اپنے تمام مریدین کو سیراب کیا کرتے اسی طرح علومِ اسلامیہ کی تعلیم و تدریس سے ہر ایک کو مالا مال کرتے تھے۔ آپ کے لنگر سے سینکڑوں کی تعداد میں اللہ کی مخلوق روزانہ سیر ہوتی۔ ہزارہا افراد نے آپ سے برکات حاصل کیں۔

حاجی صاحب ترنگزئی، چکنور ملا صاحب، تنخاک حضرت صاحب، "لگاؤ ملا صاحب، عالم گل صاحب شینوار، سرکانی میاں صاحب آپ کے تربیت یافتہ خلفائ تھے جن سے اسلام کو اس علاقہ میں سربلندی نصیب ہوئی۔ آپ کی وفات ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار "ہڈہ" میں ہی مرجع عوام و خواص ہے۔

"قاضی سمیع الحق صاحب المعروف" قاضی صاحب کڑوی":

قاضی صاحب نے بھی اپنے آبا و اجداد کی طرح درس نظامی کی تکمیل کی۔ اپنے والد گرامی سے اخذ علوم کرنے کے بعد پشاور شہر کے عالم اجل علامۂ عصر جناب حضرت مولنا مولوی میاں نصیر احمد[۱] صاحب المعروف " میاں صاحب قصہ خوانی " کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہرہ وافر حاصل کیا۔ مولنا شاکر اللہ[۲] صاحب ساکن اتمان زئی (چارسدہ) کے والد گرامی مرتبت سے علوم اخذ کیے۔ آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے آبائی گاؤں میں درس دینا شروع کر دیا۔ آپ کے درس میں کافی طلبا رہتے۔ درس تدریس کے علاوہ افتا، اور قضا کے فرائض بھی سرانجام دیتے۔ بیسیوں تنازعات اور جھگڑے روزانہ آپ کے سامنے پیش ہوتے اور آپ شریعت غرا کے مطابق فیصلے صادر فرماتے۔ اس تمام علاقہ میں آپ کے فتو ٰی کے مطابق روزہ اور عیدین ہوتی تھیں۔ آپ نے تمام عمر اپنے گاؤں میں درس دیا اور ہزاروں طلبا نے آپ سے علم پڑھا۔ سوات، دیر، چترال، باجوڑ، کابل، غزنی اور ہرات تک آپ کے شاگردوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ نیز صوبہ سرحد کا توبچہ بچہ آپ کے نام سے واقف ہے۔

آپ کے شاگردوں میں مشہور علما، حسب ذیل ہیں؛

قاضی عبدالغنی صاحب بھٹی کوٹ، سریخ مولنا صاحب، مولوی برکت شاہ صاحب ڈاگ اسماعیل خیل، مولنا عبدالقیوم میاں صاحب ساکن مذکور، شارح میاں صاحب، علامہ عبدالمالک میاں صاحب سکنہ ڈاگ اسماعیل خیل، جناب کاکا صاحب ساکن لنڈی کوتل اور جناب مولنا قاضی سیف الرحمان صاحب آپ کے فرزند رشید۔ جناب محمد زمان صاحب ساکن بانڈہ ملاحان بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کی ساری زندگی تبلیغ اسلام، درس، افتار اور قضا میں گزری۔ بسا اوقات عقاید باطلہ رکھنے والوں کے ساتھ مباحثے اور مناظرے کرتے۔ آپ ہی کی ہمت، استقلال، استقامت اور مسکت دلائل کی بنا پر اس

---

[۱] ان کے حالات تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اوّل میں دیکھیے۔

[۲] مولنا شاکر اللہ صاحب، مولنا محمد اسرائیل صاحب ساکن اتمان زئی کے والد ہیں۔

ہ علاقہ میں کوئی گمراہ بدعقیدہ نہ پنپ سکا۔ اس علاقہ سے آپ نے خصوصاً قادیانیوں کا قلع قمع کیا۔ آپ کی گوئی سے ہر بدعقیدہ شخص لرزہ براندام رہتا تھا۔ کسی بڑے سے بڑے خان، نواب یا حاکم وقت کی پروا نہیں رتے تھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرماتے۔ آپ کی اسی حق گوئی کی بدولت امرا باوجود اس کے کہ آپ ان کو ہر وقت غیر شرعی امور کے کرنے پر ٹوکتے رہتے۔ آپ کو انتہائی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

آپ طریقت میں سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک تھے۔ اپنے اوراد و اشغال کے پابند تھے۔ اولیاء کرام کا بہت ہی ادب کرتے۔ حضرت مجاہد عظیم شیخ الاسلام والمسلمین عبدالغفور صاحب اخند سوات باباجی صاحبؒ اور پشاور میں قطب وقت جناب حضرت آغا سید سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کمال درجے کی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت مجاہد کبیر صوبہ سرحد کے سردار جناب فضل واحد صاحب المعروف حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف اکثر جہاد میں شریک ہوئے جس کی پاداش میں انگریزوں نے آپ کو ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء تک پشاور جیل میں قید رکھا۔ انگریز دشمنی آپ کی طبیعت میں رچی ہوئی تھی۔ تحریک خدائی خدمت گار میں نہایت ہی تن دہی اور گرم جوشی سے حصہ لیا۔ یہاں تک کہ جذبۂ آزادئ وطن میں سرشار ہو کر کچھ عرصہ درس بھی نہ دیا مگر جس وقت خان عبدالغفار خان نے کانگریس کے ساتھ الحاق کیا تو آپ ان سے الگ ہو گئے اور درس تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ہندوؤں کے ساتھ اس الحاق کا آپ کو بہت سخت صدمہ تھا۔

آپ عقائد میں خالص حنفی سنّی تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کے مقلّد تھے اور تمام فتاویٰ اسی فقہ پر صادر فرماتے۔ غیر مقلدین کے بہت ہی سخت خلاف تھے اور شدت کے ساتھ ان کا ردّ فرماتے۔ تقریباً ۶۰ برس قرآن، حدیث، فقہ، اصول، منطق، الہیات، ریاضی، قرأت، تجوید، نظم اور فلسفہ وغیرہ علوم کے درس دینے کے بعد یہ آفتابِ علم ۱۹۳۸ء میں غروب ہو گیا۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں لوگ شامل ہوئے۔ آپ کے اپنے آبائی قبرستان موضع گڑھی میں ہزارہا عوام کے علاوہ سینکڑوں علماء نے آپ کو دفن کیا۔

قاضی سیف الرحمان صاحب :۔ ——— قاضی سمیع الحق صاحب کے فرزند رشید ہیں۔

آپ نے اپنے والد سے ابتدائی کتابیں پڑھ کر اتمان زئی علاقہ چارسدہ میں حضرت مولانا شاکر اللہ صاحب اور دبحڑ علاقہ چارسدہ کے مشہور و معروف عالم و بزرگ حضرت صاحبزادہ مزین الدین صاحب المعروف "صاحبِ حق دبحڑ" سے تحصیلِ علوم کیا۔ یہاں پر حصولِ علم کے بعد آپ ۱۲ برس تک ہندوستان میں تحصیل علم کرتے رہے اور درس بھی دیتے رہے۔ علی گڑھ میں حضرت مولانا مولوی محمد امان[1] اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۵ برس تک قیام کر کے ریاضی اور الٰہیات کی تکمیل کی۔ نیز علامہ بشیر احمد صاحب سے بھی اخذِ علم کیا۔ میرٹھ میں مولانا مولوی عبدالسلام قندھاری سے حکمت و فلسفہ پڑھا۔ حضرت مولانا عبدالجمیل صاحب طوروی ان دنوں مدراس میں مقیم تھے۔ ان کے پاس حاضر ہو کر فقہ اور علم کلام پڑھا۔ بدایوں میں مولانا مولوی محمد[2] مشتاق احمد صاحب سے دارالعلوم سنیہ میں تمام درس نظامی پڑھا۔ متھرا علاقہ دوآبہ کے علامۂ عصر مولانا مولوی غلام ربانی صاحب محدث سے بھی حدیث کی سند حاصل کی موضع گدر ضلع مردان میں حضرت مجاہد کبیر حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دارالعلوم بنایا تھا اس میں محدث جلیل حضرت محمد شاہ رسول صاحب حدیث کا درس دیتے تھے۔ آپ نے ان سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ آپ کے پاس حدیث کی تین سندات ہیں۔ آپ نے چودہ علم بتمامہ حاصل کیے۔ آپ نے علی گڈھ، مدراس، بدایوں اور میرٹھ میں درس بھی دیا۔ ۱۲ برس ہندوستان میں گزار کر واپس تشریف لائے۔ کابل، باغ عمرق، کوہ دامان، ڈھیری ممین خان، بانڈہ ملاحان، ننگرھار، افغانستان میں خوگیانی کے مقام پر اور اپنے آبائی گاؤں گڑدی میں درس نظامی کا درس پڑھاتے رہے۔ آپ کے شاگردوں کا سلسلہ کاشتفار کابل، ننگرھار، سوات، دیر، چترال اور صوبہ سرحد کے ہر علاقہ تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ بھی والد کی طرح تمام علاقہ کے قاضی اور مفتی ہیں۔ روزہ اور عیدین آپ کے کہنے پر ہی کیے جاتے ہیں۔ تمام علاقہ کے شرعی فیصلے آپ ہی کرتے ہیں اور اکثر تنازعات کے فیصلے شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق کرتے ہیں۔

---

[1] مولانائے موصوف مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علیگڈھی کے بھائی تھے۔

[2] مولانائے موصوف حضرت مولانا ابوالحامد صاحب بدایونی کے بڑے بھائی تھے۔

عقاید حقہ اہل سنت و جماعت پر سختی سے عملدرآمد کرواتے۔ فقہ حنفی کے متشدد مقلد ہیں۔ مجھے بتایا کہ عقاید کے بارے میں ہی خالص حنفی سُنّی مُسلمان ہُوں۔ مذاہب اربعہ میں حق کو منحصر سمجھتا ہُوں، جو اس کو نہ سمجھے اُسے گمراہ سمجھتا ہُوں۔"

آپ علمائے دیو بند کے بعض عقاید سے متفق نہیں ہیں بلکہ انکار بھی کرتے ہیں۔ آپ اعلیٰحضرت مولنا احمد رضا صاحب بریلوی سے بھی ملے ہیں اور اُن سے بعض مسائل پر گفتگو بھی کی ہے۔ آپ کے پاس اپنا ذاتی کتب خانہ ہے جس میں ہر فن کی کتاب موجود ہے۔ کم و بیش ایک ہزار کتابیں ہوں گی۔ اکثر کتابوں پر آپ کے والد قاضی محمد غلام صاحب اور والد صاحب کے حواشی بھی موجود ہیں۔

آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا "حصول علم کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور مرید ہُوا۔ پھر آپ نے مجھے اپنا خلیفہ اور ماذون بنایا۔" امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ باطل فرقوں سے بحث و مناظرہ کرتے ہیں اور انہیں بفضلہٖ تعالیٰ ہمیشہ نیچا دکھاتے ہیں۔

جس طرح امور مذہب حقہ میں سرگرم عمل ہیں اسی طرح سیاسیات میں بھی سرگرم عمل رہے۔ حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آپ اکثر جاتے اور ان کی معیت میں جہاد میں شامل ہوتے۔ اپنے علاقہ میں آپ کا کافی اثر و رسوخ تھا اس لیے انگریزوں کو آپ کی ذات سے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ ایک بار حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہو کر جب آپ واپس آئے تو آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور تین سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ آپ نے خندہ پیشانی سے اس سزا کو قبول کیا۔

خان عبد الغفار خان صاحب نے آزادی وطن کے لیے جب خدائی خدمت گار کی تحریک شروع کی تو آپ ان کے پاس گئے اور جب تسلّی ہو گئی کہ اسلام اور وطن کے لیے یہ لڑائی لڑی جائے گی تو آپ اس میں شامل ہو گئے اور ایک سرگرم مجاہد کی طرح سرگرم عمل رہے اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا مگر خدائی خدمتگار

تحریک کو جب کانگریس میں مدغم کیا گیا تو آپ معہ اپنے رفقاء علمائے کرام کے اس جماعت سے الگ ہو گئے اور "جمعیۃ العلماء احناف صوبہ سرحد" کی ایک مذہبی تنظیم قائم کی غرضیکہ آپ کی زندگی تبلیغ اسلام، درس تدریس، افتاء، قضاء، اور مسلسل جد وجہد میں گزری۔ آپ کی وفات ۲۸، رمضان ۱۳۸۶ھ میں ہوئی۔

مولٰنا مولوی غلام محمد صاحب قریشی

(پشاور چھاؤنی)

آپ کا اسم گرامی مولوی غلام محمد صاحب والد کا نام مولوی غلام احمد صاحب اور دادا کا نام مولوی غلام حبیب صاحب تھا، آپ جون ۱۸۶۱ء میں پشاور محلّہ ساربانان علاقہ گاڑی خانہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے آبا و اجداد سلطان محمود غزنوی کے دورِ حکومت میں پشاور آئے۔ پشاور سے ملتان اور ہندوستان سے حضرو علاقہ چھچھ میں قیام کر لیا۔ آپ کے دادا مرحوم مولٰنا مولوی غلام حبیب صاحب، سلطان محمد خان درانی کے دَورِ اقتدار میں پشاور آئے اور محلّہ ساربانان میں ایک مسجد تعمیر کی۔ تادمِ مرگ اسی مسجد میں درس تدریس کرتے رہے، آپ کے والد محترم جناب مولوی غلام احمد صاحب نے ایک مکان تعمیر کرایا۔ آپ نے بھی اسی طرح درس کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی محلہ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

مولٰنا مولوی غلام محمد قریشی مرحوم نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، مگر والد صاحب کی زندگی میں علمی ترقی نہ کر سکے تو والد کے انتقال کے بعد اہل محلّہ نے مولوی سید حسین شاہ صاحب کو مسجد کا امام بنا دیا۔ آپ کو یہ بات بڑی ہی ناگوار خاطر ہوئی اور آپ تحصیلِ علم کے لیے ہندوستان چلے گئے۔ ۱۸۸۰ء سے لے کر ۱۹۰۴ء تک مسلسل طلب علم کے لیے ہندوستان کے شہر شہر گھومے۔ بقول محترم

مولا بخش صاحب[1] ایک مرتبہ آپ سے آپ کے اساتذہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، آغا پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والے میرے ساتھ پڑھتے رہے ہیں، جو ان کے اُستاد تھے وہی میرے بھی استاد تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بادشاہ گل صاحب کے والد (جناب مہربان علی شاہ صاحب) اکوڑہ خٹک والے طلب علم میں میرے ہم سفر رہے ہیں اور میرے ساتھ ایک ہی جگہ طالب علم بھی رہے ہیں۔" آپ حضرو میں بھی مختلف علمائے کے پاس اس سفر کے دوران قیام پذیر رہے۔ جب آپ علوم ظاہری سے مکمل طور پر فارغ ہو گئے تو پھر باطنی علوم کے حصول کے لیے باغدرہ[2] تشریف لے گئے۔ اور جناب خواجہ عبدالرحیم صاحب باغدری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید ہوئے۔ آپ پر اپنے مرشد انتہائی مہربان تھے اور آپ کو عزّت و تعظیم کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ مریدین کو بھی ہدایت فرماتے کہ" ان کا نہایت ہی احترام کرنا"۔ بقول جناب مولا بخش صاحب قریشی" آپ کو اعلیحضرت پیر صاحب نے ایک دستار فضیلت اور عصا عطا فرمایا تھا۔ عصا تو اب بھی میرے پاس موجود ہے اور وہ دستار مبارک آپ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں کی مرضی سے مولوی فضل محمود صاحب (ساکن بھانہ ماڑی) لو دی گئی اور آپ کے مرشد ارشد نے تمام مریدین کو فرما دیا تھا کہ مولوی غلام محمد صاحب میرے بعد میری جگہ خلیفہ ہوں گے مگر مولنٰنا صاحب اپنے شیخ کا اتنا ادب واحترام کرتے اور فرماتے" چونکہ میرے مرشد ارشد کے صاحبزادے بالغ اور کامل و اکمل ہیں۔ اس لیے اُن کی موجودگی میں کسی کو مُرید نہیں کرتا۔ اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق آپ نے مٹہ مغل خیل ڈھیری شبقدر تحصیل پشاور میں قیام کر کے درس تدریس اور تبلیغ شروع کی۔ آپ کے وعظ و نصیحت سے اتنا اثر ہوا کہ اس علاقہ کے لوگوں میں جو دیرینہ عداوتیں اور دشمنیاں تھیں وہ سب ختم ہو گئیں اور وہی دشمن آپس میں شیر و شکر کی طرح زندگی بسر کرنے لگے۔ مٹہ مغل خیل سے چل کر آپ پشاور اپنے آبائی مکان میں آ گئے۔ پشاور میں آپ مختلف مقامات پر درس دیتے، خصوصاً سبزی منڈی بازار پشاور میں حاجی جانی صاحب مرحوم

---

[1] مولا بخش صاحب ولد کریم بخش صاحب ولد مولنٰنا مولوی غلام محمد صاحب مرحوم

[2] باغدرہ، گندگر پہاڑ ضلع ہزارہ میں واقع ہے۔

...روش کی دکان پر کافی حضرات آپ سے مستفید ہوتے۔ ایک عرصہ تک قصہ خوانی بازار میں مسجد کرم شاہ مرحوم ...بھی درس دیا۔ درس کے دوران انتہائی مستعدی فرماتے۔ مشہور مجاہد اسلام حضرت حاجی صاحب ترنگزئی، ...سرحد مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب اور مولانا مولوی عبدالرحیم پوپلزئی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اکثر ملتے ...یعت حقہ کے مختلف مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو فرماتے۔

آپ پشاور چھاؤنی میں کلب کی مسجد میں وصال تک رہے۔ اس مسجد کے متصل ایک کوارٹر آپ کو ملا تھا ...پ کا مدرسہ تھا۔ دُور دُور سے طلباء آپ کے پاس آتے اور مختلف علوم پڑھتے۔

آپ کے شاگردوں میں ویسے تو بہت ہی صاحبانِ علم گزرے ہیں مگر بعض حضرات نے کافی شہرت پائی۔ ...مولوی فضل الرحمٰن صاحب جن کا ذکر تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد جلد اوّل میں ہو چکا ہے، دُوسرے مولانا مولوی ...خان صاحب تھے۔ ایک دفعہ آپ موضع تہکال بالا تحصیل پشاور ایک مباحثہ میں مدعو کیے گئے۔ تمام ...پ علماء سے بحث مباحثہ کرتے اور تمام رات وعظ و نصیحت فرماتے، چند دن اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن ...ک بوڑھا شخص ایک شادی شدہ بدمعاش جس کی عمر ۲۵ برس کی تھی، پکڑ کر لے آیا اور کہا کہ میرا لڑکا ہے، ہیں ...ور تمام گاؤں والے اس کی بدمعاشی سے تنگ ہیں۔ اس کے ان کرتوتوں کو دیکھ کر میں نے اس کی شادی کروادی ...شاید یہ سنبھل جائے مگر تین بچے ہونے کے باوجود یہ اسی طرح ہے۔ مولانا صاحب یہ سُن کر آبدیدہ ہو گئے اور ...کر اس بدمعاش کو گلے لگایا اور اس کے مُنہ میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا۔ محمد عمر آپ کے پاؤں پر گر گیا اور ...عرض کرنے لگا کہ مجھے اپنے پاس رکھیں اور دین کا علم پڑھائیں، میں اپنے اعمالِ بد سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے ...کو ۱۵ برس کے اندر مکمل عالم و فاضل بنا دیا وہ تمام عمر آپ کے پاس رہا۔ آپ کے وصال کے بعد کراچی گیا اور ...جامع مسجد میں خطیب اور امام بنا۔ سات برس تک امامت و خطابت کے فرائض انجام دیے۔ بیمار ہو کر ...۱۹۶ء میں تشریف لائے اور ان کا انتقال ہو گیا۔

شرف بی بی یہ آپ کی شاگردہ ہشتنگری دروازہ کے قریب رہتی ہے۔ نہایت ہی نیک، عابدہ،

زاہدہ خاتون ہیں۔ اس نے ۹ برس میں آپ سے تکمیل کی، اس وقت صاحبِ درس ہیں۔ پشاور شہر کی لڑکیوں کو آپ نے زیورِ تعلیم دینی سے آراستہ کیا ہے۔ آپ چار حج کر چکی ہیں۔

مولٰنا صاحب کی زندگی انتہائی سادہ تھی، بالکل سادہ لباس یعنی کھدر کے سفید کپڑے، سفید چادر، سفید ٹوپی پر مختصر سا عمامہ اور گرمی سردی چھتری اپنے پاس رکھتے۔ نہایت ہی با اخلاق، فہمیدہ اور متواضع خصائل کے مالک تھے۔ خلاف شرع امور پر نہایت ہی تند مزاجی سے پیش آتے۔ علماء اور سادات کے بڑے قدردان تھے

مرض الموت میں فوجی اسپتال میں داخل تھے کہ ایک روز اپنے چھوٹے لڑکے رحیم بخش صاحب کو فرمایا کہ مجھے گھر لے چلو، اب میرا وقت پورا ہو چکا ہے، آپ کو گھر لایا گیا تو صبح کے چار بجے اللہ ہو، اللہ ہو کا ورد آپ نے شروع کر دیا۔ اسی ورد کے دوران آپ ۱۹۵۰ء میں واصلِ بحق ہوئے۔

آپ کے دو۲ بیٹے اور تین۳ بیٹیاں تھیں۔ بڑے بیٹے مستری کریم بخش کچہری دروازہ کے باہر سائیکلوں کا کاروبار کرتے ہیں اور دوسرے بیٹے رحیم بخش ۱۹۶۲ء میں فوت ہوئے۔

مولٰنا مولوی شاہ صنم صاحب

المعروف خادم احمد المشہور "مولوی صاحب سویٹری زئی پایاںؒ"

آپ کا اسم گرامی شاہ صنم، والد کا نام فتح محمد صاحب تھا۔ موضع سوئیری زئی پایاں تحصیل پشاور کے رہنے ے تھے۔ افغان پختون تھے۔ علماء اور مدارس اسلامیہ میں آپ خادم احمد کے نام سے مشہور ہُوئے۔ سرحد کے وام وخواص آپ کو "سویٹری زئی مولٰنا صاحب" کے نام سے پُکارتے ہیں۔

اس وقت آپ کے گاؤں میں مولٰنا مولوی عبدالحنان صاحب (جو کہ "اصولی مولٰنا صاحب" کے ے مشہور تھے) کی بڑی شہرت تھی۔ آپ کے والد نے ان کے پاس ابتدائی کتابوں میں شاملِ درس کروا دیا۔ حو اور اصول کی کتابیں آپ نے ان سے پڑھیں۔ "لالہ کالا مولوی" سے صرف ونحو کی تکمیل کی۔ حکمت، فلسفہ اور نطق "رام کشن[۲] مولوی صاحب" سے پڑھا۔ آپ کے دور میں کابل میں چاردیہ مولٰنا صاحب کے علم اور درس کو ڑی اہمیت اور وقعت حاصل تھی۔ آپ ان کے درس میں تشریف لے گئے۔ علم معقول اور منقول کی تکمیل کر کے پس ہُوئے۔ مگر ابھی علم کی پیاس بُجھی نہیں تھی۔ آپ چند دن گاؤں ٹھہر کر ہندوستان گئے۔ دہلی فتح پوری کے ار العلوم میں داخل ہُوئے۔ وہاں سے دار العلوم مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے۔ اس وقت مولٰنا

ـ موضع سوئیری زئی پایاں پشاور کے مشرق کی طرف موضع ہزارخوانی سے ایک میل پر واقع ہے پشاور سے کوئی ۲½ میل ہوگا۔

ـ رام کشن ایک گاؤں ہے جس کے نام سے آپ کو موسوم کیا جاتا ہے۔

مولوی خلیل احمد صاحب دار العلوم کے صدر مدرس تھے۔ چنانچہ باقاعدہ ۱۳۲۱ھ میں مولٰنا مولوی خلیل احمد، مولٰنا مولوی عنایت الٰہی صاحب، مولٰنا مولوی کفیل اللہ صاحب، مولٰنا مولوی محمد یحییٰ صاحب، مولٰنا مولوی عبداللطیف سے درس نظامی کی فراغت کی سند تکمیل حاصل کر کے واپس گاؤں لوٹے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو پشاور شہر کے مشہور تاجر اور علم دوست حافظ کریم بخش صاحب سیٹھی کو پتہ چلا۔ جناب سیٹھی صاحب نے آپ کو دار العلوم جٹان میں صدر مدرّس مقرر کیا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء تک آپ نے مدرسہ جٹان میں علوم معقول و منقول کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۹۲۱ء میں گاؤں کے اکابرین کے مجبور کرنے پر "مسجد میاں گان" میں درس دینا شروع کر دیا۔ آپ کے درس میں ہر وقت پچاس کے قریب فارغ التحصیل علماً آپ سے علم اخذ کرتے۔ ان طلباً کے طعام و لباس اور رہائش کا انتظام بھی آپ خود کرتے۔ افغانستان، بخارا، ہرات، صوبہ سرحد اور پنجاب کے علماء اور طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم مروّجہ کی تکمیل کرتے، سرحد یا افغانستان میں کوئی شہر یا گاؤں ایسا نہیں جس میں آپ کا شاگرد نہ ہو۔ تمام عمر درس تدریس میں وقت گزارا۔ سرحد میں تمام دینی مسائل آپ حل فرماتے اور جتنے بھی شرعی فیصلے ہوتے آپ کرتے۔ ان فیصلوں میں عموماً آپ کے ہمعصر علما حضرت مولٰنا مولوی قاضی صاحب بڈھنی صفی اللہ صاحب، مولٰنا مولوی منہاج صاحب شیخان، مولٰنا مولوی مفتی عظیم اللہ صاحب (ارمڑ میانہ)، مولٰنا مولوی اکبر شاہ صاحب بھانہ ماڑی بھی ہوتے۔ فِرَقِ باطلہ کے ساتھ جو مناظرہ بھی آپ نے کیا آپ غالب آئے۔

مشائخ میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف ثانی سے انتہائی دوستانہ مراسم تھے۔ پیر صاحب اکثر آپ ہی کے ساتھ دینی مسائل میں مشورے کرتے۔

ضلع پشاور کے مشہور و معروف علماء جناب حضرت مولٰنا مولوی حبیب شاہ صاحبؒ، مولٰنا مولوی نظام الدین صاحب المعروف ہرات مولٰنا صاحب، مولٰنا مولوی عبدالواحد صاحب سوڑیری زئی میانہ اور پیر صاحب ثانی مانکی کے فرزند جناب پیر عبدالرؤف صاحب آپ ہی کے شاگرد تھے۔ ۱۳۲ء میں بیت اللہ شریف کی زیارت کی۔

...نہائی صاحب اخلاق حمیدہ وخصائل پاکیزہ کے مالک تھے۔ مہمان نواز، متواضع، ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔ آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے تین صاحبزادے محمد فاضل، محب اللہ، حبیب اللہ ہوئے اور تینوں نابالغ ہی فوت ہو گئے۔ دوسری شادی پھر کی تو اس سے جناب مولٰنا مولوی صاحب حق فضل اللہ صاحب پیدا ہوئے جو کہ بقید حیات ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۴۶ برس ہے۔ یکم جنوری ۱۹۲۱ء کو تولد ہوئے۔ انہوں نے تمام علوم درسیہ اپنے والد سے پڑھے اور درسی کتابوں کا درس بھی دیا۔ نہایت ہی متین، سنجیدہ، فہمیدہ اور سخن فہم ہیں۔ والد کی طرح مہمان نواز، متواضع اور انتہائی منکسر المزاج ہیں۔ اپنے والد کی مسجد میں امام ہیں۔ تمام علاقہ کے لوگ آپ کو بہت ہی احترام ومحبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ دیہاتوں میں اکثر جھگڑوں کے فیصلے آپ کرتے ہیں۔

جناب مولٰنا مولوی شاہ صنم صاحب المعروف سوئیری زئی مولٰنا صاحب المشہور خادم احمد صاحب ۷۰ برس کی عمر میں ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۵۱ء اپنے گاؤں میں وفات پائی۔

جناب حاجی محمد امین صاحب (جو کہ پشتو کے اچھے نعت گو شاعر تھے) نے تاریخ وفات لکھی:

چوں مولوی شاہ صنم عزم فنا گرفت — صد درد وغم بفرقت دار فنا گرفت

یارب بروح پاکش کن فضل وجود واحسان — از خاطر محمد سردار انس وہم جان

بر بہشت وبست روز ماہ ربیع الاوّل — بدایں وصال بحق از فضل حق مکمل

سہ صد ہزار وہفتاد از ہجرت حبیب — بہ از بنا وصالت کن از کرم نصیب

حضرت اخون شہباز صاحب

(موضع طوری ملک بندیلکھنڈ)

آپ کا اسم گرامی شہباز صاحب تھا، قلندر اور سدا سہاگ لقب تھے۔ بقول صاحب تاریخ آئینہ تصوف ۲۰ ماہ جمادی الآخر ۹۳۳ھ میں بروز سہ شنبہ وقت قبل از عصر موضع طوری ملک بندیلکھنڈ میں آپ پیدا ہوئے تھے۔ ہندوستان میں تعلیم کی غرض سے پھرتے رہے۔ آخر حیدرآباد سندھ میں حصول علم کے بعد متمکن ہوئے اور تدریس شروع کردی۔ علم کی دنیا میں آپ کو کافی شہرہ حاصل ہوا۔ حضرت اخون حبیب صاحب دوران سفر حیدرآباد سندھ پہنچے تو جناب اخون شہباز صاحب بھی آپ کی ملاقات کے لیے آئے۔ پہلی ملاقات ہی میں آپ حضرت شیخ حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض اور اخلاق حمیدہ سے فیضیاب ہوئے اور مرید ہوکر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد و اشغال میں مصروف ہوگئے۔ اپنے شیخ کی صحبت اختیار کرلی۔ جناب محمد حسن صاحب فرماتے ہیں کہ "۹ ربیع الاول ۱۰۹۲ھ میں بروز پنجشنبہ وقت اشراق حضرت اخون حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حیدرآباد میں سند خلافت پائی۔"

تمام اوقات اپنے شیخ کی معیت میں لگے رہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت و ترویج میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ کابل، قندھار، غزنی، ہرات تک کے سفر کیے اور ہزاروں مرید کیے۔

۱۰۹۳ھ یا ۱۰۹۴ھ میں وفات پائی۔

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ آپ کی قبر حضرت شیخ حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کی طرف مغرب میں واقع ہے۔

آپ کے سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت اخون مومنؒ آپ کے خلیفۂ اکبر تھے۔

حضرت شاہ قبول اولیاؒ رحمۃ اللہ علیہ

(پشاور شہر)

آپ کے والدگرامی کا نام بقول صاحب چراغ معرفت " شاہ عبداللہ " تھا اور والدۂ محترمہ جناب سید بدرالدین گیلانی کی صاحبزادی " بی بی فضل " تھیں[1]۔ آپ کے خاندان کے متعلق مولوی عبدالرؤف صاحب رافت تحریر کرتے ہیں: " اسی پاک ملک (عرب) کے ایک گوشہ میں " تلنجا " نام کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو حضرت شاہ قبول رحمۃ اللہ علیہ کے آبا و اجداد کی پیدائش کا مقام ہے، حضرت سید شاہ قبول رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حضرت سلطان الاولیا، جناب غوث الثقلین سے ملتا ہے۔ سید شاہ قبول حضرت سید عبدالرزاق کی اولاد میں سے ہیں[2]۔

ہوش سنبھالنے کے بعد آپ کو والد گرامی نے علومِ درسیہ کے حصول کے لیے مقامی علماء کے پاس بھیجا۔ آپ نے ظاہری تعلیم سے فراغت حاصل کر کے تہذیب نفس اور تزکیہ کی طرف پوری توجہ مبذول کی اور والد کو عرض کیا کہ اب مجھے سفر کی اجازت دی جائے تاکہ میں معرفت الٰہی کو حاصل کروں۔ بقول صاحب "چراغ معرفت" والد صاحب نے فرمایا: " فرزند عزیز! میں بڑی خوشی کے ساتھ تجھے جانے کی اجازت دیتا ہوں "۔ اور دعا فرمائی " تجھے اللہ تعالیٰ

---

[1] صد ۱۲ از مولانا صاحبزادہ عبدالرؤف صاحب رافت منشی فاضل مولوی فاضل، مطبوعہ منظور عام پریس پشاور۔ افسوس ہے کہ مصنف کتاب نے مکمل شجرۂ نسب اس مقام پر نہیں لکھا۔ فافہم۔ [2] صد ۱۲ چراغِ معرفت۔

دعا کرتا ہوں۔ وہی تجھے اپنے نیک مقصد میں کامیاب کرے[۱]" آپ وہاں سے رخصت ہو کر منازلِ سفر طے کرتے ہوئے کراچی کی بندرگاہ پر اُترے۔ اس وقت کراچی ماہی گیروں کی ایک بستی تھی۔ آپ سندھ کے علاقہ میں اللہ کے نیک بندوں کو تلاش کرنے کے لیے پھرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ فرد جناب شاہ عنایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر ۱۱۲۳ھ میں بیعت ہوئے[۲]۔ بیعت ہوتے ہی مرشد نے آپ کو ریاضت و مجاہدات میں مصروف کر دیا۔ آپ کے ذمہ لنگر خانے کا پانی بھرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ ۱۲ برس تک آپ اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں مصروفِ خدمت رہے۔ ۱۲ برس کے بعد مرشد نے خلافت سے سرفراز کیا۔ اپنی دستار مبارک اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی اور اپنا عصا عنایت فرما کر فرمایا کہ " شاہ قبول میرے خلیفہ ہیں۔" اور حکم دیا کہ سابق ہندوستان کے شمال مغرب کی طرف جائیے۔" آپ نے مرشد کی اجازت سے شمال مغرب کی طرف سفر اختیار کیا۔ آپ سب سے پہلے کشمیر گئے۔ کشمیر سے نکل کر آپ تمام ہزارہ کا سفر کرتے ہوئے ضلع ہزارہ تحصیل ہری پور موضع کوکلیسا کے قریب ایک غار میں (جس کو وہ لوگ "بھورہ" کہتے ہیں) ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ صاحب چراغ معرفت لکھتے ہیں: " سیّد شاہ قبول کی چلّہ کشی کی برکت سے اس غار کو) یہ بزرگی نصیب ہوئی کہ مخلوقِ خدا اس کو " بھورہ شریف " کے باعزّت نام سے یاد کرتی ہے[۳] — آپ نے کافی سے زیادہ عرصہ اس جگہ عبادت و ریاضت میں بسر کیا اور تزکیۂ نفس کے ذریعہ روحانی مدارج طے کئے۔ وہاں سے چل کر دریائے اٹک کے کنارے چند دن قیام کیا۔ اسی مقام پہ ایک مشرک دیوان چند آپ کی تبلیغی مساعی سے مسلمان ہوا۔ پہلے اس کا نام واتا دیوان اور پھر سعدی رکھا گیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر آپ پشاور پہنچے۔ بقول رافت صاحب آپ ۱۱۴۷ھ میں وارد پشاور ہوئے اور محلہ ڈبگراں[۴] میں سکونت اختیار کی جہاں آپ کا مزار ہے۔

پشاور شہر میں آپ نے سلسلۂ ارشاد شروع کر دیا۔ تبلیغ دین اسلام، تعلیم، اخلاقِ حسنہ، ذکرِ الٰہی،

---

۱ صفحہ ۱ ۲ صفحہ ۲ ۳ صفحہ ۲ چراغ معرفت صفحہ ۴۳

تزکیۂ نفوس، زہد وعبادت اور رافت وشفقت آپ کی تعلیمات کے اصل الاصول تھے۔ ہر وقت آپ کے گرد لوگوں کا جمگھٹ رہتا اور آپ مرشد کے بتائے ہُوئے ارشادات کے پہنچانے میں منہمک رہتے ــــ دُور دراز سے لوگ سفر کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیضیاب ہوتے اور واپس اپنے مقامات پر صاحب ارشادات ہوکر مخلوقاتِ خدا کو سیراب کرتے۔ بھٹوار کے علاقہ میں "سکھو" کے مقام پر آپ کے مُرید وخلیفہ نومسلم جناب داتا دیوان اور جناب عبدالسلام صاحب باغنستان ہزارہ[1] میں بہت مشہور بزرگ ہُوئے ہیں۔ جنہوں نے اس تمام علاقہ میں تبلیغ اسلام کی اہم خدمت سرانجام دی۔ آپ کی کرامات بکثرت ہیں جن کا تذکرہ جناب رافت صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ آپ کی وفات ۸۰ برس کی عمر میں ۱۱۸۱ھ میں واقع ہُوئی اور جس محلہ میں آپ سکونت اختیار کیے ہُوئے تھے، وہیں دفن کیے گئے۔ ہر برس جناب سیّد محمد علی شاہ صاحب، سیّد مزمل شاہ صاحب، سیّد قاسم علی شاہ صاحب، سیّد حسن علی شاہ صاحب اور سیّد علی شاہ صاحب آپ کے عُرس کا اہتمام مئی کے مہینے میں کرتے ہیں جو کہ مسلسل تین دن تک رہتا ہے۔ ان تقاریب پر علماء کرام وعظ فرماتے ہیں۔ نعت خوانی ہوتی ہے۔ سیرت اولیاء بیان کی جاتی ہے اور قوالی کا بندوبست ہوتا ہے۔ ختم شریف اور قل شریف پر اختتام ہوتا ہے۔

---

[1] ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ کے شمال مشرق کا قبائلی علاقہ ہے۔

حضرت شاہ اخون صدیق صاحبؒ

آپ کا اسم شریف اخون صدیق صاحب ہے۔ ۱۰۵۹ھ میں بروز دوشنبہ شہر گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ صاحب علم و عمل تھے۔ بقول "تاریخ آئینہ تصوف" ۲۳ شوال ۱۰۹۰ھ بروز جمعہ آپ کو حضرت اخون رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملی۔ خلافت کے حصول کے بعد اپنے مرشد کے طریقہ پر گامزن ہو کر سلسلہ نقشبندیہ کی نشر و اشاعت کی۔ دیہاتوں میں پھر کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہے۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ درس و تدریس اور خدمتِ خلق کرتے۔ لنگر جاری کیا جس سے سینکڑوں افراد کھانا کھاتے۔ بڑے مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔

۱۷ ماہ صفر ۱۱۸۹ھ میں بروز چہار شنبہ فوت ہوئے۔

ـــه تاریخ آئینہ تصوف

حضرت محدّث جلیل مولٰنا عبدالقادر صاحبؒ

سرکی گیٹ پشاور

آپ کا اسم شریف حافظ عبدالقادر، والد کا نام حافظ میاں محمّد صاحب اور دادا کا نام امیر بہادر خاں تھا۔ آپ کے جدِ اعلیٰ علاقہ یوسف زئی کے رہنے والے تھے۔ وہ وہاں سے کابل گئے اور پھر کابل سے واپس پشاور آکر قیام کیا۔ امیر بہادر صاحب پشاور میں چند ہی دن رہے تھے کہ انتقال کر گئے۔ مولٰنائے موصوف کے والد حافظ میاں محمّد صاحب اور ان کے ہم عصر میاں غلام صمدانی صاحب علومِ دینیہ سے خوب بہرہ ور تھے۔ مولٰنا عبدالقادر صاحب ۱۲۷۰ھ میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے زیرِ سایہ ابتدائی دینی تعلیم کے مراحل طے کیے۔ صرف ایک برس میں قرآن مجید حفظ کیا۔ دینی علم کا شوق آپ میں انتہائی تھا۔ اسی لیے آپ نے پنجاب اور ہندوستان کے علماء کی طرف رجوع کیا۔ اس طویل سفر میں انتہائی محنت اور عسرت کی زندگی بسر کی اور علمِ حدیث کے حصول میں کامیاب و کامگار ہو کر "حافظ الحدیث" کے معزّزترین کے لقب سے ملقّب ہوئے۔

اہل قرآن (چکڑالوی) کے مشہور عالم قاضی محمد عیسیٰ (ڈیرہ اسماعیل خانی) سے قرآن مجید کے ترجمہ وغیرہ کا علم پڑھا۔ پشاور شہر کے جناب کالا ملّا صاحب سے فقہ کی تکمیل کی اور حافظ محمد رمضان[1] صاحب پشاوری

---

[1] حافظ صاحب کے حالات الگ لکھے گئے ہیں۔

اہل حدیث سے علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ علومِ مروجہ کے حصول کے بعد درس تدریس میں مصروف ہو گئے۔

۱۹۱۲ء میں پشاور کے مشہور حکیم جناب مفتی محمد ابراہیم صاحب نے اپنے مکان میں "مدرسہ تعلیم القرآن والسنۃ" قائم کیا۔ اس میں آپ صحاح ستہ اور ترجمہ قرآن مجید کے پڑھانے پر مامور ہوئے اور یہ کام فی سبیل اللہ محض رضائے الٰہی کے لیے کرتے۔ علاوہ حدیث و قرآن کے صرف، نحو اور فقہ کا درس بھی دیتے۔

کوچہ گل بادشاہ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علاقہ جہانگیر پورہ میں جناب انور شاہ صاحب پولیٹیکل ایجنٹ کے مکان پر وسیع پیمانہ پر درس دیا۔ اس درس میں پشاور کے معزز افراد میں شامل ہوتے جن کی تعداد بسا اوقات سو تک پہنچ جاتی تھی۔

ہندوستان کے اکثر اہل حدیث طلبائے آپ سے استفادہ کیا۔ یہاں تک کہ یوپی کے علمائے بھی آپ سے درس لیا۔

کابل، غزنی، ہرات، قندھار، وزیرستان، تیراہ، سوات، باجوڑ اور سرحد کے ہزارہا افراد نے آپ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔

۱۹۴۲ء تک اسی مدرسہ میں مصروف رہے اور پھر اپنے گھر پر اور مسجد اہل حدیث آسیا میں درس دیتے رہے۔

جس طرح اہل حدیث آپ کی قدر و منزلت کرتے اسی طرح اہل طریقت مشائخ حضرات بھی آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے۔ چنانچہ حضرت قطب العالم الحاج آقا سید سکندر شاہ صاحب قادری چشتی سجادہ نشین پشاوری ہر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد آپ کو مدعو کرتے اور مغرب کی نماز کے بعد رخصت کرتے۔ ان اوقات میں آپ احادیث بیان فرماتے۔

حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت آقا سید تجمل حسین صاحب چشتی قادری نے آپ ہی سے حدیث، تفسیر اور صرف و نحو کی تکمیل کی۔

ؔ دیکھیے تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول

آپ نے مدت مدید تک مسجد اہل حدیث سرآسیا پشاور میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ مسلکاً اہل حدیث ہونے کے باوجود کبھی بھی نزاعی مسائل میں نہیں اُلجھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک شہری آپ کو عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ میرے استاذ محترم حضرت علامہ مولنا حافظ علی احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ " مولنا عبد القادر صاحب نے صحاح کی ہر ایک حدیث میں اپنا گھر بنایا ہُوا ہے۔

مولنا مولوی عبد الرؤف صاحب داربنگوی نے تمام علوم آپ سے پڑھے اور آپ نے ان کو اسی مدرسہ "تعلیم القرآن والسنۃ" کا صدر مدرس مقرر کیا نیز مسجد اہل حدیث کے خطیب اور امام بھی بنے۔

آپ نہایت ہی متقی، پرہیزگار، منکسر المزاج، متوکل علی اللہ، صابر، قانع اور مستغنی تھے۔ آپ نے امراء اور حکامِ وقت کا کبھی کوئی تحفہ یا وظیفہ قبول نہیں کیا حالانکہ آپ کی اس مخلصانہ خدمت کو دیکھ کر اکثر ایسی پیشکشیں کی گئیں، مگر آپ نے ان کو ٹھکرا دیا۔

"تلاوتِ قرآن مجید اور شب بیداری آپکے روزمرہ کے اشغال تھے۔ آپ کے فرزند جناب فضل الرحمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس وقت آپ کی فوتیدگی کا وقت آیا تو آپ نے اس وقت بھی تلاوت قرآن کی منزل کو ختم کیا اور اسی طرح غسل کے وقت تک آپ کی ڈاڑھی کے بال حرکت کرتے رہے گویا آپ تلاوت کر رہے ہیں اور تمام دیکھنے والے حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

تمام عمر درویشانہ زندگی گزار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کی خدمت کرنے والے علم معقول ومنقول کے جامع ۱۰۵ برس کی عمر میں بروز دوشنبہ ۲۹۔ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ بمطابق ۲۴۔ جنوری ۱۹۵۵ء کو فوت ہوئے۔

آپ کے دو شاگرد حافظ عبد الرحمان اور حافظ عبد اللہ صاحبان آپ سے علم حدیث پڑھ کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کی فوتیدگی کے آٹھویں دن وہاں سے خط لکھا کہ حرم شریف کے امام نے اعلان عام کر کے حرم شریف میں آپ کی نماز غائبانہ ادا کی۔ حالانکہ بقول آپ کے فرزند کے ان کو کسی نے مطلع نہیں کیا تھا۔

جناب مولٰنا عبد القادر صاحب

(ساکن تیراہی پایاں)

آپ کا اسم گرامی جناب مولوی عبد القادر صاحب ، والد کا نام جناب محمد امین صاحب تھا۔ آپ ۱۸۸۵ء میں تیراہی پایاں میں پیدا ہوئے۔

تیراہی پایاں میں اخونزادہ مولٰنا مولوی علی احمد صاحب مرحوم سے دینی تعلیم شروع کر دی۔ آپ سے فقہ اور اصول فقہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ریگیؔ میں مولوی مدثر صاحب کی خدمت میں پہنچے اور نظم، منطق، تفسیر، حدیث، الٰہیات اور دیگر علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرکے اپنے گاؤں میں درس دینا شروع کر دیا۔ اپنے علاقہ میں آپ نظم پڑھانے میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ دور دور سے طلباء نظم پڑھنے کے لیے آپ کے پاس آتے۔ فقہ، اصول فقہ، منطق اور دوسرے علوم کا بھی درس دیتے۔

جناب حضرت ابو برکات عبد الحق صاحب المعروف ثانی صاحب مانکی شریف سے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں مرید تھے۔ اکثر مباحث اور مناظروں میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بھیجتے جس میں اکثر آپ کو فتح نصیب ہوتی۔ مختلف علاقوں کے طلباء آپ کے حلقۂ تلمذ میں شامل تھے۔ تقریباً چالیس برس تک علوم متداولہ کا

ؔ موضع ریگی تحصیل پشاور میں یونیورسٹی سے شمال مغرب میں ۳ میل پر واقع ہے۔

درس دیا۔ آپ کے شاگرد اس وقت بھی صاحب درس ہیں۔ مولنا مولوی عبدالقیوم صاحب میرم زئی بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

مولنا مولوی محمد صاحب مولنا مولوی عبدالقادر صاحب کے فرزند ہیں۔ ۱۹۰۸ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور شہر میں امام مسجد سیٹھیاں جناب مولانا مولوی مفتی عبدالرحیم صاحب بازارکلاں سے تکمیل کی۔ حضرت ابوالبرکات عبدالحق صاحب المعروف ثانی صاحب مانکی شریف سے بھی آپ نے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں اور سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت بھی کی۔ ۱۹۳۲ء میں مزید تعلیم کے لیے ہندوستان تشریف لے گئے۔ دہلی میں دارالعلوم حسینیہ میں داخل ہوئے اس وقت مولنا مولوی محمد یحیٰی صاحب وہاں شیخ الحدیث تھے۔ تین برس کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ نہایت بااخلاق، مہمان نواز، متواضع، متبع سنت اور اپنے عقاید کے بہت ہی پکے ہیں۔ موجودہ وقت کے مفتنوں سے ہروقت برسرپیکار رہتے ہیں۔

اس وقت آپ کی عمر ۶۰ برس ہے۔ واپس پشاور تشریف لاکر درس تدریس میں مصروف ہو گئے۔

علّامہ مولٰنا عبدالقہارؒ

۱۲۹۶ھ ـــــــــــ ۱۳۵۹ھ

آپ آٹھ پشت سے عالمِ دین تھے۔ والد کا نام مولٰنا جباب شاہؒ تھا جو افغان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ خاندان سادات سے تھیں۔ والد اور والدہ ہر دو علوم اسلامی سے بہرہ یاب تھے۔

آپ موضع لنڈیواہ تحصیل لکی مروت میں پیدا ہوئے۔ اس لیئے "مولٰنا مروت" کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "چراغِ محمد" تھا جس کا مجموعہ بحساب ابجد ۱۲۹۶ بنتا ہے۔ آپ کے تین بھائی مولٰنا عبدالوہاب، مولٰنا محمد لباب شاہ اور مولانا محمد اجاب شاہ بھی نامور اور بلند پایہ عالم تھے۔

ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد اور والدہ سے حاصل کی۔ کوہاٹ کے ایک ماہر خوشنویس سے فن کتابت میں کمال حاصل کیا اور اعلیٰ خوشنویس بنے۔ طالب علمی کا زمانہ زیادہ تر ضلع مردان اور غورغشتی میں گزارا۔ جہاں مولٰنا عبدالوہاب اور مولٰنا محمد لباب شاہ بھی آپ کے ہم سبق رہے۔ منطق و معانی کی کتابیں گڑھی کپورہ کے ایسوز و ملّا صاحب سے پڑھیں۔ یعقوبی تحصیل صوابی کے مولانا صاحب حق سے اور غورغشتی کے علامہ نصیر الدین صاحب کے برادر بزرگ مولٰنا گل کاکا سے منطق کی آخری کتابوں کی تکمیل کی۔ گڑھی دولت زئی ضلع مردان کے مولانا غازی الدین کا کا عرف اصولی ملّا صاحب سے اصول تفسیر،

اصول حدیث اور اصول فقہ میں استفادہ کیا۔ ڈھیری میاں گان متصل صوابی کے مولنا سیّد حسین شاہ میاں صاحب سے معانی کی کتابیں پڑھیں۔

آپ کا اصل وطن تحصیل صوابی ضلع مردان تھا۔ آبا و اجداد عالمِ دین ہونے کے علاوہ ہمیشہ جہاد میں حصّہ لیتے رہے۔ آپ کے دادا نے سیّد احمد بریلویؒ کے ہمراہ سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ والد حضرت سیّد امیر عرف کوٹہ ملّا صاحب کے دست راست تھے جنہوں نے مولنا نجم الدین ہڈہ ملّاؒ کے ہمراہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف فتوے دیئے۔ بعد میں جب انگریزوں کی حکومت مضبوط ہوگئی تو انگریزوں کے حامی بعض پیشواؤں نے ان کے خلاف شورش پھیلائی۔ ان کو "ہڈہ وال" وغیرہ ناموں سے مشہور کر کے طرح طرح سے بدنام کرنا چاہا۔ اس وجہ سے مولنا جناب شاہ صاحبؒ کو لنڈیواہ علاقہ مروت کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔

مولنا عبدالقہار کی دستار بندی ۲۴ برس کی عمر میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ مسجد بازار نوشہرہ کلاں کے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ جہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ علوم عقلی و نقلی ہر دو کے متبحر عالم تھے۔ جو شخص ایک دفعہ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتا آخر دم تک درس سے الگ ہونا گوارا نہیں کرتا تھا۔ دقیق سے دقیق مسائل کا حل آپ جس فصاحت و بلاغت سے کرتے اس کی مثال ملنی مشکل تھی۔

آپ از حد خوش شکل، خوش لباس اور خوش اخلاق تھے۔ ظرافت اور خوش طبعی آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دشمن بھی سامنے آجاتا تو جان نثار دوست بن جاتا تھا۔ طلباء آپ کی تقریر سننے کے لیے سراپا توجہ رہتے تھے۔ اگر کوئی طالب علم کسی وجہ سے درس سے الگ ہو جاتا تو جلد ہی واپس آکر کہتا کہ جو لطف سبق پڑھنے میں یہاں حاصل ہوتا ہے وہ اور کہیں ملنا مشکل ہے۔

ایک طرف اگر مولنا کی شہرت اور ہر دلعزیزی چاروں طرف ہوگئی تو دوسری طرف ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جو آپ کے ساتھ بغض و حسد میں ایک دوسرے سے آگے تھے۔ ایک روز آپ مسجد پراچگان میں

عشاء کی نماز کے بعد درس دے کر اپنے گھر روانہ ہوئے۔ اندھیرا ہو گیا تھا۔ گھر بھی مسجد سے دور تھا۔ جب آپ نے دہلیز پر قدم رکھا تو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ آپ ٹھہر گئے۔ دو ناواقف آدمی آئے اور آتے ہی آپ کے پاؤں پڑے۔ وہ میلے کچیلے کپڑے پہنے سادہ زمیندار معلوم ہوتے تھے۔ نہایت عاجزی سے معافی کے خواستگار رہے۔ آپ نے انکو کہا کہ آخر آپ کس بات کی معافی مانگ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ پہلے معافی کا وعدہ کریں اسکے بعد ہم بتائیں گے۔ جب انہیں معافی دی گئی تو کہنے لگے کہ فلاں صاحب نے ہمیں بتایا کہ جو شخص مولانا مروت صاحب کو قتل کرے گا وہ جنّت میں جائے گا لیکن ہم نے جب آپ کی تقریر اور وعظ سُنا تو ہم سمجھ گئے کہ ہمارے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے اور ہم نے کہا کہ ایسے بڑے عالم کو قتل کر کے ہم جنّت تو کیا دوزخ کے مستحق ہو جائیں گے اب ہماری توبہ ہے۔ آئندہ تحقیق کیے بغیر ہم کبھی ایسے ارادہ پر تیار نہیں ہوں گے۔ مولاناؒ نے ان کو وعظ و نصیحت کی اور وہ خوشی خوشی رخصت ہو گئے۔ اگلے روز آپ نے درس میں یہ واقعہ سنایا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ راہِ راست پر لائے جو سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کر کے ایک بے گناہ انسان کے قتل پر آمادہ کرتے ہیں۔

آپ بہت ذہین تھے۔ علماء کے ساتھ باتیں کرتے تو علم و فضل کے موتی بکھیرتے تھے۔ عوام کے ساتھ سادہ اور عام فہم الفاظ میں گفتگو کرتے تھے۔ عمر رسیدہ لوگوں کے ساتھ سنجیدہ کلام کرتے اور بچّوں کے ساتھ نہایت پیار اور محبّت سے بولتے تھے۔ کسی بڑے اجلاس میں تقریر کرتے تو فصاحت و بلاغت کا عالم یہ ہوتا کہ عوام و خواص سب ہی ہمہ تن گوش ہوتے اور بہت متاثر ہوتے تھے۔ کبھی آپ ایسی باتیں کرتے کہ سننے والے رونے لگ جاتے اور کبھی ظرافت و خوش مزاجی سے انہیں ہنسانے لگ جاتے تھے۔

آپ کے درس میں سوات، باجوڑ، کوہستان، بنّوں، وزیرستان کے علاوہ کابل و قندھار، تاشقند، سمرقند اور بخارا تک کے تشنہ گان علم کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ آپ اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ فارسی اور عربی میں بھی روانی سے تقریر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چند سالوں میں آپ کے تبحرِ علمی کی شہرت

ہند و پاکستان اور قبائلی علاقہ جات کے دُور دراز کونوں تک پہنچ گئی۔ آپ شرعی مقدمات کے فیصلے کرنے کے لیے تحصیل نوشہرہ کے قاضی مقرر کیے گئے اور جمعیتہ العلماء کے صدر منتخب ہوئے۔ شرعی مسائل میں آپ سے فتوے طلب کیے جاتے تھے۔ نامور علماء جیسے علاّمہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فقہی مسائل میں بیشتر آپ سے مشورے حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ کئی سال تک جمعیتہ العلماء ہند کے مجلس عاملہ کے رُکن رہے اور جمعیتہ کے صدر ہونے کا فخر حاصل کیا۔

۱۹۲۴ء میں راجپال نامی ایک دریدہ دہن ہندو نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی اور "رنگیلا رسول" نامی بدنام زمانہ کتاب شائع کی۔ اس پر ملک بھر میں ہندومسلم بائیکاٹ کی ایک عالمگیر تحریک شروع ہوئی۔ مولانا نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا محمد علی جوہرؒ صوبہ سرحد تشریف لائے۔ اہالیانِ پشاور نے آپ کا شاہانہ استقبال کیا اور نمک منڈی میں ایک عظیم الشان اجلاس کا انتظام ہوا۔ مولانا عبد القہارؒ کو بھی تقریر کرنے کی دعوت دی گئی چنانچہ مولانا محمد علیؒ نے اردو میں اور مولانا عبد القہارؒ نے پشتو میں معرکۃ الآرا تقاریر کیں اور مسلمانانِ سرحد کو ہندوؤں کے ہتھکنڈوں سے یوں آگاہ کیا کہ برسوں تک ان کی آواز کانوں میں گونجتی رہی۔

مولانا عبد القہارؒ کا مسلک تھا کہ بغیر تحقیق کے کسی مدعی اسلام پر یونہی بلاوجہ کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے۔

جب ۱۹۳۱ء میں علاّمہ عنایت اللہ خاں مشرقی کی قیادت میں خاکسار تحریک شروع ہوئی تو ملک بھر کے نیشنلسٹ علماء کی مخالفت کے باوجود مولانا نے اس تحریک کی حمایت کی۔ چونکہ یہ ایک عسکری تحریک تھی جس کا مقصد مسلمانانِ برصغیر کو جہاد اور اطاعت امیر جیسے اہم فرائض کے لیے تیار کرنا تھا۔ اس وجہ سے مولاناؒ نے اسے مسلمانانِ ہندوپاک کے لیے مفید بلکہ ضروری ٹھہرایا اور صوبہ سرحد کے غیور اور مجاہد افغانوں میں اس تحریک کو خوب ہر دلعزیز بنایا۔

آپ نے اپنی زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے وقف کی تھی۔ ضلع پشاور میں آپ وہ

پے عالم تھے جو اُس زمانہ میں نمازِ جمعہ سے پہلے عام فہم پشتو زبان میں تقریر کیا کرتے تھے جس کے سننے کے لیے دُور دُور سے مسجد پراچگان میں لوگ آیا کرتے تھے۔ محلہ پراچگان کے فیاض اور مہمان نواز باشندے چائے اور شربت سے مہمانوں کی تواضع کیا کرتے تھے اور دن بھر مسجد میں ذکر و اذکار کے علاوہ چہل پہل رہتی تھی۔ شام کی نماز کے بعد تو روزانہ درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رہتا تھا، جس میں سینکڑوں آدمی شریک ہو کر فیضیاب ہوتے تھے۔ یہ وُہ زمانہ تھا جب کہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے اور ترجمہ کا رواج ملک میں بالکل نہ تھا۔ مولانا مرحوم کی دُور رس نگاہ نے اس کمی کو محسوس کر لیا تھا۔ یہ انہی کی برکت ہے کہ مسجد بازار کے لواحقین بالخصوص اور نوشہرہ کے باشندگان بالعموم قرآن کے مضامین سے کافی حد تک خبردار ہو گئے تھے۔

آپ نے قادیانیت کے خلاف ملک بھر میں جہاد کیا۔ جگہ جگہ مباحثے کیے اور اس فرقہ کے غلط عقاید کا مکمل طور پر استیصال کیا۔

بعض حضرات تشہد کے وقت اشارہ بالسبابہ کو حرام کہتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شخص نماز میں اشارہ کرتا اس کی انگلی کاٹنے تک کے فتوے دیے گئے تھے۔ مولانا ؒ نے ثابت کیا کہ اشارہ بالسبابہ احادیث سے ثابت ہے اور استحباب کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ قضاء عمری کا رواج بہت عام تھا۔ مولاناؒ نے زوردار دلائل سے ثابت کیا کہ قضاء عمری کی بنیاد ضعیف احادیث پر قائم ہے جو بیشتر وضعی ہیں۔ آپ شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی کتاب کا حوالہ دے کر فرماتے تھے کہ یمن کے شہر صنعاء کے منافقین نے قضاء عمری کی حدیث اس لیے گھڑ لی تھی کہ مسلمانوں میں نماز پنجگانہ کی طرف سے غفلت اور لاپروائی پیدا ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ علاقہ بھر میں قضاء عمری پڑھنے کا رواج جلد ہی ختم ہُوا۔

افغانستان میں جب انگریزوں کے ایماء پر شاہ امان اللہ خاں والئِ کابل کے خلاف شورش پھیل گئی اور ایک ڈاکو بچہ سقہ کابل کے تخت پر بیٹھا تو سابق سرحد و پنجاب کے مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ اس لیے شاہ امان اللہ خاں کی حمایت کے لیے ۲۲ نامور رہنماؤں اور علماء کرام کا وفد افغانستان

جانے کے لیے تیار ہوا۔ مولانا مروت رح کے علاوہ سردار عبدالرب نشتر مرحوم بھی اس میں شامل تھے۔ بچہ سقہ کی حکومت کے ہاتھوں ان سرکردہ حضرات پر سخت مصیبتیں گزریں لیکن آخر کار بچہ سقہ کا تختہ الٹ گیا اور شاہ نادر شاہ نے زمامِ حکومت سنبھال لی۔

سابق صوبہ سرحد میں حکومت انگلشیہ کے زمانہ میں مروجہ قانون کے مطابق وراثت میں عورتوں کو محروم کیا جاتا تھا۔ قانون ساز اسمبلی میں سر صاحبزادہ عبدالقیوم خاں نے ۱۹۳۵ء میں شریعت بل پاس کیا جس کی رُو سے اسلامی شریعت کے مطابق عمل کرنے کی سفارش کی گئی تھی اور مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی وراثت میں شرعی حصہ کا حقدار تجویز کیا گیا۔ علاقہ کے خوانین اور عوام نے اس کی سخت مخالفت کی کیونکہ پٹھانوں کے رواج کے مطابق عورتیں وراثت کی حقدار نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ مولانا مروت رح نے اس بل کو کامیاب بنانے کے لیے بہت زور لگایا۔ جگہ جگہ تقاریر کیں۔ علماء کے وفد ملک کے مختلف گوشوں میں بھیجے۔ آخر کار بل پاس ہوا اور اسے قانون کا درجہ دیا گیا۔

آپ کئی سال تک مدرسہ اسلامیہ طور قل بائے پشاور شہر اور مدرسہ انجمن تعلیم القرآن نوشہرہ کلاں میں صدر مدرس کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ آخر ۱۹۴۰ء میں آپ کی صحت خراب ہو گئی اور ۱۱ شعبان ۱۳۵۹ھ بروز جمعہ مطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۴۰ء کو ۶۳ سال کی عمر میں آپ جاں بحق ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت باباجی صاحب اکوڑہ شریف سید مہربان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادا کی۔ جنازہ میں ہزاروں لوگ شریک تھے۔

آپ کے شاگردوں کا سلسلہ چاروں طرف مغربی پاکستان، قبائلی علاقہ جات اور افغانستان میں پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ۔

۲۔ مولانا عبدالرقیب قاضی صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ۔

۳۔ مولانا میاں عبداللہ شاہ صاحب آف مازارہ۔

۴۔ مولانا قاضی عبدالحلیم اثرؔ افغانی سالارزئی باجوڑ۔

۵۔ مولانا عبدالقیوم صاحب عربی مدرس نوشہرہ۔

۶۔ مولانا عبدالحکیم صاحب دوڑ نوشہرہ صدر۔

۷۔ مولانا عبدالغفور صاحب طورڈھیر۔

۸۔ مولانا سربلند خان صاحب نوے کلے۔صوابی۔

۹۔ مولانا حکیم یار محمد خان صاحب مردان موٹر سروس۔مردان۔

۱۰۔ مولانا عبدالحق صاحب ملازئی۔ تحصیل ٹانک۔

۱۱۔ مولانا حکیم شفیق الرحمٰن صاحب تخت بھائی۔

۱۲۔ مولانا نذر محمد صاحب تخت بھائی۔

۱۳۔ مولانا غلام سرور صاحب سورانی۔بنوں۔

۱۴۔ مولانا گل پایان صاحب بڑا۔ بنوں۔

۱۵۔ مولانا قاضی عبدالحئی صاحب۔ بٹ خیلہ۔

۱۶۔ مولانا عبدالحکیم صاحب نوے کلے۔ بینگورہ سوات۔

۱۷۔ مولانا قاضی قمرالدین صاحب مسجد دربار چکدرہ۔ دیر۔

۱۸۔ مولانا شیر زمان خان صاحب خٹک چک ۱۱ خانیوال۔

۱۹۔ مولانا سعداللہ میاں صاحب کاکاخیل ساول ڈھیر۔

۲۰۔ مولانا علی اکبر میاں صاحب گرہ حمزہ خاں۔

۲۱۔ مولانا محمد اکرم میاں صاحب گرہ حمزہ خاں۔

۲۲۔ مولانا محمد اکرم خاں صاحب خٹک، والئ کاکا صاحبؒ۔

۲۳۔ مولنا رحمت شاہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء بائیزئی۔

۲۴۔ مولنا میر اکبر خاں صاحب خٹک ڈاگ اسماعیل خیل۔

آپ کے دو فرزند ہیں: ایک مولنا عبدالحیٔ ایم۔ اے پروفیسر دینیات گورنمنٹ کالج مردان، جنہوں نے علوم اسلامی کی تکمیل اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ کی۔ آپ نے مغربی علوم کے علاوہ جامعہ پنجاب سے اسلامی علوم کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔

دوسرے فرزند مولنا شمس الوہاب سرحدی ہیں۔ انہوں نے بھی دینی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ کوٹ جونگڑہ تخت بھائی میں سکونت ہے۔ اچھے زمیندار ہیں۔ ۱۹۶۴ء کے انتخابات میں یونین کونسل کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔

حضرت حافظ قاری میاں عبداللہ صاحب غازی

المعروف پھنڈو باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب میاں عبداللہ صاحب غازی، موصل (عرب) کے رہنے والے تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم وہیں حاصل کی۔ بشارت غیبی پاکر آپ ہندوستان ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے۔ ہندوستان میں پہنچ کر مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف جہاد میں شرکت کی۔ اسی لیے آپ کو غازی بھی کہتے ہیں۔

آپ قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے۔ تمام عمر سفر و حضر میں قرآن پاک کے حفظ کا درس دیتے اور قرأت پڑھاتے رہے جہاں سینکڑوں شاگرد آپ کے پاس ہوتے۔ پشاور میں آپ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تشریف لائے اور پشاور سے ۳ میل مشرق کی طرف ایک مسجد بنوا کر حفظ قرآن اور قرأت کا درس شروع کر دیا۔ جلد ہی آپ کے درس میں تقریباً ڈیڑھ سو طلباء کی جمعیت ہوگئی۔ یہ طلباء ساتھ کے قریبی گاؤں میں اور پشاور کی مختلف مساجد میں رہتے۔ صوبہ سرحد، آزاد قبائل اور افغانستان تک آپ کا فیض جاری ہے۔ موضع ازاخیل[۲] کے بڑے حافظ جی صاحب نے آپ سے قرآن مجید

---

[۱] یہ موضع تحصیل پشاور میں پشاور سے ۳ میل مشرق کی طرف واقع ہے۔

[۲] یہ موضع تحصیل نوشہرہ میں پبی ٹاؤن کے قریب واقع ہے۔

حفظ کیا اور پھر اپنے گاؤں میں درس دیا اور اب تک وہاں قرآن پاک یاد کرایا جا رہا ہے۔ ازاخیل حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دُوسرے بھائی کابل چلے گئے تھے۔ ان سے مندرہ خیل[1] حافظ جی صاحب نے یاد کر کے اپنے گاؤں میں درس قائم کیا۔ ان دونوں حضرات سے ہزاروں اور سینکڑوں افراد نے قرآن حفظ کیا اور علم قرأت پڑھا۔ مندرہ خیل حافظ جی صاحب کے ایک شاگرد جناب سید افضل صاحب تیروٹی[2] بالا بہت ہی مشہور و معروف صاحب درس حافظ ہوئے ہیں۔ ان کے بھی سینکڑوں شاگرد تھے اور اس وقت بھی حافظ عبدالرحمٰن صاحب حسن گھڑی آپ کے شاگردوں میں صاحبِ درس ہیں۔ جناب پھندو بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا سلسلہ شاگردی جو اس وقت بھی موجود ہے وہ قریہ اکبر پورہ کے قاری صاحبان کا ہے، حضرت مجاہد فی سبیل اللہ حاجی صاحب ترنگزئی کے کاتب مراسلات اور خلیفہ جناب قاری عبدالمستعان صاحب اسی خاندان اکبر پورہ کے ایک فرد ہیں اس خاندان نے بھی قرآن کے حفظ اور علم قرأت کی بہت خدمت کی۔ اس خاندان کا ہر ایک فرد قاری کے نام سے اپنے علاقہ میں پکارا جاتا ہے۔

جناب میاں شریف گل صاحب نے بیان کیا کہ جس وقت قاری عبدالمستعان صاحب کے والد قاری کندل صاحب بمعہ اپنے شاگردوں کے حضرت پھندو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر زیارت کے لئے حاضر ہوتے تو انتہائی ادب و احترام کرتے یہاں تک کہ گھوڑوں کے اصطبل کی صفائی کرتے۔ شاگرد عرض کرتے کہ حضرت ہم یہ خدمت بجا لاتے ہیں۔ فرماتے مجھے اس جگہ کی قدر و منزلت کا علم ہے کہ میں نے یہاں سے قرآن پاک کی دولت پائی ہے۔

مسلسل سات پشتوں تک یعنی تقریباً تین سو برس تک آپ کے مزار پر درس حفظ قرآن اور قرأت

---

[1] یہ موضع تحصیل پشاور میں پشاور سے جنوب کی طرف چار میل پر واقع ہے۔

[2] یہ موضع تحصیل پشاور میں پشاور سے شمال کی طرف ۲½ میل پر واقع ہے۔

[3] دیکھو تذکرۂ حفاظ پشاور ص ۲۹۱۔

جاری رہا۔ آج سے ستّر برس قبل میاں صاحب زیدگل کے پاس ہر وقت دوسو طلباء رہتے۔ ان کی روٹی کا انتظام بھی میاں زیدگل صاحب کرتے۔ مجھے ایک چشم دید گواہ جناب میاں صاحب ساکن پھندو نے بتایا کہ" میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اُونٹنی تھی۔ اس کے گلے میں ایک ٹوکرا باندھ دیتے تھے، وُہ اونٹنی خود بخود نکل جاتی تھی اور آس پاس کے دیہات میں ہر گھر کے دروازہ پر بڑبڑاتی، صاحبِ خانہ سمجھ جاتے کہ پھندو باباجی صاحب کے طلباء کے لئے روٹی دینی ہے۔ چنانچہ تمام طلباء کے لیے وُہ اونٹنی روٹی جمع کر کے لاتی، آپ نے تمام شاگردوں کو منع کیا تھا کہ یہ روٹی اس کو نہ کھلانا۔ ایک طالب علم نے اپنا پس خوردہ ایک دن اس اونٹنی کو کھلا دیا۔ وُہ پھر نہ آئی اور مر گئی، **اس** کو وہاں دفن کر دیا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجاہد جلیل حافظ عبدالغفور صاحب المعروف صوات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پھندو میں ہی میاں نسیم گل صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا تھا۔

حضرت میاں عبداللہ صاحب غازی رحمۃ اللہ علیہ المعروف پھندو باباجی صاحب پر اللہ جلّ جلالہٗ کا اتنا فضل وکرم تھا کہ آپ کا وجودِ مبارک اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے سلامتی اور درستگیٔ اخلاق کا باعث تھا۔ آپ کی کرامات لاتعد و لاتحصٰی ہیں۔ مگر ایک کرامت تو اب تک موجود ہے۔ جس شخص کو دانہ، پھُنسی[1] نکلا ہُوا ہو وہ آپ کے مزار پر حاضر ہو کر وہاں کی مٹی لگائے اللہ تعالیٰ اس کو اس ولی کی برکت سے شفا عطا فرما دیتا ہے۔

آپ کے گردونواح کے تمام دیہات والے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ میاں صاحب کے کھیت میں اگر کوئی شخص اپنا جانور کھیت چگانے کے لئے بغیر اجازت لے جائے تو وہ جانور فوراً پھُول کر مرجاتا ہے۔ جناب میاں شریف گل صاحب کے والد جناب قاری حافظ میاں زیدگل صاحب جب طلباء کو

---

[1] جناب میاں شریف گل صاحب نے مجھے بتایا کہ خاندان مغلیہ کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے گلے کے اندر دانہ نکلا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے ایک تعویذ لکھ کر گھول کر اسے پلا دیا۔ تعویذ پینے کے ساتھ ہی اسے قے آیا اور وہ تندرست ہوگیا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ جس چیز کی ضرورت ہو آپ ارشاد فرماویں آپ نے فرمایا، اے بادشاہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم کی اطاعت و محبت کی ضرورت ہے اور وہ میسّر ہے مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ آپ نے اس کا کسی قسم کا تحفہ تک قبول نہ کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

قرآن پاک کا سبق پڑھا کر گھر سے نکل کر اپنے کھیت کو تشریف لے جاتے تو جنگلی درندے گیدڑ وغیرہ نے اگر کسی جوار کے سِٹّہ کو منہ ڈالا ہوتا تو وہیں پڑا ہوتا ۔ اگر کسی نیشکر کو منہ ڈالا ہوتا تو وہ بھی اسی طرح اس کے ساتھ لٹکا ہوا ہوتا جب اُن کو دیکھتے تو فرماتے ، موذیو! جاؤ دفع ہو جاؤ تو پھر وہ سِٹّہ اور گنّا انہیں چھوڑ دیتا اور وہ چلے جاتے ۔ اگر آپ کبھی کھیت میں تشریف نہ لاتے تو وہ جنگلی جانور وہیں مر جاتے ۔ آپ کے میاں صاحبان میں اس وقت ایک صاحب میاں ظفر گل صاحب زندہ ہیں ۔ جن کو میں نے دیکھا ہے ، عالم جذب میں ہیں مگر با ہوش ہیں پشتو کے شاعر ہیں اور آپ کا ایک غیر مطبوعہ دیوان بھی ہے ۔

جناب پھندو بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ہوئی ۔

مولانا عبدالحئیؒ

آپ کے والد بزرگوار کا نام مولانا عبدالقہار رح ہے۔ نوشہرہ کلاں ضلع پشاور میں ۱۵۔ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ بروز دوشنبہ پیدا ہوئے۔ سیّد قادر جی بادشاہ صاحب نے رسم بسم اللہ ادا کی۔ ابتدائی تعلیم گھر میں جدّہ صاحبہ سے حاصل کی۔ عربی صرف ونحو اور فارسی نظم کی کتابیں والد صاحب کے ایک شاگرد قندھار مولوی صاحب سے پڑھیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم والد صاحب سے حاصل کیے۔ طور ڈھیر کے مولانا قدرت اللہ صاحب سے احادیث کا درس لیا۔ عربی زبان دانی اور صرف ونحو مولانا عبدالقیوم صاحب مدرس نوشہرہ سے پڑھے۔ مولانا حافظ شاہ زرّیں صاحب مسجد کرم شاہ نوشہرہ سے اور مولانا عبدالرحیم پروفیسر عربی اسلامیہ کالج پشاور، مولانا غلام مرشد صاحب خطیب شاہی مسجد لاہور اور خواجہ محمد عبدالحئیؒ فاروقی رح جامعہ ملیہ دہلی سے تفسیر و حدیث میں استفادہ کیا۔ مولانا نور احمد عرب رح سے تفسیر میں کمال حاصل کیا۔

۱۳۶ھ میں اسلامی علوم اور اخلاقیات کے کھلے مقابلے کا امتحان اسلامیہ کالج پشاور میں منعقد ہوا تھا۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب اس میں اوّل نمبر پر آئے اور ہز ہائی نس مہتر آف چترال کا انعام حاصل کیا۔ علوم اسلامی کا اعلیٰ ترین امتحان جامعہ پنجاب سے علامہ علاؤالدین صدیقی چیئرمین اسلامی مشاورتی کونسل کے زیر تعلیم پاس کیا اور جامعہ میں نمایاں حیثیت حاصل کی۔

آپ علومِ مشرقی کے علاوہ علوم مغربی کے بھی مانے ہوئے عالم ہیں۔ ۳۵ء میں میڈیکل گروپ کے امتحان میں صوبہ بھر میں اوّل آئے اور لیاقتی وظیفہ حاصل کیا۔ بی۔ ایس سی کے امتحان میں اسلامیہ کالج میں اوّل آئے۔ کھلے مقابلہ کے کئی امتحانات اور تقریری مقابلوں میں اوّل درجہ حاصل کیا۔ آپ اسلامیہ کالج پشاور میں طلباء کے مجلس مباحثہ "خیبر یونین" میں گرم جوشی سے حصہ لیا کرتے تھے۔ طلباء نے آپ کو اعلیٰ ترین اعزاز سے نوازا یعنی ۳۷ء میں خیبر یونین کا صدر منتخب کیا۔ آپ کی صدارت میں مجلس مباحثہ نے کافی ترقی کی۔ مولٰنا ابوالکلام آزادؔ نے آپ کے زیر صدارت یونین کے جلسہ سے خطاب کیا۔ ۱۲؍ ستمبر ۴۰ء بروز ہفتہ حضرت باباجی صاحب اکوڑہ شریف سید مہربان علی شاہ بخاریؒ نے آپ کی دستار بندی کی۔

گورنمنٹ کالج مردان میں جب پروفیسر دینیات کے عہدہ کی منظوری دی گئی تو ۷؍ ستمبر ۵۲ء کو بمقام ایبٹ آباد اس کے لیے کھلے مقابلہ کا امتحان ہوا جس میں کئی نامور علماء سرحد و پنجاب سے آکر شریک ہوئے لیکن کامیابی کا سہرا مولٰنا کے سر باندھا گیا۔ کیونکہ وہ امتحان میں اوّل آئے۔ آپ چودہ سال سے اس عہدہ پر فائز ہیں۔

مولٰنا عبدالحیٔ قرآن و حدیث اور علوم اسلامی کے بہترین اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کے ہزاروں شاگرد صوبہ بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ آیات کریمہ اور احادیث کی تشریح سادہ اور عام فہم الفاظ میں کرتے ہیں اور دلچسپ مثالیں دے کر مشکل مسئلہ کو آسان کر دیتے ہیں۔ اپنے اعلیٰ اخلاق اور ہمدردانہ رویّہ کی وجہ سے طلباء میں بیحد ہردلعزیز ہیں۔

آپ نے حسب ذیل کتابیں تصنیف کی ہیں :

۱۔ "نماز کی سورتیں" جس میں پارۂ عم کے آخری ربع کی اٹھارہ سورتوں کی تفسیر و تشریح کی گئی ہے۔ نامور علماء جیسے مولٰنا ابوالاعلیٰ مودودی نے اس کتاب کو سراہا ہے اور مفید بتایا ہے۔

۲۔ "اُسوۂ حسنہ" جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیبہ کو سادہ و سلیس زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

ملک کے کئی اخبارات نے اس پر تقاریظ لکھی ہیں اور بیحد مفید بتایا ہے۔

۳۔ کتاب "اسلامیات" برائے جماعت یازدہم و دوازدہم۔ یہ پشاور بورڈ کے مقررہ نصاب کے مطابق لکھی گئی ہے جو کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

مولٰنا مولوی عبد الشکور صاحب

آپ کا اسم گرامی سید عبد الشکور۔ والد محترم کا نام سید مبارک شاہ صاحب تھا۔ ضلع کوہاٹ موضع چکر کوٹ کے سادات گھرانہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کی والدہ صاحبہ موضع اتمان زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ نیز آپ کی نانی صاحبہ حضرت جیؒ صاحب اٹک والے کی اولاد سے تھیں۔

مولٰنا صاحب موصوف موضع رجڑ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم موضع رجڑ کے دار العلوم عربیہ سے ملحقہ پرائمری سکول میں حاصل کی اور مشہور و معروف قومی سکول بنام "آزاد اسلامیہ ہائی سکول اتمان زئی" میں آٹھویں جماعت پاس کی۔ آپ نے ابتدائی انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم ابتداءً اپنے والد سے اور پھر دار العلوم عربیہ رجڑ میں حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء میں علومِ اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ سب سے پہلے آپ نے "مظاہر علوم" سہارنپور میں داخلہ لیا۔ چند ماہ اس دار العلوم میں گزارنے کے بعد آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔ پانچ برس تک پڑھنے کے بعد ۱۹۴۵ء میں سندِ فراغت حاصل کر کے دہلی چلے گئے۔ دہلی میں ایک برس قیام کے دوران مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے اپنے وطن کو مراجعت کی۔ اگرچہ مولٰنا مولوی محمد طیّب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے

لہ دیکھو تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول صہ ۹۳

توسط سے ریاست دان پور (بلند شہر) میں آپ کو نہایت ہی معقول اور مناسب تنخواہ پر مدرسی کی پیش کی گئی مگر ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپ نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔ شوقِ تدریس گاؤں میں بھی برابر بڑھتا رہا۔ چنانچہ اپنے گاؤں کی مسجد ہی میں آپ نے طلباء کو علوم متداولہ کا درس دینا شروع کر دیا۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں آپ کا تقرر بحیثیت عربی معلّم کے تنگی ہائی سکول میں ہُوا۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں اسلامیہ کالجیٹ ہائی سکول میں سب اسسٹنٹ ڈین مقرر کیے گئے۔ ستمبر ۱۹۵۱ء سے لے کر مئی ۱۹۵۲ء تک مرکزی مدرسہ دینیات اسلامیہ کالج کے اعزازی لیکچرر مقرر ہُوئے اور اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ نتیجۃً مئی ۱۹۵۲ء میں آپ کو اس اسامی پر مستقل لیکچرر مقرر کر دیا گیا۔ ۱۹۵۵ء اور ۱۹۶۰ء سے مرکزی مدرسہ دینیات اسلامیہ کالج کی جماعتوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ پشاور یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کی جماعتوں کو پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ دسمبر ۱۹۶۴ء میں آپ کو شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی میں سینئر لیکچرار مقرر کیا گیا۔

آپ نے ملازمت کے دوران ہی فارسی، اُردو اور پشتو میں سندِ فضیلت حاصل کی یعنی ہر ایک زبان میں ایم۔ اے کیا اور انگریزی میں بھی اچھی استعداد پیدا کر لی۔

آپ اخلاقِ حمیدہ و اوصافِ جمیلہ کے حامل ہیں۔ طلباء کے ساتھ انتہائی حسنِ سلوک اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ طلباء آپ کے طرزِ تدریس سے انتہائی مطمئن ہیں۔ آپ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کے مالک ہیں۔ اس وقت ۵۰ برس کی عمر ہو گی۔

حضرت مولٰنا حافظ عبداللطیف صاحب نقشبندی

آپ کا اسم شریف حافظ عبداللطیف تھا، اعوان قطب شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ پشاور شہر کے محلّہ "شاہ ولی قتال" میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کا درس باوجود نابینا ہونے کے فرماتے، قرآن پاک آپ کو حفظ تھا اور حفظ بھی کرواتے، "جامع مسجد قاسم علی خان" کی امامت اور خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے۔

حضرت شیخ المشائخ مولٰنا دین محمّد صاحب، زیب سجادہ چورہ شریف سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور حضرت صاحب کے برادر خورد سے صاحب مجاز خلیفہ ہوئے۔ آپ نے سلسلہ کی نشر واشاعت خوب فرمائی اور سینکڑوں افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، شاہ ولی قتال میں اپنے گھر پر آپ علوم ظاہری کا درس دیتے اور مریدین کا توجہات باطنی سے تزکیہ فرماتے جس وقت آپ کسی مرید پر توجّہ کرتے تو اس وقت گھر پر ایک زلزلہ سا طاری ہوجاتا تو اہل محلّہ سمجھ جاتے کہ حضرت حافظ صاحب توجّہ فرما رہے ہیں۔

آپ بیت اللہ شریف بارادہ حج تشریف لے گئے۔ جس وقت حج کا ارادہ فرمایا تو شاگردوں نے عرض کی کہ یا حضرت آپ پر حج فرض نہیں کیونکہ آپ فقر کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ

"میں از خود نہیں جارہا ہوں بلکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے خواب میں اس مرتبہ حج پہ

... ہو نے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکم کی تعمیل فرض ہے۔"

آپ اپنے ایک[1] ساتھی کی معیت میں حج کو روانہ ہو گئے۔ جب آپ اس سفر پر روانہ ہوئے تو تمام احباب ... بزرگوں اور مریدین کو جمع کر کے دعا خیر فرمائی اور اپنے لیے فرمایا "یا اللہ اس سرزمین پاک میں جگہ عطا فرما دے۔" ... بیت اللہ شریف سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، واپسی میں ایک دن باقی تھا کہ آپ بہت خفا تھے ... حزن کے عالم میں فرمایا "کاش میں اسی سرزمین کا ہو جاتا۔" قدرت کو بھی یہی منظور تھا، آپ کے پیٹ ... درد کی شکایت پیدا ہوئی اور اسی دن مدینہ مبارک کی پاک اور مقدس سرزمین میں جان جہان آفرین کے سپرد کر دی آپ کی دلی تمنا اور آرزو پوری ہوئی اور وہ سرزمین پاک آپ کا مدفن ہوا ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جناب محمد اسحاق جو آپ کے پوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میرے محترم والد صاحب جناب حافظ عبد اللہ صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ

"جب ہمیں گھر میں کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو کوئی نہ کوئی گھر پر آکر ہماری والدہ کو کہہ دیتا کہ کیا ضرورت ہے کیونکہ ہم نے حضرت حافظ صاحب کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں گھر جا کر خبر لو۔"

آپ کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ جناب حافظ عبد اللہ صاحب نقشبندی اور حافظ غلام حضرت صاحب۔

جناب حافظ عبد اللہ صاحب نقشبندی

آپ محلہ شاہ ولی قتال میں ہی پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بچپن ہی سے پاکیزہ اور دینی ماحول ملا، اسی کی برکت سے بارہ[12] برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور علوم متداولہ سے بہرہ مند ہوئے۔ حصولِ علم کے

---

[1] جان کا یہ معمول تھا ہر جمعہ کی رات کو حضرت شاہ نقشبند کا چراغ لے کر پشاور میں پھرتا تھا اور لوگ تبرکاً اس سے تیل وغیرہ لیتے۔

بعد حضرت شیخ المشائخ ملا دین محمد صاحب سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی، روحانی سلوک کے حصول کے لیے اس وقت کے نامور مشائخ کرام کی صحبت میں حاضر ہو کر کسبِ فیض کیا۔ حضرت زبدۃ السالکین محمد قاسم صاحب موہڑہ شریف، حضرت قبلۂ عالم سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف اور حضرت سنڈاکی بابا صاحب (کوہستان ملا صاحب) ریاست سوات کی بابرکت صحبتوں سے خوب مستفید ہوئے۔ ہر سال سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہو کر باطنی کمالات سے فیضیاب ہوتے۔ آپ کافی عرصہ اجمیر شریف میں رہے اور وہیں آپ نے بامر خواجۂ بزرگ عطائے رسول حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت پاک دامن، عابدہ و زاہدہ حاجن صاحبہ سے نکاح کیا۔ ان کے ہمراہ آپ لاہور تشریف لائے اور جامعہ مسجد حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں آپ امام و خطیب مقرر کئے گئے۔ آٹھ برس تک آپ نے امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ لاہور میں آپ "حضرت صاحب" کے نام سے مشہور تھے۔ سلسلہ کی اشاعت بھی آپ نے خوب کی۔ ہر وقت مریدین کا اژدہام رہتا۔ آٹھ برس کے بعد پشاور تشریف لائے اور مدرسہ تعلیم القرآن جٹان میں سیٹھی کریم بخش مرحوم نے آپ کو قرآن حکیم حفظ کروانے پر مقرر کیا۔ آپ نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ حفظِ قرآن کی خدمت سرانجام دی، مسجد خوردہ فروشان (جو آج کل مسجد بزازاں مشہور ہے) میں آپ امامت و خطابت بھی کرتے۔ اس مسجد میں تعلیم قرآن کا ایک مدرسہ بھی قائم کیا جس میں پشاور شہر کے کافی سے زیادہ بچوں نے قرآن مجید پڑھا۔ یہ مدرسہ اب بھی قائم ہے اور آپ کا فیض آپ کے صاحبزادہ محمد اسحاق صاحب کے ذریعہ جاری و ساری ہے اور سینکڑوں بچے ناظرہ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔

جناب حافظ صاحب نے اَسّی برس کی عمر میں ۹۔ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ بمطابق ۳۰۔ نومبر ۱۹۵۲ء بروز اتوار انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادہ محمد اسحاق صاحب اس وقت آپ کے جانشین ہیں۔ آپ کے ایک خلیفہ اور ماذون اس وقت تیراہ میں موجود ہیں جو سلسلہ کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں۔ لنگر بھی دیتے ہیں۔ گویا حضرت حافظ صاحب کا ظاہری اور باطنی سلسلہ قائم ہے۔

حضرت مولٰنا مولوی عبدالمجید صاحب

(ارمڑ میانہ[1] تحصیل نوشہرہ ـ ضلع پشاور)

آپ کا اسم گرامی عبدالمجید صاحب ، والد کا نام میاں گل صاحب تھا۔ آپ خاندانی علماؒ سے تھے۔ جناب میاں گل صاحب اپنے وقت کے صاحب درس عالم تھے۔

جناب عبدالمجید صاحب نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد کے زیر سایہ کی۔ چونکہ طبیعت میں طلب علم کا کمال جذبہ موجزن تھا لہذا سفر اختیار کیا۔ اس وقت غور غشتی میں غور غشتی مولٰنا صاحب کا بہت شہرہ تھا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تفسیر، حدیث ، فقہ اور معقول کی کتابیں پڑھیں ۔ موضع لالہ[2] میں صرف و نحو کے مشہور عالم "صرفی ملا صاحب" (جنھوں نے صرف کے علم پر کتابیں بھی تحریر کی ہیں اور صرف میر کی مشہور شرح بھی لکھی ہے) کی خدمت میں رہ کر صرف و نحو میں یکتائے روزگار ہوئے ۔ ہزار خانی مولٰنا صاحب کے پاس حاضر ہو کر علم اصول کی تکمیل کی اور دیگر مقامی علماؒ سے بھی علوم متداولہ پڑھ کر پچیس برس کی عمر میں فراغت حاصل کر کے اپنے آبائی گاؤں ارمڑ میں مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔

---

[1] ارمڑ میانہ

[2] موضع لالہ

چالیس برس تک طلباء کو پڑھاتے رہے۔ آپ کے درس میں تیئیس سے لے کر چالیس تک طلباء ہر وقت موجود رہتے۔ چونکہ آپ جامع عالم تھے۔ اس لیے تمام علوم متداولہ خود بہ نفس نفیس پڑھاتے۔ یہی وجہ تھی تمام دن اور رات کا بھی کچھ حصہ درس میں گزر جاتا۔ باجوڑ، دیر، سوات، کابل، قندھار، ڈیرہ اسماعیل خان وزیرستان، بنوں، کوہاٹ غرضیکہ مختلف جگہوں کے طلباء آآ کر آپ کے فیض علم سے سیراب ہو کر جاتے۔ طلباء جو آپ کے ہاں قیام کرتے ان کے روٹی کپڑے کا انتظام آپ خود کرتے یا گاؤں والوں سے کرواتے۔ درس کے علاوہ فتاویٰ بھی دیتے۔ عقائد حقہ اہل سنّت وجماعت حنفی المذہب کے مطابق تمام مسائل کو حل کرتے علاقہ کے لوگوں کے تمام جھگڑے آپ شریعت حقہ کے مطابق طے کرتے تھے۔

حضرت شیخ المشائخ مجاہد اسلام حافظ عبدالغفور صاحب المشہور" سوات بابا جی صاحب" رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر قادریہ و نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت کی۔ تین بار آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ آپ ان سے بہت خوش تھے کیونکہ آپ انتہائی متبع سنت تھے۔ آپ کو حضرت اخون صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خاص دُرہ عطا فرمایا اور نصیحت کی کہ" امر بالمعروف" و" نہی عن المنکر" کرو۔ پھر حضرت عبدالوہاب صاحب المعروف مانکی بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت صوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معزز خلیفہ تھے) نے آپ کو خلافت دی اور انہوں نے بھی آپ کو اپنا دُرہ مرحمت فرمایا اور" امر بالمعروف و" نہی عن المنکر" کرنے کی تاکید کی۔ آپ کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ تمام علاقہ میں گانا بجانا ختم ہو گیا۔ آپ عقد بیوگان کرواتے ایک دن میں بیسیوں ختنے کرواتے۔ بقول آپ کے صاحبزادہ جناب نور الحق صاحب مدظلہ، کے ایک بار صرف ایک دن میں امر بالمعروف کے دوران دیہات میں ایک سو بیس چلموں کو توڑ دیا۔ آپ کی انتھک اور مسلسل کوششوں سے ارمڑ کے تمام علاقہ میں رسم و رواج کا خاتمہ ہُوا۔

آپ عابد، زاہد مرتاض، تہجّد خوان تھے۔ عبادت میں آپ پر خشوع و خضوع غالب ہو جاتا اور آنکھوں سے سیلاب کی طرح آنسو رواں ہو جاتے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کا ہر فرد معترف تھا۔ تقریباً سو برس کی عمر پائی

میں انتقال کیا۔

الحق صاحب

آپ کے صاحبزادہ نورالحق صاحب اس وقت بقید حیات ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت ۸۵ برس کے لگ بھگ ہے۔ آپ نے تمام علوم اپنے والد سے ۔ حضرت مانکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب حضرت تنگی ملّا صاحب کے پاس جلوزئی میں بھی قیام کیا منقول و معقول کی کتابیں پڑھیں۔ اپنے والد صاحب کی مسجد میں امام ہیں۔ علم الفرائض یعنی میراث کی کا درس دیتے ہیں۔

نہایت ہی خلیق، حلیم الطبع، عابد و زاہد ہیں۔ عوام و خواص آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے ہیں۔ عقائد حقہ اہلسنّت و جماعت کے داعی ہیں اور فرقِ باطلہ کا خُوب ردّ کرتے ہیں۔

جناب مانکی صاحب ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سلسلہ قادریہ میں نسبت رکھتے ہیں۔ اپنے مشائخ کا و احترام طبیعت میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہُوا ہے۔ اپنی زمینداری بھی کرتے ہیں۔ انتہائی خوددار ہیں۔ بھی کسی امیر یا حکمران کے دروازہ پر نہیں گئے۔

مولانا مولوی عبدالکبیر صاحب

(ارمڑ میانہ ——— تحصیل نوشہرہ)

آپ کا اسم گرامی عبدالکبیر تھا۔ آپ ارمڑ میانہ کے ہی رہنے والے ایک زمیندار گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مختلف مقامی اساتذہ کرام سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ خصوصاً صرف ونحو مولٰنا لالہ سے پڑھی۔ اصول وفقہ کی تکمیل مولٰنا صاحب ہزارخوانی سے کی اور علم معقول کی کتابیں مولٰنا صاحب سربند سے پڑھیں۔ علم معقول ومنقول میں اپنے وقت میں بہترین مدرس تھے۔ اپنے اس تمام علاقہ میں عوام وخواص آپ کو انتہائی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھتے اور لوگوں میں آپ "دین کے ستون" کے نام سے مشہور تھے۔ فراغت کے بعد آپ نے درس شروع کر دیا۔ مختلف علاقوں میں آپ درس دیتے رہے۔ تیراہ[1] میں آپ نے کافی عرصہ درس دیا۔ موضع لگہ ولہ میں تقریباً دس برس تک پڑھاتے رہے۔ باقی تمام زندگی اپنے آبائی گاؤں ارمڑ میانہ میں تدریس میں بسر کی۔ تمام فنون کی کتابیں پڑھاتے۔ دُور دُور سے طلباء آآ کر آپ سے اکتسابِ علوم کرتے۔ بیس سے لے کر تیس تک نو طلباءٗ ہر وقت آپ کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔

اگرچہ کسی سلسلہ طریقت میں منسلک نہیں تھے، مگر مشائخ صوفیہ کے ساتھ محبّت کرتے اور احترام سے

---

[1] تیراہ، قبائل میں آفریدی قبیلہ کا علاقہ ہے۔

پیش آتے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان سے مسائل دریافت کرتے اور آپ بھی ان کا احترام کرتے۔

آپ کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع تھا بلکہ آپ کے شاگرد صاحب درس و افتا تھے اور بعض موجود بھی ہیں۔ جناب حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب المعروف "مازارہ میاں صاحب" نائب ڈسٹرکٹ خطیب ضلع پشاور آپ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں۔ ۹۰ برس کی عمر میں ۱۹۲۵ء میں انتقال کیا۔

حضرت مولنا مفتی عظیم اللہ صاحب

(ارمڑ میانہ تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور)

آپ کا اسم گرامی عظیم اللہ صاحب، والد کا نام مفتی حبیب اللہ صاحب، دادا کا نام حافظ کریم اللہ صاحب اور پردادا کا نام حافظ معز اللہ صاحب تھا۔ آپ قریشی الاصل تھے۔ آپ کا خاندان مفتیوں کے نام سے مشہور ہے حافظ معز اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں محمد عمر صاحب المعروف "چمکنی میاں صاحب" کے ہم عصر تھے آپ کا درس حفظ القرآن کا تھا۔

حافظ کریم اللہ صاحب حافظ معز اللہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنے والد کے درس حفظ القرآن کو جاری رکھا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد تھے جو کہ سابق سرحد، صوات بنیر اور ماوراء النہر تک پھیلے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند جناب مفتی حبیب اللہ کو مختلف علماء کی خدمت میں بھیج کر دینی علوم سے سرفراز فرمایا۔ اب حفظ القرآن کے ساتھ ساتھ علوم متداولہ کا درس بھی جاری ہوگیا۔ آپ نے علوم دین اسلام کی خوب تدریس کی۔ آپ کے دو فرزند تھے: ایک مفتی حافظ فضل احمد صاحب اور دوسرے مولنا مولوی مفتی عظیم اللہ رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما۔

حکیم حافظ فضل احمد صاحب بہت قابل حکیم تھے۔ طب میں بہت شہرت رکھتے۔ حکیم عبد اللہ صاحب

پشاوری کے معاصر تھے۔ حافظ فقیر محمد صاحب بن حکیم حافظ فضل احمد اس وقت بقید حیات ہیں۔ ان کی عمر ۸۰ برس کے قریب ہوگی۔ حافظ قرآن، عالم باعمل اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں۔ علاقہ کے لوگ آپ کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

جناب حضرت علامہ مفتی عظیم اللہ صاحب نے اپنے والد جناب مفتی حبیب اللہ صاحب سے علم معقول و منقول کی کتابیں پڑھیں۔ صوبہ سرحد کے ممتاز عالم دین جناب سرہند مولٰنا صاحب، حضرت لالہ مولٰنا صاحب جو کہ تمام سرحد میں صرفی مولٰنا صاحب کے مشہور ہیں۔ علم اصول کے عالم اجل اصولی مولٰنا صاحب المعروف بہ قصہ خوانی مولٰنا صاحب اور جناب استاذ الاساتذہ شیخ المحدثین مولٰنا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف قصہ خوانی میاں صاحب پشاوری جیسے آپ کے نامور اساتذہ تھے۔ پچیس برس کی عمر میں ان یگانۂ روزگار علماء سے مکمل علوم درسیہ فراغت حاصل کر کے مسندِ علم پر جلوہ افروز ہوئے اور تدریس شروع کر دی۔ پچاس برس تک علوم متداولہ کا درس دیا۔ پشاور شہر میں جامع مسجد پل پختہ (مسجد قاضی صاحب بڈھنی) میں امام اور خطیب رکھے گئے۔ تمام دن ہر فن کی کتاب کا درس فرماتے۔ ہر وقت بیس پچیس طلباء آپ کے پاس رہتے۔ سینکڑوں طلباء آپ کے فیض علم سے سیراب ہو کر عالم اور مدرس ہوئے۔ پشاور شہر کے مشہور و معروف عالم دین اور واعظ خوش الحان جناب آغا سید بزرگ شاہ صاحب[1] خطیب جامع مسجد موچی لڑہ پشاور آپ ہی کے شاگرد رشید تھے۔ مولٰنا مولوی بہرام صاحب اس وقت زندہ ہیں اور بنوں خاص میں صاحبِ درس و افتاء ہیں۔ مولٰنا مولوی مستجاب صاحب "قاشقاری" بہت ہی قابل ترین مدرس ہیں اور اپنے علاقہ کے قاضی بھی ہیں۔ اخونزادہ محمد شریف صاحب نے آپ سے فقہ پڑھی تھی۔ آپ کے درس میں اکثر طلباء صوابی، باجوڑ، قاشقار اور سابق سرحد کے ہوتے۔ عقائد حقہ اہل سنت و جماعت کے داعی تھے۔ فقہ حنفی کے

---

[1] آغا صاحب موصوف بڑے مجاہد باعمل جنگ آزادی وطن کے نامور سپوت تھے اور تین تین چار چار گھنٹے مسحور کن وعظ فرماتے۔ سید سادات خاندان سے تعلق رکھتے۔ ۸۵ برس کی عمر میں ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۲ر مارچ ۱۹۶۹ء بروز ہفتہ انتقال کیا اور اتوار کو دفن ہوئے۔

مقلد تھے۔ بسا اوقات شیعہ اور قادیانیوں سے مناظرے بھی کئے اور فتح حاصل کی۔ غیر مقلدین کا انتہائی شدّت سے ردّ کرتے۔ آپ کے کتب خانہ میں ہر فن کی کتاب موجود ہے اور ہر ایک کتاب پر کچھ نہ کچھ نوٹ آپ کے موجود ہیں۔ ہر قسم کا فتاویٰ تو خصوصیّت سے ہے۔

حضرت شیخ المجاہدین جناب عبدالغفور صاحب یعنی صوات بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ آپ کا احترام کرتے اور آپ کو مراعات سے نوازتے۔ امر بالمعروف، وعظ، نصیحت اور درس آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ پچاسی برس کی عمر تھی۔ ۱۹۳۰ء میں یہ آفتاب علم و فضل غروب ہوگیا۔ آپ کے دو فرزند تھے:

ایک مولنٰنا مولوی مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے درس نظامی اپنے والد اور علاقہ کے مختلف علمائ سے پڑھا اور فراغت حاصل کرکے صاحبِ درس ہوئے۔ اپنے والد کی مسجد ہی میں جو طلباء آتے ان کو حسبِ ضرورت درس دیتے۔ عابد و زاہد اور عالم باعمل تھے۔ اکثر امر بالمعروف کرتے۔ جناب حضرت عبدالحق صاحب المعروف ثانی مانکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت تھی۔ اکثر ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ زمینداری بھی کرتے۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال کیا۔

جناب مفتی عظیم اللہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے جناب مفتی محمد سعید صاحب ہیں۔ آپ نے علاقہ کے مختلف علمائ سے درس نظامی کی تکمیل کی اگر کبھی طلباء آجاتے تو پڑھا دیتے۔ اپنی زمینداری کرتے ہیں۔ علاقہ میں معزز ہیں۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ کا ہر ایک معترف ہے۔ آپ کا خاندان بھی مفتیوں کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سیّد عبدالستار شاہ صاحبؒ
المعروف باچا جان صاحبؒ

آپ کا اسم گرامی سیّد عبدالستار شاہ صاحب، والد کا اسم شریف حضرت برہان علی شاہ صاحب تھا۔ آپ صوبہ سرحد کے علاقہ خراسان کے مشہور و معروف ولی اللہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قطب الاقطاب سیّد علی صاحب ترمذی المعروف پیر بابا صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ۱۲۹۰ھ میں بمقام میراں تحصیل مانسہرہ، ضلع ہزارہ پیدا ہوئے۔ یہ مقام کوہستان ہزارہ میں واقع ہے۔ آپ کے والد اپنے علاقہ کے ایک معزز اور صاحبِ جائداد متمول زمیندار تھے۔ والد اور والدہ کے انتقال کے بعد تمام امور زمینداری آپ کو انجام دینا پڑے۔ آپ نہایت ہی دیندار، پابند صوم وصلوٰۃ، کشادہ رو، سخی اور انتہائی ملنسار تھے۔ اس لیے تمام علاقہ کے لوگ آپ کا بہت ہی احترام کرنے لگے۔ آپ کے دیگر رشتہ دار آپ کی عزت وتوقیر کو برداشت نہ کر سکے۔ آپ کی طبیعت مبارک میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ رشتہ دار صرف اس جائداد اور میری عزت کی وجہ سے دشمنی اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لہٰذا تمام جائداد اور مال و دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں غرباء اور مساکین پہ تقسیم کر کے فقیرانہ زندگی اختیار کر لی۔ آپ کے بزرگوں کا سلسلہ چشتیہ تھا تو آپ اسی نسبت کی وجہ سے اجمیر شریف

---

[1] آپ کے حالات "تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد" جلد اول میں دیکھئے۔

چلے آئے۔ چند ماہ عبادت و ریاضت میں گزارے تو سرکار اجمیر، عطائے رسول، خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حکم ہُوا کہ علم ظاہری کی تکمیل کرو۔ چنانچہ چھ برس میں آپ نے درس نظامی سے فراغت حاصل کر لی۔ اسی اثناء میں آپ نے ایک ٹھیکیدار کے ہاں جو کہ سڑکوں کی تعمیر کیا کرتا تھا۔ ملازمت بھی کی جس کی وجہ سے آپ کی معاشی حالت اچھی تھی، تحصیل علم کے بعد آپ پھر خانقاہ عالیہ میں معتکف ہو کر عبادت و ریاضت میں منہمک ہُوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے سفر اختیار کیا۔ چونکہ سڑکوں کی مرمّت کا آپ کو کافی تجربہ تھا اس لیے آپ نے اسی ٹھیکیداری کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اجمیر سے نکل کر مختلف جگہوں پر کام کرتے رہے۔ جب آپ مردان ضلع میں سڑکوں کی تعمیر کر رہے تھے تو آپ کے مزدوروں میں ایک مزدور آغا غفور شاہ صاحب نقشبندی بھی آئے مگر آپ کی نگاہ نے دیکھ لیا کہ یہ درویش ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ بہت ہی مروّت کا برتاؤ کیا۔ آپ کو آغا غفور شاہ صاحب کے ساتھ بہت ہی محبت ہو گئی تھی۔ جب وُہ آپ سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے اسے کہا کہ ان سڑکوں کی تعمیر کے بعد میں بھی آپ کے ساتھ سفر پر جاؤں گا۔ جب آپ اپنے کام سے فارغ ہو گئے تو ہر دو حضرات خراسان کی طرف روانہ ہو گئے۔ سفر کے دوران اللہ والوں کی صحبت میں رہے۔ مزارات پر حاضر ہُوئے۔ آخر حضرت سیّد ستّار شاہ آغا غفور شاہ صاحب سے رخصت ہُوئے۔ آغا غفور شاہ صاحب کابل چلے گئے اور حضور باچاجان صاحب زہد و ریاضت کی زندگی میں مصروف ہو گئے۔ سیّد ستار شاہ صاحب کچھ عرصہ کے بعد اپنے دوست کو ملنے کابل گئے تو آپ کی ملاقات اس وقت کے شہرۂ آفاق ولی اللہ حضرت سیّد حسن صاحب المعروف نقیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہُوئی اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ نقیب صاحب سے بیعت ہُوئے۔ پہلی بار ہی حضرت نقیب صاحب نے آپ کو مراتب روحانی سے سرفراز فرما دیا۔ آپ وہاں سے سیدھے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ کئی برس اجمیر شریف میں بسر کئے کہ باطنی طور پر حضرت خواجۂ بزرگ کی طرف سے حکم ملا کہ آپ علاقہ بہار میں جا کر اپنا کام کریں۔ چنانچہ ۹ برس تک آپ نے سڑکوں کی تعمیر کا کام کیا جس سے آپ کو بہت ہی منافع ہُوا۔ اس نو برس کے عرصہ میں ہر برس باقاعدہ

[عر]س مبارک پر حاضر ہوتے اور خوب سخاوت کرتے۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بہار کی کمائی بہار کے غرباء،
[م]ساکین اور فقراء پر صرف کر دی۔

بقول صاحب "اسلام کی زندہ تحریک چشتیت[۱]" اس مرتبہ ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ شدتِ جذبات سے
[آ]نکھیں ہر وقت نم رہتیں۔ بے قراری کی یہ کیفیت تھی کہ کئی کئی دن مسلسل جاگتے رہتے اور پچھلی رات عالم وارفتگی
[م]یں مزار اقدس کا طواف کرتے۔ غرضیکہ آپ کو حضرت خواجۂ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے
[ار]شاد فرمایا: "ستار شاہ تم اب کشمیر کا رُخ کرو۔ تمھاری اماتنوں کا امین تمھارا منتظر ہے۔" آپ اس حکم کو پاتے
[ہ]ی اجمیر شریف سے روانہ ہو گئے۔ ادھر آپ کے ایک پرانے رفیق جناب سید رسول بادشاہ تبت میں ایک مزار
[پر] معتکف تھے۔ اُن کو وہاں سے حکم ہوا کہ "تم کشمیر میں حضرت سائیں محمد عظیم[۲] صاحب کشمیری کے پاس جاؤ، تمھاری
[ام]انت وہاں ہے۔" جب سید رسول شاہ بادشاہ صاحب سائیں صاحب کی خدمت میں پہنچے تو سائیں صاحب نے
[ب]یعت کرنے کے بعد فرمایا کہ "تم نے سید ستار شاہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب میں کسی اللہ والے کو پاؤں گا تو
[ت]میں بتاؤں گا۔ جاؤ اپنے عہد کو پورا کرو۔ جو وعدہ تم نے کیا تھا وہ نہ بھولو وہ سلطان الہند کی طرف سے ادھر
[رو]انہ کیا گیا ہے۔ اس کو لے کر ہمارے پاس پہنچ جاؤ۔ سید رسول شاہ صاحب کی ملاقات کوہالہ کے مقام پر
[آ]پ سے ہوئی۔ یہ دونوں حضرات سائیں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سائیں صاحب نے آپ کو
[د]یکھتے ہی فرمایا: "ستار شاہ تم آ گئے۔" آپ نے عرض کیا: "حاضر ہو گیا ہوں۔" سائیں صاحب نے آپ کو
[ب]یعت کیا۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں کافی عرصہ رہے اور کما حقہٗ ان کی خدمت بجا لائے۔ حضرت
[با]با جان صاحب کے مخلص مرید حکیم محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ "سائیں صاحب نے ایک دن بادشاہ صاحب

---

[۱] صفحہ ۲۴۵ مصنفہ عبد الغفور غوری

[۲] جناب سائیں محمد عظیم صاحب جناب مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم کے مرید و خلیفہ تھے اور مولانا عبید اللہ صاحب حضرت شاہ
[س]ید احمد صاحب بریلوی کے مُرید و خلیفہ تھے۔ اسی لیے آپ کا سلسلہ قادریہ چشتیہ نظامی نیازی کہلاتا ہے۔

کو بُلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے ہاں منظور و مقبول کر لیا ہے اس لیے میں بھی تمھیں اپنے خاص انعامات سے سرفراز کرتا ہُوں۔ اب میرے سلسلہ کی تمام قسم کی تم کو اجازت ہے"۔ اور یہ بھی سائیں صاحب نے فرمایا: "میری مسلسل ریاضتوں اور کوششوں کی جو کمائی ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نعمت میں نے پائی ہے وہ سب تم کو دے کر اب میں اپنا حق پُورا کر رہا ہُوں"۔ بادشاہ جان صاحب جب خلافت سے نوازے گئے تو اپنے مرشد ارشد کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضور میری ایک گزارش ہے کہ جس لباس میں، میں ہُوں اسی میں رہوں گا کیونکہ حضرت سائیں صاحب صرف ایک کمبل اور ایک لنگوٹ میں زندگی گزارتے تھے۔ محمد اسماعیل صاحب کا بیان کہ جب آپ نے یہ درخواست کی تو سائیں صاحب مراقب ہو گئے تو حضور خواجۂ بزرگ خواجہ اجمیریؒ سے اجازت حاصل کی اور فرمایا: "ستار شاہ، بادشاہوں کا لباس پہنو، تم فقر کے بھی بادشاہ ہو"۔ ہر چہار سلاسل میں اجازت مرحمت فرمائی اور بقول عبدالغفور صاحب غوری سائیں صاحب نے فرمایا: "ستار شاہ اقلیم ولایت میں تم آفتاب کی طرح جگمگاتے رہو گے تمھارا نیّرِ اقبال ہمیشہ اوج پر رہے گا۔ تمھاری ذات سرچشمۂ ہدایت بن کر بن کر رہے گی۔ نصرتِ الٰہی ہر قدم پر تمھارے ساتھ رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ"[1]۔

آپ اپنے مرشد سے رخصت ہو کر اجمیر شریف حاضر ہُوئے۔ کچھ عرصہ خانقاہ عالیہ میں مصروف عبادت رہے اور سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد مرشد کی خدمت میں حاضری دی۔ یہ قیام آپ کا چند مہینے رہا۔ غوری صاحب "اسلام کی زندہ تحریکِ چشتیت" میں لکھتے ہیں: "حضرت سائیں صاحب قبلہ کشمیری سے خلوت و جلوت میں باتیں رہیں۔ وُہ باتیں کیا تھیں اس پر آپ نے کبھی روشنی نہیں ڈالی اور صرف یہ کہہ کر گزر گئے کہ وُہ فقر کے ایسے بنیادی نکات تھے جس کا عام ذہن متحمل نہیں ہو سکتا۔ سائیں صاحب نے آپ کو حکم دیا کہ آپ پشاور شہر میں قیام کر کے اس سلسلہ کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو جائیں۔ آپ نے پشاور میں ڈبگری بازار کے بالکل وسط میں ایک مکان کرایہ پر لے کر تبلیغ شروع کر دی۔ لوگ جوق در جوق خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔

---

[1] اسلام کی زندہ تحریک چشتیت صفحہ ۲۴۵۔

صرف پشاور ہی نہیں بلکہ قبائل سرحد اور صوبہ سرحد کے گوشہ گوشہ سے مخلوقِ خدا کا تانتا بندھ گیا۔ ہر ایک اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب ہوتا چلا رہا ہے۔ بڑے بڑے کبیرہ گناہ کرنے والے آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر صالح اور ولی اللہ بن گئے۔ ان پڑھ سے لے کر فضلاء اور علماء تک آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر فخر محسوس کرتے۔ آپ کے اخلاق حسنہ اور پیار و محبت کی وجہ سے پشاور شہر کا بچہ بچہ (جو کہ آپ کے مریدین سے نہیں تھا) آپ کا گرویدہ تھا۔ ہر اسلامی مہینہ کی چھٹی تاریخ کو عام سماع کی محفل منعقد کرتے اور شبِ جمعہ کو تو خصوصی مجلسِ سماع ہوا کرتی۔ وہ علماء کرام جنہوں نے آپ کی ان مجالس پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ جب آپ کے قریب ہوئے آپ کے تبلیغی مشن کا بغور مطالعہ کیا۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھا تو آپ کے مرید ہو کر فائز المرام ہوئے۔ تمام رات نوافل، تلاوت کلام الٰہی اور مراقبہ میں گزار دیتے۔ آپ کی مجلس میں کسی چھوٹے بڑے کی تخصیص نہیں تھی۔ آپ کی نظرِ عنایت امیر و غریب پر یکساں تھی۔ آپ کے لنگر میں بہتر سے بہتر کھانا پکتا۔ دستر خوان بچھ جاتا۔ تمام موجود لوگ امیر، غریب، مسکین، فقیر ایک ہی دستر خوان پر جمع ہو جاتے۔ جب تمام حاضرین ہاتھ دھو ڈالتے تو پھر آخر میں یہ مسند نشین فقیر ہاتھ دھوتے اور سب کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ دوپہر اور شام آپ کا یہی طریقہ تھا۔ اجمیر شریف اور سائیں صاحب کے عرس پر باقاعدہ حاضری دیتے۔

آپ نے سلسلہ چشتیہ کی اشاعت و تبلیغ میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ آپ کے مریدین برّ صغیر پاک و ہند میں ہزارہا کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ کی مجلس میں دیگر سلسلہ کے اکثر مشائخ بھی حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے اور آپ کے علم و حکمت سے استفادہ کرتے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اس علاقہ میں سلسلہ چشتیہ نیازیہ کو آپ ہی نے فروغ دیا ہے۔

آپ ۲۳ اور ۲۴ ذی الحجہ کی درمیانی شب کو جشن مناتے تھے۔ ڈھکری بازار دلہن کی طرح سجایا جاتا اور آپ بمعہ اپنے احباب کے عشاء کی نماز کے بعد اپنے مکان سے تشریف لاتے اور ہر دکان کا بنفسِ نفیس معائنہ فرماتے اور پھر مجلسِ سماع کا انعقاد ہوتا۔

اجمیر شریف میں زمانۂ قدیم سے یہ قاعدہ تھا کہ سینکڑوں میل پیدل چل کر زائرین عُرس کے موقع پر شمولیت اختیار کرتے۔ ان کے آنے کا یہ قاعدہ تھا کہ اپنے اپنے علاقوں سے ایک مقام پر جمع ہوتے۔ پھولوں کی چھڑیاں اور عَلَم اٹھائے ہُوئے ۲۵ رجمادی الثانی کو اجمیر شریف میں اجتماعی طور پر داخل ہو کر علم مبارک آستانۂ مبارک پر نصب کرتے۔ یہ طریقہ اب ختم ہو چکا تھا۔ مگر جناب سید عبدالستار شاہ بادشاہ نے ۱۹۲۷ء میں پھر اس طریقہ کو رائج کیا۔ اس کی یہ صورت تھی کہ جناب عزّت مآب متولی صاحب کے مکان سے آپ نے یہ علم مبارک اُٹھایا اور بڑے تزک واحتشام کے ساتھ آستانۂ مبارک کے دروازہ پر نصب کیا۔ ۲۵ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پاکستان بننے تک تو حضور بادشاہ جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود یہ کام سرانجام دیتے رہے اور پاکستان بننے کے بعد آپ کے مریدین میں سے غوری خاندان کے ایک صاحب جناب لعل محمد صاحب غوری یہ خدمت نہایت ہی محبّت واخلاص کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ کے ابتدائی ایّام میں آپ کی طبیعت بیمار ہو گئی۔ چنانچہ یہ آفتاب علم و معرفت بتاریخ ۲۰۔ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ کو غروب ہو گیا اور ۲۱۔ ذی قعدہ کو ہزاروں افراد نے بیرون ڈگری دروازہ آپ کو سپردِ خاک کر دیا۔ آپ کی خانقاہ، خانقاہ ستاریہ کے نام سے موسوم ہے اور ہر سال ۱۵۔ تاریخ سے ۲۱۔ تاریخ تک عُرس منعقد ہوتا ہے۔

مولٰنا حاجی حافظ عبدالرحیم صاحب مرحوم

(سابق لائبریرین اسلامیہ کالج پشاور)

آپ کی ولادت ۲۷۔شوال ۱۲۹۲ھ (ستمبر ۱۸۷۵ء) کو بمقام کُلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں ہُوئی۔ آپ کے والد مولوی محمد نعیم صاحب ایک متوسط درجہ کے عالم تھے جو کہ درس وتدریس کے علاوہ حصولِ معاش کے لئے جلد سازی اور نقاشی کا کام کرتے تھے۔ اِن کے جدِامجد حافظ محمود صاحب بھی اہلِ علم سے تعلق رکھتے تھے اور افغانستان سے ہجرت کر کے کُلاچی میں آباد ہُوئے تھے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد مولوی محمد نعیم صاحب کے علاوہ مولوی صدرالدین صاحب، قاضی عبدالمجید صاحب اور مولوی غلام رسول صاحب سے حاصل کی اور علمِ حدیث کا استفادہ مولوی داؤد صاحب سے کیا۔ اسی دوران میں حفظِ قرآن مجید بھی کرتے رہے۔

طلبِ معاش کے سلسلہ میں ۱۹۱۱ء میں امرتسر گئے اور وہاں اخبار وکیل کے سب ایڈیٹر مقرر ہُوئے۔ ۱۹۱۲ء میں لاہور تشریف لائے اور مشہور اخبار زمیندار میں مترجم کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ اِنہی دنوں میں آپ نے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے پاس کئے اور اسی ملازمت کے دوران آپ کو مولٰنا ظفر علی خاں صاحب اور مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کے ساتھ کام

کرنے کا موقع ملا۔ مولٰنا ابوالکلام آزاد صاحب آپ کی استعداد، ذہانت اور محنت کرنے کی صلاحیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب انہوں نے کلکتہ سے "الہلال" جاری کیا تو آپ کو اُس کے ادارہ میں شرکت کی خصوصی دعوت دی اور کافی اصرار کیا لیکن بعض وجوہ کی بنا پر مولٰنا صاحب اس پُرخلوص دعوت کو قبول کرنے سے معذور رہے۔

۱۹۱۳ء میں جب سرسیدِ سرحد صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب کو اسلامیہ کالج پشاور کے عظیم کتب خانہ کی ترتیب و نگرانی کے لئے کسی موزوں شخص کی ضرورت ہوئی تو اُن کی نگاہِ انتخاب مولانا عبدالرحیم پر پڑی اور صاحبزادہ صاحب نے خود آپ کو پہلے خط لکھ کر اور پھر تار دے کر اس اہم ذمّہ داری کو قبول کرنے کی پیشکش کی۔

یہی لائبریری جسے مکتبۂ علومِ مشرقیہ دارالعلوم اسلامیہ، پشاور (اورینٹل لائبریری۔ اسلامیہ کالج پشاور) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مولٰنا عبدالرحیم کی زندگی کا ایک اہم اور عظیم مقصد بن گئی۔ چنانچہ آپ نے اپنے قیمتی وقت کا بیشتر حصّہ اسی کے لئے وقف کر دیا اور اپنی خداداد ذکاوت اور علمی صلاحیتوں کی بدولت اس قدر خلوص اور جانفشانی سے اس بیش بہا ذخیرۂ کُتب کی نگہداشت کی کہ پانچ سال کے قلیل عرصہ میں ان کتابوں کی ایک مفصّل اور محقّقانہ فہرست مرتّب کر لی جو کہ "لُبابُ المعارفِ العلمیہ فی دارالعلوم الاسلامیہ" کے نام سے موسوم ہے اور جسے بلاشبہ تصنیفاتِ علومِ مشرقیہ اور اُن کے مصنّفین کا "دائرۃ المعارف" (انسائیکلوپیڈیا) کہا جا سکتا ہے۔ اس محققانہ فہرستِ کُتب میں ڈھائی ہزار تصنیفات اور آٹھ سو مصنّفین کے متعلق جامع و مانع معلومات موجود ہیں جو کہ مولّف کی کاوش اور تبحّرِ علمی کی زبانِ حال سے گواہی دیتے ہیں۔ اس فہرستِ کتب کا کئی مُلکی اور بیرونی مستشرقین علومِ مشرقیہ کے بارے میں حوالے اور سند کے طور پہ ذکر کرتے ہیں۔

اگرچہ مولٰنا عبدالرحیم صاحب کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ اسی کتب خانہ کی ترتیب و تنظیم اور "لُبابُ المعارف"

تصنیف ہے لیکن اس کے علاوہ بھی اُن کی زندگی مرتے دم تک عربی زبان، قرآن حکیم اور علوم دینیہ کی تدریس واشاعت میں گزری۔ آپ نے کئی اہم تصنیفات کا اُردو ترجمہ کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ترجمے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا اور آپ کے تراجم میں سلاست، روانگی اور عام فہم ہونے کی خصوصیات خاص طور سے قابل ذکر ہیں جس کی وجہ سے کئی دقیق اور پیچیدہ مضامین اور مسائل کو آپ نے طالبانِ دین کے لئے سہل بنا دیا ہے۔

آپ کے محبوب و مرغوب مصنفین حضرت امام ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ اور علامہ طنطاوی تھے اور انہی کی اکثر کتابوں کے آپ نے تراجم کئے۔

تراجم کے علاوہ آپ نے عربی زبان کی ایک لغت اور عربی گرامر بھی تصنیف کی اور عربی زبان کے نئے سیکھنے والوں کے لئے آپ نے ایک سلسلہ "صحائفِ اربعہ" کا تالیف کیا جس میں "التلقین الطبعی" یعنی "DIRECT METHOD" کے ذریعے عربی سکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

آپ تیس سال تک (۱۹۱۳ء تا ۱۹۴۳ء) اسلامیہ کالج پشاور میں عربی اور پشتو پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں دوبارہ لائبریری کی نگرانی کے لئے متعین کئے گئے اور خصوصاً قلمی نسخوں اور نادر کتب کی نگہداشت آپ کے سپرد کی گئی۔ جون ۱۹۵۰ء میں پھر اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش کر دیئے گئے لیکن آپ بھانہ ماڑی پشاور کے صاحبزادہ فضلِ صمدانی صاحب کے ہاں اُن کے کتب خانہ کی فہرست تیار کرنے کے سلسلے میں مصروف ہو گئے۔ اسی علمی شغل میں مصروف تھے کہ تین روز کی مختصر علالت کے بعد ۱۹ ستمبر ۱۹۵۰ء (۶۔ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ) تقریباً گیارہ بجے صبح خالقِ حقیقی سے جا ملے اور اپنی وصیت کے مطابق اسلامیہ کالج پشاور کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

آپ کی ذاتِ گرامی بہت فیض رساں تھی اور کئی شائقینِ علمِ دین نے آپ کی وساطت سے قرآن و حدیث کا فہم حاصل کیا اور دین و دنیا کی دولتوں سے مالا مال ہوئے۔

آپ کے تراجم اور تصانیف جن کا پہلے اشارۃً ذکر ہو چکا ہے، حسب ذیل ہیں :

۱۔ لُباب المعارف العلمیہ فی مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ پشاور۔

۲۔ ردّ الاخوان : عربی زبان کے متداول اور کثیر الاستعمال الفاظ کی لغت جس میں غرائب القرآن اور اُس کے محاورات کا خصوصیت سے التزام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب قلمی ہے اور مصنف کے کا لکھا ہوا نسخہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

۳۔ میزان اللسان : عربی زبان کی عام فہم اور سہل گرامر۔ یہ کتاب بھی قلمی ہے۔

۴۔ حجۃ اللہ البالغہ (ترجمہ از حضرت شاہ ولی اللہ)

۵۔ مکتوبات امام ربانی (ترجمہ و تشریح مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی مع سوانحِ عمری حضرت امام صاحب

۶۔ مقالات و حالات سید جمال الدین افغانی ؒ

۷۔ جواہر العلوم (ترجمہ از علامہ طنطاوی)

۸۔ سلسلۂ صحائف اربعہ برائے تدریس عربی بطریق تلقین طبعی

۹۔ جامع الآداب (ترجمہ "آداب الفتی")

۱۰۔ تراجم تصانیفِ شیخ الاسلام ابن تیمیہ : ولی اللہ، فتوے شرک شکن، خلاف الامۃ، مناسک حج تفسیر آیت کریمہ۔

۱۱۔ تراجم تصانیف علامہ ابن قیمؒ : اسلامی تصوف، تفسیر المعوذتین۔

۱۲۔ تراجم تصانیف حضرت شاہ ولی اللہؒ : خیر کثیر، البدور البازغہ، تفہیمات الٰہیہ، معارف الدینیہ حق الیقین۔

۱۳۔ نجد و حجاز (ترجمہ از علامہ رشید رضا)

۱۴۔ نثر اللآلی : حضرت علیؓ کے اقوال کا پشتو ترجمہ۔ اردو میں بھی ترجمہ کیا جو کہ چھپ نہ سکا۔

- اسلام اور کمیونزم : پروفیسر ڈاکٹر احسان اللہ خان کے ایک انگریزی مقالے کا پشتو ترجمہ۔
- سیرت النبیؐ (پشتو) : یہ ایک عربی رسالے کا ترجمہ ہے جو کہ رسالہ "پشتو" (کابل) میں ۱۹۴۲ء میں گیارہ قسطوں میں شائع ہوا (جلد ۱، شمارہ ۵ تا جلد ۲، شمارہ ۴)
- علامہ طنطاوی کی "تفسیر الجواہر" کا اردو ترجمہ شروع کیا ہوا تھا اور جلد ۲ تا ۵ کا ترجمہ بھی کر چکے تھے کہ زندگی نے اور مہلت نہ دی (یہ ترجمہ غیر مطبوعہ فرزندانِ مولانا مرحوم کے پاس موجود ہے)
- "قوت ارادی" (WILL POWER) کے موضوع پر ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا۔
- مختلف جرائد و رسائل میں وقتاً فوقتاً آپ کے مقالات، مضامین اور تراجم چھپتے رہے۔

اس فہرست کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا موصوف نے کس قدر مصروف زندگی گزاری ہوگی اور یہ حقیقت ہے کہ انھیں مطالعہ اور تصنیف و تالیف سے حد درجہ شغف تھا۔ اُن کی ایک ذاتی ڈائری میں لکھا ہوا ایک شعر اُن کے اس میلانِ طبع کی کس خلوص اور سادگی سے عکاسی کرتا ہے :

ہمارا کام کیا دُنیا سے، مکتب ہے وطن اپنا
چلیں گے جبکہ دُنیا سے، ورق ہوں گے کفن اپنا

آپ ۱۹۴۰ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۃ النبیؐ کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔

آپ کے دو فرزند محمد اسحاق اور محمد اسماعیل ہیں جو کہ دونوں پشاور یونیورسٹی میں ملازمت کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل محمودی (متعین خیبر میڈیکل کالج پشاور) نے مولانا صاحب مرحوم کی یاد میں ایک نظم لکھی ہے اور اُن کا قطعۂ تاریخِ وفات بھی کہا ہے جو کہ درج ذیل ہیں :

قطعہ

ساقیِ ما شد بحق واصل مگر باقیست مے
کیف ہم باقیست، مے ریزد کہ جامِ ما شکست

خستہ محمودیؔ ! بگو تاریخِ وصلِ او کہ "وائے

والدیم عبدالرحیم از عالمِ دُنیا برفت"

۱۳ ھ ۶۹

خطاب بہ قبلہ گاہی مرحوم

(از ڈاکٹر محمد اسماعیل محمودی)

اے مرے مرحوم والد ! میرے اُستادِ شفیق !

تیری یاد اور فیض سے قائم مری شمعِ حیات
نورِ عرفاں سے کیا تُو نے ہی مجھ کو آشنا

ورنہ اس لاشے کو کیا نسبت بہ آں عالی صفات
تُو نے گرویدہ بنایا مجُھ کو اُس قدوس کا ؛

جس کی قدرت کا ہے اِک ظاہر کرشمہ کائنات
تُو نے پیغامِ الٰہی سے کیا واقف مجھے

پھر بتا ڈالے کئی پُر کیف اسرار و نکات
تیرے فیضانِ نظر کا میں نہیں تنہا رہین

بیسیوں ہی پا گئے تیرے کرم سے سرِّ ذات
تیرے نورِ علم سے روشن ہے اب بھی میری راہ

ورنہ ہوتی تیرگی میرے لئے در شش جہات

تشنگی ذوقِ نظر کی ، میری بھڑکا کر چلا
ہو گیا مجھ پہ عیاں ، دُنیا ہے فانی ، بے ثبات!

اب تو بس تنہائیاں، یا انتظارِ وصل ہے
اور کیا باقی رہا محمودیِ غم گیں کے ہات!

ابوالحفّاظ مولٰنا مولوی قاری عبدالسّلام صاحبؒ

(فرغانوی ثم پشاوری)

ابوالحفاظ الحاج قاری عبدالسلامؒ موضع فرغانہ علاقہ ترکستان (سویت روس) کے رہنے والے تھے آپ کا تعلق مغل خاندان سے تھا اور آپ اس خاندان کے رؤسا میں سے تھے۔ آپ کا گھر علم و معرفت کا مرکز تھا آپ کے والد مولوی عبدالرحیم اپنے علاقہ کے بلند پایہ عالم تھے۔ آپ کے بھائی مولوی محمد یوسف اپنے شہر کے قاضی تھے آپ نے بھی اسی علمی ماحول میں پرورش پائی۔ ظاہری علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد آپ نے سلوک و معرفت کے حصول کے لئے اپنے وقت کے مشہور صوفی عالم حضرت قدوۃ السالکین و زبدۃ العارفین شیخ العلماء صوفی خلیفہ عثمان علی صاحب قادری ساکن فرغانہ ترکستان کی طرف رجوع فرمایا۔ آپ ان کے اخلاق حسنہ و اعمال صالحہ سے بہت متاثر ہوئے اور آنجناب کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک ہو گئے۔ آپ کی خدمت میں رہ کر سلوک و معرفت کی تکمیل کی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ پر اس سلسلہ کی نسبت غالب تھی جس کی بدولت حضور محبوب سبحانی قطب ربانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں آپ سرشار تھے۔ اسی وجہ سے آپ سادات گیلانیہ کا انتہائی ادب و احترام فرماتے اور جب بھی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرماتے تو شوق و ذوق میں آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ آپ فقہ حنفی کی تقلید فرماتے اور اہل سنت والجماعت کے

انسانی پابند تھے چونکہ حضرت استاذ القراء حافظ عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ کے ممتاز عالم دین اور مذہبی تھے۔ لہذا انقلاب ترکستان میں آپ بھی خصوصیت کے ساتھ کمیونزم کا نشانہ بنے۔

آپ کا اپنا بیان ہے کہ "ایک بار کمیونزم کے لیڈروں نے ایک خصوصی اجتماع میں قرآن حکیم، پیغمبر اسلام شعائر اسلامیہ کی کھلے الفاظ میں توہین کی اور اسلام کو فرسودہ اور پرانا مذہب بتا کر کہا کہ اب یہ قطعاً ناقابل عمل ہے۔ میں بھی اس اجتماع میں مدعو تھا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے ان لوگوں سے انتہائی نفرت پیدا ہوئی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ ممکن وسائل اور طریقوں سے اس لادینی تحریک کا مقابلہ کروں گا۔" چنانچہ وہ تحریک اسلامی جو ترکستان میں سوشلزم اور کمیونزم کے خلاف چل رہی تھی۔ آپ اس میں شامل ہو کر دین اسلام کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ بحث و مباحثہ، تقریر و تحریر سے جب کام نہیں چلا تو آپ بحیثیت پیغمبر اسلام کے ایک سپاہی کے ہر طرح مسلح ہو کر میدان جہاد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکل آئے اور داعیان سوشلزم اور کمیونزم کا مردانہ وار مقابلہ شروع کر دیا۔ آپ کی اس تحریک اسلامی نے تمام علاقہ ترکستان کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ جنرل شیر محمد بیگ کو اس تحریک کا قائد مقرر کر کے باقاعدہ کمیونزم گورنمنٹ کے خلاف اسلامی حکومت کا اعلان کر دیا۔ جنرل شیر محمد بیگ کی مجلس کے آپ رکن اعلیٰ تھے۔ تمام امور آپ کے مشورے سے طے پاتے۔ تمام اسلحہ وغیرہ جنرل شیر محمد بیگ کی زیر نگرانی ہوتا۔ مجلس کے فیصلہ کے مطابق عملاً جہاد شروع کیا گیا۔ اسلام کی سربلندی کے لئے مسلمانان ترکستان اس تحریک کے علم کے نیچے جمع ہو گئے اور اس علاقہ سے سوشلزم اور کمیونزم کو کلی طور پر ختم کرنے کا عہد کر کے سر سے کفن باندھ کر میدان جہاد میں اتر آئے۔ مگر افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ بقول آپ کے اپنوں ہی میں سے بعض غدار عناصر سوشلسٹوں سے مل گئے اور انہوں نے تحریک اسلامی کی جڑیں کھود کر اسے کمزور کر دیا۔ اس کے نتیجے میں تمام ترکستان ان کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی بدولت کفر، لادینی اور الحاد کی گود میں چلا گیا جس کی سزا آج تک روسی ترکستان کے مسلمان بھگت رہے ہیں اور معلوم نہیں کب تک وہ اشتراکیت کا شکار بنے رہیں گے۔ یہ اسلامی تحریک ناکام ہوئی۔ آپ کے تقریباً تمام ساتھی شہید کر دیئے گئے یا تنگ و تاریک جیل کی کوٹھڑیوں کی نذر کر دیئے گئے یا پھر تختہ دار پر چڑھا دیئے گئے۔ کتب خانے جلا دیئے گئے

اور اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ جب یہ تحریک ناکام ہو گئی تو انتہائی تکالیف اور مصائب کے بعد آپ نے برصغیر ہند و پاک کی طرف ہجرت اختیار کی جس وقت بھی آپ کے آگے سوشلزم اور کمیونزم کا ذکر چھڑتا تو آپ بہت ہی شدت کے ساتھ اس فلسفۂ حیات سے نفرت کا اظہار فرماتے اور آپ فرماتے کہ "یہ نظریہ اسلام کے بنیادی نظریوں کے خلاف مصروفِ پیکار ہے۔"

بمبئی میں آمد

الحاج صدر القراء قاری عبد السلامؒ علوم تجوید قرأت اور حفظ میں قاری حافظ شمس الدین صاحب فرغانوی ترکستانی کے شاگرد رشید تھے۔ حافظ قاری شمس الدین صاحب جناب قاری عبد اللہ صاحب مکی کے شاگرد تھے۔ قاری شمس الدین مسجد طورہ قل بائے سے ۱۹۳۲ء میں بھارت بمبئی چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد جناب حضرت قاری عبد السلامؒ اس جامع مسجد کے خطیب اور امام مقرر ہوئے۔

آپ نے تقریباً ۴۱ برس تک تمام دنیاوی علائق سے الگ تھلگ ہو کر صرف اور صرف قرآن حکیم کی خدمت کو اپنا مطمحِ نظر بنایا۔ تجوید، قرأت کے علوم سکھاتے۔ قرآن حکیم حفظ کرواتے اور ناظرہ پڑھاتے۔ دن رات ہر وقت اسی عبادت میں مصروف رہے۔ تین برس تک جامع مسجد گنج علی خان بازار کلاں میں بھی قرآن مجید کا درس دیا۔ ۱۳۸۲ھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ان گنت ہے۔ صرف صوبہ سرحد ہی نہیں، مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان، کابل، ہرات اور سوات، باجوڑ، وبرتک کے دور دراز علاقوں تک آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں اور قرآن مجید کی خدمت میں مصروف ہیں۔ آپ کے پڑھانے میں اتنی برکت اور اتنا کمال تھا کہ شاگرد آپ ہی کی طرح تلاوت کرتا ہے، گویا اپنی زبان شاگرد کے منہ میں رکھ دیتے ہیں۔

اخلاقِ کریمانہ

آپ نہایت ہی ملنسار، متواضع، مہمان نواز اور انتہائی اخلاقِ کریمانہ کے مالک تھے۔ پشاور شہر کا بچہ بچہ آپ کی انتہائی عزت کرتا اور آپ کو ایک مشفق باپ کی طرح جانتا۔ آپ نے تمام عمر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ کبھی کسی سے چندہ نہیں مانگا۔ کسی کے دروازے پر سائل بن کر نہیں گئے۔

خدمت بہت قلیل ماہوار تنخواہ پر گزر اوقات کرتے۔ آپ معذور طلبہ کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے اور ان کی ضروریات
پورا کرتے۔ جو بھی آپ سے تجوید یا قرأت کا علم حاصل کرتا یا قرآن کریم یاد کر لیتا تو اس کو سند عطا فرماتے۔ ۷۰
برس کی عمر گزار کر اللہ تعالیٰ کا یہ مقبول و برگزیدہ بندہ، مجاہد فی سبیل اللہ، قرآن حکیم کا بے غرض اور بے لوث خادم،
اسلام کا نامور محافظ اور ممتاز عالم دین بروز جمعۃ المبارک ۳۰۔ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ کو انتقال کر گیا۔

آپ کی وفات کی خبر پشاور شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ بڑے سے چھوٹے سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔
یک کی زبان پر افسوس تھا۔ ہفتہ کے دن صبح نو بجے جنازہ اٹھایا گیا تو تمام پشاور اور مضافات کے لوگ ایک
سیلاب کی طرح آرہے تھے۔ جنازہ کے آگے ذکر الٰہی کے حلقے ہو رہے تھے، درود و سلام پڑھا جا رہا تھا۔
قصہ خوانی کے بازار میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ہزارہا کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ آپ کو جامع مسجد
قم بائے نزد لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں دفن کیا گیا۔

آپ کے دو صاحبزادے قاری عبدالسمیع اور قاری عبدالستار ہیں۔ قاری عبدالسمیع کی آپ کے دفن سے
دستار بندی کی گئی جس میں پشاور کے علماء و سادات شامل تھے۔ اب یہی مسجد کے خطیب اور امام ہیں اور
القرآن کا مدرسہ چلا رہے ہیں۔ آپ نے اپنی تینوں صاحبزادیوں کا عقد کر دیا تھا۔ آپ کے فاضل ترین
د جناب قاری محمد اصغر صاحب آپ کے داماد ہیں۔

حضرت علّامہ مولٰنا مولوی محمد علی اللہ جان صاحب

(ساکن صریخ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور)

مولٰنا مولوی فدا محمد صاحب

حضرت مولٰنا مولوی محمد علی اللہ صاحب کے جدامجد جناب مولٰنا مولوی فدا محمد صاحب مرحوم موضع کالوخان ضلع مردان سے آکر موضع صریخ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں آباد ہُوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یوسف زئی افغانوں سے ہے۔ چونکہ یہ گھرانہ تقریباً تین سو برس سے علومِ اسلامیہ کا درس دیتا چلا آرہا تھا، آپ نے بھی اسی طرح یہاں پہنچ کر ۱۸۴۱ء میں درس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ منطق میں علاّمۂ وقت تھے۔ اپنے صاحبزادہ جناب مولٰنا مولوی مزمل شاہ صاحب مرحوم کو یہاں چھوڑ کر آپ باجوڑ تشریف لے گئے، وہیں آپ کا انتقال ہوا۔

مولٰنا مولوی مزمل شاہ صاحب

جناب مولٰنا مولوی مزمل شاہ صاحب نے اپنے والد مولٰنا مولوی فدا محمد صاحب (مرحوم) سے علومِ متداولہ کی تکمیل کر کے درس دینا شروع کر دیا۔ آپ کا درس بہت وسیع تھا۔ کابل، غزنی، ہرات، ایران، آزاد قبائل اور صوبہ سرحد کے کونہ کونہ سے طلبہ آپ کے پاس آکر علومِ عقلیہ و نقلیہ حاصل کرتے۔ علمِ منطق میں آپ اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے۔ منطق کی انتہائی کتاب قاضی مبارک پر عربی میں حاشیہ لکھا جو کہ تمام پختون علاقہ میں "حاشیہ صریخ"

کے نام سے مشہور ہے۔ پشتو میں "سُلّم" پر حاشیہ تحریر کیا۔ آپ کی شہرت بخارا تک پہنچی ہُوئی تھی۔ حضرت قطب الاقطاب حافظ عبدالغفور صاحب اخونی صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور ماذون ہوئے۔ حضرت مولنا مولوی فضل قادر صاحب المعروف خفہ مولوی صاحب ترنگزئی، حضرت مولنا مولوی شاکر اللہ صاحب ترنگزئی اور حضرت مولنا مولوی صاحب حق صاحب رحمۃ آپ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی عمر ۹۰ برس کے قریب تھی۔ ۱۸۰۵ء کے قریب انتقال ہوا۔ آپ کے فرزند مولنا مولوی حبیب اللہ خاں صاحب تھے۔

مولنا مولوی حبیب اللہ خاں صاحب

جناب مولنا مولوی حبیب اللہ خاں صاحب نے اپنے والد گرامی مولنا مولوی مزمل شاہ صاحب اور اپنے والد کے مختلف شاگرد علماء سے علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ اپنے خاندان کی روش پر قائم رہتے ہوئے درس کا سلسلہ قائم رکھا۔ آپ کے درس میں طلبہ کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی۔ آپ بھی منطق میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ تمام عمر اپنے گاؤں میں ہی دن رات پڑھاتے رہے۔ آپ کے شاگردوں میں مولنا مولوی فضل ربانی صاحب متھرانو، مولنا مولوی محمد شریف صاحب کوچیان اور مولنا مولوی عبیداللہ صاحب کانگرہ اپنے وقت کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت خواجہ نجم الدین صاحب المعروف "ہڈہ مولنا صاحب" سے بیعت تھے اور ماذون بھی تھے۔ آپ درس تدریس کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف بھی کرتے۔ آپ نے انتہائی تحقیق کے بعد فتویٰ دیا کہ اگرچہ صابی کی توبہ اس کے اپنے نفس کے لئے قابلِ قبول ہو مگر شرعی طور پر اس پر ضرور حد جاری کی جائے گی۔ آپ کا انتقال ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ آپ کے فرزند مولنا مولوی محمد علی اللہ جان صاحب تھے۔

مولنا مولوی محمد علی اللہ جان صاحب

مولنا مولوی محمد علی اللہ جان صاحب نے اپنے والد گرامی مولنا مولوی حبیب اللہ صاحب کے علاوہ مولنا مولوی قطب الدین صاحب غورغشتی، حضرت محدث جلیل مولنا مولوی محمد ایوب صاحب خطیب جامع مسجد سنگ مرمر پشاور اور حضرت مولنا مولوی قاضی پور میاں صاحب سے تمام علومِ درسیہ کی تکمیل کی۔ آپ کے درس

ہیں ملک کے ہر علاقہ کے طلبہ موجود تھے۔ آپ کے علم کی شہرت خصوصاً منطق، حدیث اور تفسیر دُور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہرات، بخارا اور کاشغر تک کے دُور و دراز علاقہ کے طلبہ اور علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ نے عربی میں شرح عقائد پر حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا مگر تکمیل نہ ہو سکی۔ قادیانوں کے خلاف آپ نے عملی طور پر حصہ لیا تمام علاقہ کے علماء کو جمع کیا۔ جلسے کیے اور مناظرے کر کے اس فتنہ کو ختم کیا اور قادیانی افسروں کو بھی مسلسل جدوجہد کر کے اپنے علاقہ سے تبدیل کروایا۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے والد سے بیعت تھے۔ جمیعۃ العلماء افغان صوبہ سرحد کے نائب صدر رہتے تھے۔ آپ ہی کی کوشش اور ہمت سے صوبہ سرحد میں شریعت بل پاس ہوا اور آج نافذ العمل ہے۔[لہ]

مولنا مولوی سعید اللہ جان صاحب

مولنا مولوی سعید اللہ جان صاحب نے اپنے والد اور مولنا مولوی فضل ربانی صاحب منتھرانو، مولنا مولوی محمد شریف صاحب کوچیان صاحب حق صاحب رحمہ مولنا مولوی مضی الدین صاحب اور منطقی مولنا صاحب عمر زئی سے علوم متداولہ پڑھ کر تکمیل کی۔ آپ کے شاگردوں میں مولنا مولوی عبید اللہ صاحب مدرس مرزا ڈھیر، مولنا مولوی عطاء الحق صاحب منتھرانو، مولنا مولوی اعزاز الحق صاحب، مولنا مولوی امین الحق صاحب صاحبانِ درس ہیں۔ ۱۹۴۶ء سے آپ درس دے رہے ہیں۔ درسِ نظامی کی تمام کتابیں پڑھاتے ہیں۔ نہایت ہی با اخلاق اور سنجیدہ ومتین شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت شیخ المشائخ مولنا مولوی عبد المالک صاحب خانیوال نقشبندی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ مولوی محمد طاہر پنجپیر کے عقائد اور مسائل سے آپ کو کافی سے زیادہ اختلاف ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵ برس ہوگی۔

آپ کے تین صاحبزادے ہیں، تحمید اللہ جان صاحب ایم۔ اے اسلامیات ہیں۔ مدرس سی۔ ٹی ہیں۔ دینیات اپنے والد سے پڑھی۔ دوسرے تسبیح اللہ جان صاحب ہیں، یہ ایف۔ ایس سی ہیں، دینیات والد صاحب سے پڑھی ہے۔ تیسرے توحید اللہ جان صاحب میٹرک پاس ہیں، درس نظامی پڑھ رہے ہیں۔

لہ ۵۵ برس کی عمر میں ۵ ۱۳۵ھ ۱۴ ذیقعدہ کو انتقال کیا۔ مولنا سعید اللہ خان صاحب نقشبندی آپ کے فرزند ہیں۔

حضرت مولٰنا مولوی حبیب اللہ صاحب

(پشاوری)

حضرت مولٰنا مولوی حبیب اللہ صاحب کے آبا و اجداد کشمیر سے پشاور آئے اور پشاور ہی میں آپ کی ...ش ہوئی۔ آپ نے وہاں کے مختلف علماء و فضلاء سے علومِ مروّجہ کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں شارح صحیح البخاری جناب محدث جلیل علامہ حافظ دراز صاحب بھی ہیں۔ جناب محمد بہاء الحق صاحب قاسمی "تذکرہ اسلاف" ۱۲۳ (طبع دوم) پر تحریر فرماتے ہیں؛

"آپ علامہ حافظ دراز صاحب پشاوری محشی "قاضی مبارک" و شارح صحیح بخاری شریف (متوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۷ء) کے "قابل تلامذہ میں سے ہیں۔"

آپ بعد میں پشاور سے امرتسر منتقل ہو گئے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ نے "عشرہ مبشرہ" اور "ابطال شر ذمہ" کے نام سے دو نہایت فاضلانہ کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں بعض اختلافی فقہی مسائل میں مذہب حنفی کے دلائل بیان فرمائے اور اعتراضات کے محققانہ جوابات دیئے ہیں۔ عشرہ مبشرہ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ کا ذکر فہرست کتب خانہ سرکار دار الحکماء حیدر آباد دکن

ص۳۲۳ھ فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن جلد دوم ص۱۳۹۲ میں ملتا ہے۔[1]

آپ نے بقیہ زندگی امرتسر میں گزاری۔ جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ وفات کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔

---

[1] تذکرہ اسلاف ص ۱۲۲ از مولنا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبدالرحمان شاہ صاحب

(تیمر پور[1] - پشاور)

آپ کا اسم گرامی سید عبدالرحمان شاہ، والد کا اسم شریف سید محمد شاہ اور دادا صاحب کا نام سید غریب شاہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب امام المتقین سید الشہدا مظلوم کربلا سیدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملتا ہے۔ گویا کہ آپ حسینی سید ہیں۔ جناب خواجہ عبدالرحمان شاہ صاحب کے والد سید محمد شاہ صاحب ولی کامل عارف باللہ تھے۔ عمر کا بیشتر حصہ جذب و سلوک میں گزارا۔ حضرت امام العاشقین خواجہ علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کافی عرصہ معتکف رہے اور عشق و مستی سے سرشار رہے۔ آپ مراد آباد (بھارت) کے جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت صوفی محمد حسین صاحب سے سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ صابریہ میں صاحب مجاز و مُتعیّن تھے۔

جناب خواجہ عبدالرحمان شاہ صاحب اپنے والد گرامی مرتبت سے بیعت ہوئے۔ مجاہدات، ریاضات شاقہ اور اربعین کے بعد والد محترم نے آپ کو ہر دو سلسلہ میں اجازت مرحمت فرما کر سلسلہ کی نشر و اشاعت کی اجازت فرمائی اور صاحب سجادہ بنایا۔ ظاہری شریعت کی پابندی، باطنی فیوض و برکات کی فراوانی اور اخلاق محمدی سے

---

[1] موضع تیمر پور، پشاور شہر آتے ہوئے ریلوے اسٹیشن ناصر پور سے ۳ میل پر واقع ہے۔

متصف ہونے کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں آپ کو خوب مقبولیت عطا فرمائی۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور گردونواح کے علاقہ سے مخلوقِ خدا جوق در جوق آنے لگی اور فیوضات و برکات سے مالا مال ہوئے۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ صابریہ کی ترویج و اشاعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ باقاعدہ اپنے مشائخ کے اعراس کا اجتماع کرتے اور خصوصاً ہر مہینہ کی چھٹی تاریخ کو حضرت قطب الاقطاب خواجۂ بزرگ خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں محفلِ سماع[1] منعقد فرماتے اور تمام تمام رات صاحب ذوق حضرات "وجد و حال" میں مصروف رہتے۔ دورانِ سماع میں جس شخص پر بھی آپ کی توجہ کاملہ کی نظر پڑ جاتی مرغ نیم بسمل کی طرح گھنٹوں تڑپتا رہتا اور گریہ وزاری میں مصروف رہتا۔ آپ کی وجہ سے اس علاقہ میں چشتیہ صابریہ سلسلہ خُوب پھلا پھولا۔

آپ نہایت ہی منکسر المزاج، صاحب حلم و کرم تھے۔ بخشش و عطا آپ کا خاصہ تھا۔ انتہائی مہمان نواز تھے بلکہ مہمانوں کی خدمت خود بنفس نفیس کرتے اور فرحت محسوس کرتے۔ آپ کمال درجے کے محنتی تھے۔ زمینداری کر کے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے رزقِ حلال مہیا کرتے۔ مریدین کو محنت سے حلال رزق کمانے کا حکم فرماتے۔ مریدین کو وصیت فرمائی کہ "کسب کرو اور اپنی اولاد کو حلال روزی کھانے کا عادی بناؤ۔" ایک بار ارشاد فرمایا: "رزق حلال کے لیے کسب کرنا ایک خاص عبادت ہے اور اس میں فقر بھی چھپ سکتا ہے اور فقیر کسی کا محتاج بھی نہیں ہوتا کیونکہ فقر میں سوال کرنا حرام ہے۔"

آپ کا طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ مرید کو بیعت کرنے کے بعد ظاہری شریعت کا پابند بناتے۔ جب وہ شریعت سے آراستہ ہو جاتا تو پھر باطنی تعلیم شروع کرتے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے "فقیر اگرچہ جتنی بھی رسائی رکھتا ہو، مگر مالک دربار کے نزدیک اتباع سنّت نبوی علیہ التحیتہ والسّلام کے بغیر سخت مجرم ہوگا۔" مریدین کو باقاعدہ سلوک و معرفت کی تعلیم دیتے اور اخلاقِ حسنہ سے مزیّن فرماتے۔ آپ کا ارشاد ہے: "اگر دنیا اور عقبیٰ میں راحت

---

[1] برصغیر پاک و ہند کا مشہور و معروف قوال میران بخش پشاوری آپ کی ایسی محافل کو اپنی قوالی سے آراستہ بناتا۔

جاتے ہو تو نفس کو مارو" اور نفس مارنے کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ "نفس مارنا یہ نہیں ہے کہ روٹی مت کھاؤ، بلکہ حرص، بغض، ریاء، حسد، کینہ، تکبر اور غرور کو نفس کہتے ہیں۔ ان تمام اعمال رذیلہ کو اپنے وجود سے نکال دو اور خواہشات نفسانی سے اسے پاک و صاف کر دو جو کہ اللہ پاک کی یاد سے غفلت کا باعث ہیں۔ نفس مارنا یہی ہے۔" آپ مریدین کو ہر وقت ریاء سے بچنے کی تلقین فرماتے رہے۔ چنانچہ اکثر ارشاد فرماتے "خوب صاف ستھرے کپڑے پہنو۔ اس سے دو فائدے ہیں، ایک تو فقیر ریاء سے بچ جاتا ہے۔ اگر فقیر پھٹے پرانے کپڑے پہنے یا ملنگ پہنے تو لوگ ضرور سمجھیں گے کہ یہ فقیر ہے اور یہی فعل ریاء ہے کہ عوام الناس کے لیے فقیری کا اظہار کر رہا ہے۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ صاف ستھرے کپڑے پہننے سے فقیر کی شناخت نہیں ہوتی اور اسی میں فقیر کی بہتری ہے۔" آپ شہرت کے انتہائی خلاف تھے۔ یہاں تک کہ جب مریدین نے آپ کی بہت زیادہ تعظیم کرنی شروع کر دی تو آپ نے سختی سے انھیں منع فرمایا اور انھیں تلقین فرمائی کہ "دیکھو میری ظاہری تعظیم مت کرو بلکہ اپنے مرشد کو باطن میں دل کے قریب جانو۔" اور فرماتے "ترکِ ادب عین ادب است یعنی تکلف چھوڑ دو اور بے تکلفی ہو تو پیر کا حکم ماننا ادب سے زیادہ درجہ رکھتا ہے جیسے میں کہوں تم لوگ اسی طرح امر بجالاؤ۔" آپ کے سوانح لکھنے والے میر بادشاہ لکھتے ہیں کہ "آپ کی تعلیمات اور تربیت کا یہ اثر تھا کہ آپ کے مریدین میں اور آپ میں مجلس کے اندر کوئی فرق اور تمیز نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اکثر محفل کے دوران کئی لوگ مریدین سے مصافحہ کرتے اور حضور کی پہچان نہ ہوتی۔ گویا آپ کے مریدین ہُو بہو آپ کی طرح ہو جاتے۔

میر بادشاہ بیان کرتا ہے کہ آپ زیادہ تلقین شیخ المشائخ کے مذہب پر فرماتے اس لیے آپ فرماتے "شیخ المشائخ نائبِ رسول ہوتا ہے اور نائب رسول کا قول و فعل تمام کا تمام رسولِ خدا کے قول و فعل کے مطابق ہوتا ہے اور اس مذہب کا فیض عام ہے۔" نیز فرماتے کہ "رند فقر ایک خاص فقر ہے۔ اس کا فیض عام نہیں ہے بلکہ وہ صرف اپنے لیے ہے نہ کہ دوسروں کے لیے، اور شیخ المشائخ فقیر کا فیض عام ہے۔ ہزاروں افراد کو یہ اپنے فیض سے فیض یاب کرتا ہے۔" بقول میر بادشاہ کے آپ کو رندی فعل پسند نہیں تھا۔ ہر وقت

آپ پر خوفِ الٰہی کا غلبہ رہتا۔ آنسو جاری رہتے اور مریدین کو بھی ہر وقت اسی بات کی تلقین فرماتے رہتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "ہر وقت یادِ الٰہی کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس بڑی بے نیاز ہے۔ اس کے حضور میں عاجزی اور واماندگی اختیار کرو۔ اس بادشاہ کل کے سامنے کسی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔" یہاں تک کہ جب میر بادشاہ صاحب اپنے متعلق ارشاد فرمایا "اے میر بادشاہ مجھے یہ علم نہیں ہے کہ میں ایمان ساتھ لے جاؤں گا یا نہیں؟" یعنی حضور شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ پر خوفِ الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ اس کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دیا تھا۔ اسی لیے تو آپ ہر قسم کے دعویٰ کرنے اور لاف گزافی کے بہت سخت مخالف تھے۔ ایک دوسرے مقام پر مریدین کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی: "مجھے یہ علم نہیں کہ میں ایمان ساتھ لے جاؤں گا کہ نہیں۔ تم بھی بے پرواہ مت ہو۔ قول اور فعل میں متابعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم پکڑو کہ ایمان کی سلامتی کے لیے یہی کافی ہے۔"

آپ تقریباً چھ سال تک مسلسل علیل رہے مگر مریدین کی روحانی تعلیم و تربیت میں آپ کی بیماری آڑے نہیں آئی تھی، باقاعدہ مریدین کی توجہ کاملہ سے دلجمعی فرماتے۔ پند و نصائح فرماتے، دعاؤں اور فیوض و برکات سے نوازتے۔ وصال سے پہلے آپ نے قبر شریف کے لیے خود جگہ پسند فرمائی اور غلام رسول جس کا نام آپ نے شمس رکھا تھا اور محبوب جس کا نام آپ نے بلخی رکھا تھا۔ ان ہر دو خادموں کو فرمایا کہ یہ غسل دیں گے اور تمام مریدین کی تعلیم و تربیت اپنے فرزند دلبند جناب حضرت قدوۃ العارفین غواص بحر توحید فنا فی اللہ بقا باللہ سیّد قاسم شاہ صاحب مدظلہ العالیہ کے سپرد کی۔ مریدین کو پند و نصائح کرنے کے بعد بتاریخ ۲۹۔ جمادی الاوّل ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۴ فروری ۱۹۵۳ء بروز ہفتہ بوقت صبح صادق واصل بحق ہوگئے۔ ہزارہا مخلوق نے روتی ہوئی آنکھوں سے حضرت شیخ المشائخ کو اپنی پسندیدہ جگہ پر سپرد خاک کر دیا۔

حضرت قدوۃ السالکین سیّد خواجہ قاسم صاحب

آپ کی عمر شریف اس وقت تقریباً ۵۰/۵۵ برس کے لگ بھگ ہوگی۔

ـلاق حسنہ و اعمالِ صالحہ کا آپ مجسّم نمونہ ہیں ۔ مریدین کی تربیت کرنا ، ان کی خدمت کرنا ، ان پر ہر وقت توجہ کاملہ ـظر شفقت کرنا آپ کا خاصہ ہے ۔ آپ انتہائی منکسر المزاج ، حلیم ، بُردبار ، سخی اور صاحبِ کرامات بزرگ ہیں ۔ علمِ توحید پر آپ کو کمال عبور حاصل ہے اور بجا طور پر آپ بحرِ توحید کے غوّاص ہیں ۔ مجلسِ سماع میں جس شخص پر آپ کی توجہ پڑ جاتی ہے ، وہ عشقِ الٰہی میں مست ہو کر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگتا ہے ۔ بزرگانِ چشتیہ کا باقاعدہ عرس کرتے ہیں ۔ ختم شریف اور پھر مجلسِ سماع منعقد کرتے ہیں ۔ لنگر ہر وقت خانقاہ عالیہ میں جاری ہے ۔ ہر وارد و صادر کی حاجت پُوری کرتے ہیں ۔ مریدین کو آپ کے ساتھ والہانہ عشق ہے ۔ آپ حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہُوئے اور پھر عمرہ بھی کیا ہے ۔ والد کی متابعت میں زمینداری کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی نوازشوں اور عنایتوں سے مالامال ہیں ۔

جنابِ حضرت مولٰنا مولوی مستان شاہ صاحب اور بابو صاحب آپ کے دو فرزند ہیں ۔ جنابِ حضرت مولٰنا مولوی مستان شاہ صاحب نے درسِ نظامی کی باقاعدہ تکمیل کی ہُوئی ہے ۔ مزار پُرانوار حضرت سیّد عبدالوہاب صاحب المعروف اخون پنجو صاحبؒ میں جمعہ کی خطابت کرتے ہیں ۔ دُور دُور سے لوگ آپ کا وعظ سُننے کے لیے آتے ہیں ۔ آپ بھی اپنے دادا مرحوم سے فیض یافتہ ہیں ۔ والد صاحب کی عدم موجودگی میں مریدین پر توجہ کرنا اور ان کی روحانی تربیت کرنا آپ کے ذمّہ ہے ۔ آپ انتہائی صاحبِ وجد و حال ہیں بلکہ آپ کے حال کا اثر ہوتا ہے کہ ساری مجلس وجد و حال میں مستغرق ہو جاتی ہے اور کسی کو کسی دوسرے کی خبر تک نہیں ہوتی ۔ آپ زہد و تقویٰ کا کامل نمونہ ہیں ۔ اتباعِ سنت آپ کا خاص وصف ہے ۔

جنابِ محترم بابو صاحب نہایت ہی نیک نفس ، متبع شریعت ، صاحب اخلاقِ حسنہ اور افعالِ کریمانہ کے مالک ہیں ۔ اس برس یعنی ۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہوئے ہیں ۔ عابد و زاہد ہیں اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں ۔

مولنا مولوی عبدالصمد صاحب

(حسن گڑھوی)

اسم گرامی عبدالصمد صاحب، والد کا نام مولنا حمید گل صاحب۔ آپ موضع حسن گڑھی (جو پشاور سے ۱½ میل جنوب کی طرف واقع ہے) میں ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔

آپ علماء کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ مولنائے موصوف نے اپنے والد اور چچا مولنا عبدالوہاب صاحب نیز موضع وار ہنگی کے معروف عالم مولنا مولوی عبدالرب صاحب سے درس نظامی کی تکمیل کی اور صاحب درس و افتاء ہوئے۔ ابتداء ہی سے آپ ذہین اور قابل تھے لہذا بہت قلیل عرصہ میں فقہ، حدیث، تفسیر، ریاضی، منطق اور علم اصول پر عبور حاصل کر لیا۔ عام طور پر آپ کے پاس حدیث اور تفسیر کے طلباء ہوتے، جن کا روٹی، کپڑا اور رہائش کا بندوبست آپ خود فرماتے۔ اپنے علاقے میں نظم پڑھانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، کابل، قندھار، ریاست سوات، باجوڑ اور چترال تک کے طلباء آپ سے درس نظامی میں ہر فن کی کتابیں پڑھنے کے لیے آتے، نہایت ہی خوش خلق، سخی اور ہمدرد خلائق تھے۔ اس وقت بھی آپ کے بعض شاگرد دیر اور باجوڑ کی ریاستوں میں صاحب درس ہیں۔ آپ کے ایک فرزند حافظ عبدالرحمان صاحب جید حافظ قرآن ہیں۔

مولنا عبدالصمد صاحب نے بعمر ۸۰ برس ۱۳۸۱ھ میں بمقام حسن گڑھی میں انتقال کیا۔

---

[1] آپ کے مفصل حالات "تذکرۃ الحفاظ پشاور" میں دیکھئے۔

حضرت مولنٰا مولوی قاضی غلام محمّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(ساکن عمرزئی، تحصیل چارسدہ ضلع پشاور)

آپ کا نام غلام محمد صاحب اور لقب "قاضی صاحب" تھا۔ والد کا نام مولوی محبوب صاحب تھا۔ آپ عالم، فقیہ، مفسّر، محدث اور قاضی القضا تھے۔ آپ کے علم کا شہرہ تمام اطراف واکناف میں تھا، آپ کے درس میں کابل، قندھار، ہرات، باجوڑ، آزاد قبائل اور صوبہ سرحد کے ذہین سے ذہین طلبا آتے۔ تقریباً اس علاقہ میں ہر جگہ آپ کے شاگرد علماء ہیں۔ جناب شیخ المشائخ خواجہ نجم الدین صاحب المعروف بڈہ ملاّصاحب آپ کے ہم سبق تھے۔ حضرت غوثِ وقت جناب حافظ عبدالغفور صاحب المعروف صوات باباجی صاحب کے مرید، خلیفہ اور ماذون تھے۔ سلسلہ قادریہ کا خوب اجرا کیا۔ حضرت صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو اس علاقہ کا "قاضی" مقرر کیا گیا تھا۔ اس علاقہ کے تمام قضیئے اور جھگڑے شریعت اسلامیہ کے مطابق آپ فیصلہ کرتے۔ یہاں تک کہ قصاص بھی جاری فرماتے۔ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کرتے۔ تمام علاقہ میں عملاً رنڈیوں کے گانے بند کئے، سینکڑوں بیوگان کا عقد کیا۔ آپ اسلام کی ایک علامت تھے۔

آپ کے شاگردوں میں مولنٰا مولوی رحمان الدین صاحب ساکن ڑانگ تحصیل چارسدہ، شیخ الحدیث مولنٰا مولوی فضل ربانی صاحب ساکن متھرا دوآبہ تحصیل چارسدہ، قاضی آثار الحق صاحب رزڑ، اور مولنٰا

...ق صاحب دوآبہ چارسدہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کی عمر ایک سو دس برس کے قریب تھی۔ ۱۳۶۰ھ ...انتقال کیا۔

قاضی عبدالخالق صاحب

آپ اپنے والد جناب قاضی غلام محمد صاحب کے شاگرد ہیں۔ مزید حصولِ تعلیم کے لئے چھچھ تشریف لے گئے۔ وہاں مختلف علماءؒ سے فلسفہ، منطق، الٰہیات اور دیگر فنون کی تکمیل کی۔ جب درس نظامی کی تکمیل کر چکے تو اپنے گاؤں میں فقہ حنفی کا درس شروع کیا۔ آپ فقہ شریف کی آخری کتابیں ازبر ہیں اور زبانی پڑھاتے ہیں۔ تقریباً چالیس برس تک درس دیا۔ علماء تکمیل کر کے پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درس حاصل کر کے فقہ میں خصوصیت حاصل کرتے۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد وفقہ کے بہترین مدرس ہیں۔ مولٰنا مولوی نورالحق صاحب تنگی چارسدہ، مولٰنا مولوی فضل رازق صاحب تنگی چارسدہ اور عمرزئی کے معروف "منطقی" مولٰنا صاحب بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

جناب بڈھ ملّا صاحب کو ملے ہیں، حاجی صاحب ترنگزئی آپ کے قریبی دوست تھے اور صاحب حق رزڑ تو آپ کے خصوصی رفیق تھے۔ بیعت اپنے والد صاحب سے کی اور تکمیل مولٰنا مولوی عبدالغفور صاحب مدنی سے کی۔ نہایت ہی صاحبِ اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ کے مالک ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۵ برس کے لگ بھگ ہے۔

مولٰنا مولوی قاضی عبدالرزاق صاحب

آپ بھی اپنے باپ مولٰنا مولوی قاضی غلام محمد صاحب کے شاگرد ہیں۔ مزید تعلیم کے لئے علاقہ چھچھ میں مولٰنا مولوی قطب الدین صاحب غورغشتوی کی خدمت میں پہنچے۔ اپنی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے مولٰنا قطب الدین صاحب کی نظر میں بہت مقبول تھے چنانچہ مولٰنا صاحب آپ کے متعلق فرماتے کہ "میں اس شاگرد پر فخر کرتا ہوں۔" وہاں سے رخصت ہو کر دہلی گئے اور دارالعلوم عبدالرب میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ واپسی پر تحریکِ خلافت میں

...لیا۔ آپ اس تمام علاقہ کے صدر تھے، درس تدریس بھی کرتے۔ عین عالمِ شباب میں ۳۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

قاضی فضل منان صاحب

جناب مولٰنا مولوی قاضی فضل منان صاحب، جناب مولٰنا مولوی قاضی عبدالخالق صاحب (بن مولٰنا مولوی قاضی غلام محمد صاحب) کے فرزند ہیں۔ اپنے والد گرامی سے ہی فقہ اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی، پھر دیوبند چلے گئے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں واپس آ کر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے سند حاصل کی۔ دورۂ تفسیر مولٰنا مولوی احمد علی صاحب لاہوری سے کیا۔ طبیہ کالج لاہور سے حاذق الحکماء کی سند طب حاصل کی، پھر جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں داخلہ لیا اور وہاں سے تخصص فی التفسیر والحدیث کی سند مولٰنا مولوی شمس الحق صاحب افغانی دیوبندی اور مولٰنا مولوی احمد سعید صاحب کاظمی بریلوی سے حاصل کی۔ اب اپنے گاؤں میں مدرسہ تعلیم القرآن قائم کر رکھا ہے جس میں درس قرآن حکیم دیتے ہیں۔ مطب بھی کرتے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے جمعیۃ العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سے تعلق رکھتے ہیں اور اس علاقہ کے نائب امیر ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۶ برس ہے۔

قاضی فضل دیان صاحب

جناب قاضی مولٰنا مولوی فضل دیان صاحب بھی جناب مولٰنا مولوی قاضی عبدالخالق صاحب (بن مولٰنا مولوی قاضی غلام محمد صاحب) کے فرزند ہیں۔ تمام علوم خصوصاً علم فقہ اپنے والد صاحب سے حاصل کیا۔ صوات میں قاضی صاحب کوکی سے نحو کو مکمل کیا۔ بنیر ایلئی صاحب حق صاحب سے منطق پڑھی۔ دیوبند گئے مگر ۱۹۴۷ء کے فسادات کے باعث واپس آ کر جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ وہاں سے آ کر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ دورۂ تفسیر لاہور میں مولٰنا مولوی احمد علی صاحب سے کیا، پھر تدریس میں مصروف ہو گئے۔ مدرسہ تعلیم القرآن میں درسی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے آپ جمعیۃ الاسلام (ہزاروی گروپ) سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمعیۃ کے سرگرم رکن ہونے کے ساتھ ہی تحصیل چارسدہ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ آپ کی عمر ۴۲ برس ہے۔

حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم صاحب رح

جناب مولٰنا مولوی مفتی عبدالرحیم صاحب شہاب خیل گاؤں کے رہنے والے تھے۔ سیٹھی کریم بخش مرحوم (جوکہ پشاور شہر کے مشہور و معروف تاجر تھے) نے ان کو مدرسہ جٹان میں بحیثیت صدر مدرس مقرر کیا اور بازار کلاں میں سکونت پذیر ہو گئے۔

آپ کے اساتذہ پشاور شہر کے مشہور و معروف عالم محدث کبیر مولٰنا مولوی محمد ایوب صاحب امام مسجد مسجد سنگ مرمر، مولٰنا مولوی جناب محمد نور صاحب المعروف تیراؤ ملا صاحب امام مسجد، مسجد قاسم علی خان صاحب اور دیگر علماء تھے۔

آپ کے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور کئی ایک صاحبِ درس و افتاء ہیں۔ مولٰنا مولوی خلیل الرحمان صاحب شہاب خیلی صدر مدرس دارالعلوم سخی احمد شاہ کلی کرم ایجنسی بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

تقریباً ہر ایک درسی کتاب پر آپ کا حاشیہ موجود ہے۔ آپ نہایت ہی خوشنویس تھے۔ بعض حواشی چھپے ہوئے بھی ہیں۔ شرح مائۃ عامل بالشمہ پر حاشیہ چھپا ہوا ہے۔ ہدایہ اولین و آخرین پر حاشیہ ہے جوکہ قلمی ہے طب کی مشہور کتاب الموجز المحشی پر کہیں کہیں نہایت ہی فاضلانہ حاشیہ ہے۔ فنون کی تمام کتب پر حواشی موجود ہیں۔ یہ کتابیں مولٰنا مولوی خلیل الرحمان صاحب فاضل دیوبند شہاب خیلی کے پاس موجود ہیں۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے :

جناب معین الدین ، عماد الدین، سراج الدین تینوں صاحبِ علم تھے۔

بعمر ۵۰ برس ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔

حضرت شیخ فرید صاحب رح

(پشاوری — اکبرپوری)

آپ کا نام نامی و اسم گرامی فرید اور والد کا اسم گرامی سیّد عبدالوہاب المعروف اخون پنجو باباجی[1] صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی کے زیر سایہ ہوئی اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد محترم سے بیعت ہوئے۔ آپ مولانا محمد امین صاحبؒ صاحبِ نتائج الحرمین[2] کو اپنے حال میں تحریر فرماتے ہیں "فقیر در اوائل از والد خویش نسبت چشتیہ داشت و مرحوم پدر ما صاحب نظر بود از تلقین ایشاں احوال ما کہ رو دادہ است چہ نویسم کہ در گفتنی نیست" یعنی یہ فقیر سب سے پہلے اپنے والد سے چشتیہ نسبت رکھتا تھا۔ میرے والد مرحوم صاحب نظر تھے۔ آپ کی تلقین کے بعد جو جو احوال وارد ہوئے ان کو لکھوں۔ کہنے میں نہیں آسکتے" والد گرامی کی وفات کے بعد آپ کی طبیعت میں سلوک و معرفت کے حصول جذبہ اور زیادہ غالب ہوا اور ہر وقت یہ خیال دل میں چبھتا رہا کہ "حیف ناقص ماندی" افسوس کہ سلوک و معرفت کو مکمل نہ کر سکا" فرماتے ہیں، ایک دن اسی فکر میں حیران و پریشان تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے کہ "در بازار سرہند مست افتادہ اید، مردم غلو کردہ اند" یعنی آپ

لے دیکھو تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول ص ۱۶   ۲ے نتائج الحرمین ورق ۱۷۳ تا ۱۷۸ سوائے تین ورق کے۔

سرہند شریف کے بازار میں مست پڑے ہُوئے ہیں اور لوگ آپ پر گرے پڑے ہیں۔" جب آپ نے یہ خواب سُنی تو فرمایا کہ میرا نصیب اسی بستی میں ہوگا۔ ایک رات آپ نے اپنے والد گرامی کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے مجھے فرمایا: "چرا دیگری گفتم چرا دیگر نباشم کہ ناقص ماندم تربیّتی ندارم" یعنی تو کیوں پریشان ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پریشانی تو ضروری ہے کیونکہ میری راہ سلوک میں تربیت نہیں ہوئی جس کی وجہ سے نامکمل رہا ہُوں۔" والد محترم نے تسلّی دی اور فرمایا کہ تُو کامل ہوجائے گا پریشان نہ ہو۔" آپ اسی تلاش میں تھے کہ کسی کامل ولی اللہ کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کروں، آپ کو حضرت سید آدم بنوری کے مریدین ملے اور متواتر آپ حضرت شیخ المشائخ کے حالات دریافت کرتے رہے۔ یہی شوق و ذوق آپ کو کھینچ کر سرہند شریف لے گیا بلکہ آپ لکھتے ہیں کہ میں نے استخارہ کیا تو والد صاحب نے خواب میں فرمایا کہ "مبارک است"۔ چنانچہ آپ نے دوسرے روز ہی رختِ سفر باندھا۔

اثنائے سفر میں بھی آپ کو حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ فرماتے ہیں: "چوں بشہر بتاکس رسیدم صورت حضرت سیدی را دیدم مہربانیہا کردند و خلعتے قیمتی را پوشیدند و در راہ عجائب و غرائب بسیار دیدم کہ بیان آں طویل است" جب آپ سرہند شریف پہنچے تو بزرگانِ نقشبند سے ملاقات کرکے موضع بنور روانہ ہو گئے جُوں جُوں بنور کے نزدیک ہوتے دل میں حضرت سید آدم بنوری کا شوقِ زیارت اور بڑھتا۔ فرماتے ہیں: "ہر چند نزدیک تر می شدم دلم شائق تر می شد"۔ فرماتے ہیں: "بقدمبوسی آنحضرت رسیدم دلم تسکین یافت"۔ جب آپ کے حضور میں پہنچا تو میرے پریشان دل کو اطمینان مل گیا۔ جناب سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے چند دن آپ کو اپنے پاس ٹھہرایا پھر فرمایا کہ "بزرگان بسیار اند خصوصاً دریں ایام حضرت مخدوم زادہ ہائے سرہند بکمالات ظاہری و باطنی آراستہ اند"۔ کہ بہتر ہوگا کہ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے پاس جاؤ جو کہ اس وقت ظاہری و باطنی کمالات سے مزیّن ہیں" مگر شیخ فرید صاحب نے تو آپ ہی کی صُورت دیکھی تھی وُہ اور کہاں جاسکتے تھے۔ آنحضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خلیفہ جناب شیخ ابوالفتح کو ارشاد فرمایا: "بفلانے استخارہ بگو" یعنی اس کو استخارہ بتادو۔ فرماتے ہیں میں نے استخارہ کیا اور حضرت سیّد آدم بنوری کو دیکھا کہ "بمن

خلعت پوشانیدند" کہ مجھے خلعت پہنا دی ہے۔ دوسرے دن اشراق کی نماز کے بعد آپ کو خلوت میں طلب کرکے "ذکر طریقہ نقشبندیہ را من تلقین کردند" طریقہ نقشبندیہ کا ذکر تلقین فرمایا۔ آپ تحریر کرتے ہیں "از توجہ و تلقین ایشاں آنچہ من رو داده است چہ نویسم کہ اظہار آں منع کرده اند" یعنی آپ کی توجہ اور تلقین ذکر سے ایسے ایسے واردات کا ظہور ہوا کہ لکھ نہیں سکتا ہوں کیونکہ ان کے اظہار سے منع کیا گیا ہوں" چنانچہ اپنے شیخ کی توجہات کاملہ کی بدولت صرف چالیس دن میں سلوک کے منازل عظیمہ کو طے کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: "از طفیل آں مربی در چہل روز از شہود و حضور و سلطان ذکر احوالہا پیش آمد کہ حیران شدم بایشاں عرض کردم فرمودند من احوالہا کہ بشمار رو داده است درچہل سال جائے دیگر میسر نمی شود" ایک دن شیخ صاحب نے اپنے مرشد ارشد سید آدم بنوری سے عرض کیا: "اگر تدریجاً سلوک کنم چون است فرمودند کار تو از تدریج گذشتہ است کسے را کہ کارش بزودی میسر شود تدریج را چہ حاجت است" یعنی راہِ سلوک کو اگر میں تدریجاً طے کروں تو بہتر ہوگا تو مرشد ارشد نے فرمایا: "تیرا کام تدریج سے گذر چکا ہے جس پر راہ سلوک آسانی سے طے ہو جائے اس کو تدریج کی ضرورت نہیں" آپ نے زندگی انتہائی زہد و ریاضت میں گزاری۔ خود تحریر کرتے ہیں کہ راہ سلوک کے طے کرنے میں ذوق خواب و خوردن نماندہ بود از شام تا پگاه در مراقبہ گزرانیدم روز وشب در مراقبہ می گزشت" نیند اور کھانا ختم ہوگیا۔ شام سے صبح تک اور تمام دن مراقبہ میں گزرتا۔

خرقۂ خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد مرشد ارشد نے تبرک عطا فرماکر آپ کو یہ نصیحت کرکے رخصت کردیا۔ فرمایا:

"آنچہ یافتہ اید از طالبان دریغ نخواہید کرد" یعنی جو بھی طالب آئے، جو نعمت آپ کو ملی ہے اسے دینے سے دریغ نہ کرنا"

آپ رخصت ہوکر اپنے گاؤں اکبر پورہ تشریف لائے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہوگئے۔ آپ کے بھائی شیخ لقمان اور شیخ عثمان وغیرہ آپ سے بیعت ہوئے۔ ہزاروں لوگ آپ کے

تھ پر بیعت ہو کر نیکی و سعادت کو پہنچے۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اجازت لے کر
بیت اللہ شریف حج کے لیے روانہ ہوئے۔ حج کیا مدینہ منورہ کی حاضری دی۔ واپسی پر اجمیر شریف پہنچے اور وہیں
۵۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار بقول صاحب نتائج الحرمین "اکنوں قبر ایشاں بر کنار تالاب تِل است۔
بر آں تودہ سنگے نشانہ کردہ اند۔ آثار ولایت قبولیت ظاہر است رحمۃ اللہ و رضی اللہ عنہ۔"

حضرت محدّث جلیل مولٰنا مولوی فضل ربّانی صاحب

(ساکن منتھرانو، تحصیل چارسدہ ضلع پشاور)

مولٰنا خواجہ محمد صاحب

جناب مولٰنا مولوی فضل ربانی کے جدا علیٰ جناب حضرت مولٰنا مولوی خواجہ محمد صاحب تقریباً ایک سو بیس برس پہلے علاقہ دوآبہ تحصیل چارسدہ موضع کوٹک جَلبھڑ سے آکر منتھرانو میں آباد ہوئے۔ چونکہ آپ مدرس عالم تھے اس لئے آپ نے یہاں بھی درس تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کے درس کی کافی شہرت ہوگئی اور ہر طرف سے طلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دولتِ علم سے حسبِ توفیق بہرہ ور ہوئے۔ آپ نے یہیں شادی کی جس سے دو فرزند تولد ہوئے؛ ایک کا نام عبد الصمد اور دوسرے کا نام احمد خاں صاحب رکھا۔

حضرت مولٰنا عبد الصمد صاحب

جناب مولٰنا مولوی عبد الصمد صاحب نے ہوش سنبھالتے ہی درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے شروع کر دیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے والد سے ہی تمام درس نظامی کی تکمیل کی۔ فقہ حنفی اور اصول فقہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اپنے والد کی موجودگی ہی میں فقہ اور اصولِ فقہ کا درس دینا شروع کیا اور اس علم فقہ کے مسلّمہ امام تسلیم کئے گئے۔ جب بڑے بڑے علماء تحصیلِ علم کر لیتے تو پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے ان علوم کو دوبارہ پڑھتے اور آپ سے

فقہ حنفی کے تلمذ کو فخر محسوس کرتے۔ علاقہ چارسدہ کے اکثر علماء کے گھرانے کے اکابر علماء آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کا کافی درس تھا۔ طلبہ کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور دیگر سہولتوں کے سب انتظامات آپ خود کرتے۔ علاقہ کے افتاء کا انتظام بھی آپ کے ذمہ تھا۔ ۱۹۲۶ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے دو فرزند تھے، ایک کا نام عبدالحق صاحب اور دوسرے کا نام نورالحق تھا۔ مولٰنا مولوی عبدالصمد صاحب حضرت خواجہ نجم الدین صاحب المعروف ہڈہ مولٰنا صاحب کے مُرید تھے۔

مولٰنا عبدالحق صاحب

حضرت مولٰنا مولوی عبدالصمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ مولٰنا مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے والد صاحب سے ابتدائی تعلیم کی۔ پھر ابوالکمال خلیفہ محمودؒ قادری ساکن بپی تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کی خدمت میں رہ کر علومِ متداولہ پڑھے۔ اس کے بعد ضلع ہزارہ موضع سکندر پور میں مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب سکندر پوری سے دورۂ حدیث مکمل کرکے سندِ حدیث حاصل کی، فارغ ہو کر مسندِ درس پر بیٹھے۔ آپ کو علومِ حدیث اور تفسیر میں خصوصیت حاصل تھی۔ مختلف مقامات پر درس دیا، مثلاً بادشاہ گڑھی، ہشتگرام، غازو ڈھیری، چینہ اور اپنے گاؤں متھرا نو میں مسلسل ۳۵ برس تک پڑھاتے رہے۔ دُور دراز علاقہ کے علماء یہاں تک کہ پنجاب کے علماء نے بھی آپ سے علومِ حدیث پڑھا۔ درس کے ساتھ ساتھ افتاء کے فرائض بھی پُورے کرتے رہے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں مولٰنا مولوی احمد صاحب المعروف فقیر صاحب میردی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر خلیفہ ہوئے۔ مولٰنائے موصوف نے غیر مقلدین کے مابین اختلافی مسائل پر عربی میں ایک رسالہ لکھا ہے جو کہ قلمی ہے۔ اس میں 'رفع الیدین'، 'آمین بالجہر' اور 'فاتحہ خلف الامام پر بحث کی گئی ہے۔ قادیانیوں کے خلاف انتہائی سرگرمی سے حصہ لیا اور علاقہ کے تمام علماء کے ساتھ مل کر اس فرقہ باطلہ کا اس علاقہ میں قلع قمع کیا۔

آپ کے شاگردوں میں اکابر علماء پیدا ہوئے جن کا فیض اب تک جاری و ساری ہے۔ جناب مولٰنا مولوی شہزادہ صاحب ترنگزئی جناب مولٰنا مولوی شمس الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاول پور،

جناب مولنٰا مولوی عبدالحلیم صاحب عمرزئی ، جناب مولنٰا قاضی شاکر اللہ صاحب ، جناب مولنٰا قاضی محب اللہ صاحب ، جناب مولنٰا قاضی عزیز اللہ صاحب مردزئی ، جناب مولنٰا مولوی قاضی عبدالحلیم صاحب قنبر خیل تیراہ اور جناب مولنٰا مولوی قاضی محمد افضل صاحب تیراہ علاقہ آزاد قبائل اور جناب مولنٰا مولوی میاں صاحب روح اللہ مازارہ آپ کے شاگردانِ رشید تھے۔ آپ کے دور میں کابل ، غزنی ، ہرات ، صوات ، باجوڑ ، تیراہ اور صوبہ سرحد کے کثیر تعداد میں طلبہ تھے۔ تمام طلبہ کو ہر قسم کی سہولت مہیا فرماتے۔ ۱۹۳۶ء میں انتقال کیا۔ ان کے دو فرزند مطیع الحق اور سمیع الحق ہیں۔

جناب مولنٰا مطیع الحق صاحب

جناب مولنٰا مطیع الحق صاحب نے اپنے والد مولنٰا مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور مولنٰا مولوی فضل ربانی صاحب اور مولنٰا مولوی محمد حسین صاحب مرزاڈھیر تحصیل چارسدہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ اس وقت ۶۵ برس کی عمر ہوگی۔ موضع بادشاہ گھڑی ، غازو ڈھیری اور اپنے گاؤں متھرا نو میں تدریس کی۔ اب بھی اپنے گاؤں میں ہی پڑھاتے ہیں۔ خوش اخلاق ہیں ، جمعیت العلماء اسلام ہزاروی گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابھی تک کسی سلسلہ طریقت میں منسلک نہیں ہوئے۔ آپ کے دو فرزند ہیں ، حفیظ الحق صاحب تو فوج میں ملازم ہیں اور حبیب الحق صاحب نے دینیات کی چند کتابیں پڑھ کر علمِ طب پڑھا اور طبیہ کالج راولپنڈی سے سند لی۔

حافظ سمیع الحق صاحب

جناب مولنٰا مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے دوسرے فرزند مولوی حافظ سمیع الحق صاحب ہیں۔ حافظ قرآن ہیں۔ مولنٰا مولوی معاذ الرحمٰن صاحب مرزاڈھیر سے تعلیم حاصل کرکے دارالعلوم نعمانیہ ترنگزئی میں داخل ہو کر فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث مولنٰا مولوی عبدالرؤف صاحب ساکن ترناؤ سے مکمل کیا۔ علمِ میراث مولنٰا مولوی فضل ربانی صاحب سے پڑھا۔ ترجمہ قرآن مجید مولنٰا مولوی احمد علی صاحب لاہوری سے پڑھا اور بیعت بھی انہی سے کی۔ اس وقت دارالعلوم نعمانیہ ترنگزئی میں حدیث شریف کے مدرس ہیں۔ آپ کے دو بیٹے ہیں : سعید الحق اور نصیر الحق ، اول الذکر کی

عمر ۳ سال اور موخرالذکر کی عمر ۲ سال ہے۔

جناب مولنا مولوی نورالحق صاحب

جناب مولنا مولوی عبدالصمد صاحب کے ایک فرزند تو عبدالرحمن صاحب تھے جن کا تذکرہ اُوپر گزر چکا ہے۔ دُوسرے فرزند جناب مولنا مولوی نورالحق صاحب تھے۔ مولنائے موصوف نے اپنے والد جناب مولنا مولوی عبدالصمد صاحب اور جناب مولنا مولوی عبدالرحمن صاحب (جو کہ آپ کے بھائی تھے) سے علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ تکمیل کے بعد درس میں مصروف ہو گئے۔ مختلف مقامات پر درس دیا۔ موضع ضر کی تحصیل چارسدہ اور متھرا نو میں کافی عرصہ علوم وفنون پڑھاتے رہے۔ آپ فقہ اور منطق میں اپنے معاصر علماء میں بے نظیر مدرس تھے۔ آپ کے درس میں صوبہ سرحد اور بیرونجات کے اکثر طلبہ موجود رہتے۔ آپ کے شاگردوں میں جناب مولنا مولوی قاضی حبیب الرحمن صاحب، شیخ الحدیث مولنا مولوی عبدالرؤف صاحب ساکن ترناؤ، شیخ الحدیث مولنا مولوی عبدالجلیل صاحب ترنگزئی اور جناب شیخ التفسیر مولنا مولوی فضل الرحمن صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور خصوصیت کے حامل ہیں۔ آپ نے عربی میں سورۃ بقرہ کی تفسیر اور ایک کتاب امام الکلام فی تخریج المذہب الامام (عربی میں) لکھی جو کہ قلمی ہیں۔ حضرت شیخ المشائخ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ کے مرید خاص تھے۔ ۱۹۴۳ء میں وفات پائی۔ آپ کے چار فرزند ہیں: مولنا شمس الحق صاحب، مولنا امین الحق صاحب، مولنا اعزاز الحق صاحب اور مولنا عطاء الحق صاحب۔

مولنا مولوی شمس الحق صاحب

آپ نے مولنا مولوی فضل ربانی صاحب اور اپنے والد مولنا مولوی نورالحق صاحب سے تکمیل کی۔ پھر کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں تدریس کرتے ہیں اور خطیب ہیں۔

مولنا مولوی امین الحق صاحب

والد اور دیگر اساتذہ سے پڑھا۔ فاضل دینیات کا امتحان پاس کر کے بگرام کے سکول میں مدرس ہیں۔

مولٰنا مولوی اعزاز الحق صاحب

اپنے بھائی شمس الحق صاحب سے تکمیل کی، اپنے گاؤں متھرانو میں سکونت پذیر ہیں اور درس دیتے ہیں۔

مولٰنا مولوی عطاء الحق صاحب

آپ نے مولٰنا مولوی غلام ربانی صاحب اور مولٰنا مولوی عبدالرؤف صاحب سے علومِ درسیہ کی تکمیل کرکے دار العلوم چارسدہ سے سند فراغت حاصل کی اور اب مدرسہ میں مدرس ہیں۔

حضرت مولٰنا مولوی احمد خاں صاحب

ابتدا میں ذکر ہوا کہ مولٰنا مولوی خواجہ محمد صاحب کے دو فرزند تھے؛ ایک کا اسم گرامی مولٰنا مولوی عبدالصمد صاحب تھا اور دوسرے فرزند مولٰنا مولوی احمد خاں صاحب ہیں۔ جناب مولٰنا مولوی احمد خاں صاحب نے اپنے والد گرامی سے تمام علومِ درسیہ کی تکمیل کی تھی اور آپ صاحب تصنیف عالم تھے۔ آپ کا ایک رسالہ اکمال الثلاثین جو کہ عربی اور فارسی میں ہے چھپ بھی چکا ہے۔ اس میں چاند کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ آپ کے بہت شاگرد تھے۔ آپ کے دو فرزند تھے؛ ایک مولٰنا مولوی فضل ربانی صاحب اور دوسرے مولٰنا غلام جیلانی صاحب۔

مولٰنا مولوی فضل ربّانی صاحب

جناب مولٰنا مولوی فضل ربّانی صاحب نے علوم درسیہ اپنے والد اور اسی علاقہ کے مختلف علماء سے پڑھے جن میں موضع صریخ کے جناب مولٰنا مولوی حبیب اللہ صاحب بھی ہیں۔ دورۂ حدیث مولٰنا مولوی گل محمد صاحب ساکن ترنگزئی سے مکمل کرکے سند حاصل کی۔ آپ علماء معاصرین میں "محدث کبیر" کے نام سے مشہور تھے۔ تحصیل علوم کے بعد مسندِ درس پر صدر نشین ہوئے۔ تمام علوم کا درس دیتے مگر خصوصیت کے ساتھ علمِ میراث، احادیث اور تفسیر پڑھاتے۔ بخاری شریف تو اس طرح پڑھاتے گویا اس کے حافظ ہیں۔ آپ کا درس بڑا وسیع تھا۔ سوات، باجوڑ، ہرات، کابل، قندھار، آزاد قبائل اور پنجاب و سندھ کے طلبہ بھی آپ کے درس میں آکر علمِ حدیث اور دیگر علومِ اسلامیہ سے فراغت حاصل کرتے۔ آپ نے موضع خانماہی میں درس قائم کیا۔

پشاور میں مدرسہ جامعہ خواجہ معروف صاحب گنج میں درس دیا۔ مسجد طورہ قل بائے پشاور میں علوم اسلامیہ کا درس دیتے رہے۔ شبقدر میں پڑھایا۔ دارالعلوم نعمانیہ اتمان زئی میں حدیث کا درس دیا اور دارالعلوم ... ت الاسلام میں علوم عقلیہ ونقلیہ پڑھائے غرضیکہ تمام عمر تبلیغ اسلام واشاعت دین حنفیہ میں گزاری۔ آپ کے معروف شاگرد یہ ہیں:

مولنا مولوی شمس الحق صاحب شیخ التفسیر بہاول پور، مولنا مولوی سعید اللہ صاحب صریخ، مولنا مولوی فضل الرحمن صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور اور مولنا مولوی قاضی حبیب الرحمن صاحب ... قاضی صاحب باجوڑ۔

تقریباً سو برس کی عمر میں ۳۱ دسمبر ۱۹۶۹ء میں انتقال کیا۔ آپ کے بھائی مولوی غلام جیلانی صاحب ... ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ آپ کے ایک فرزند مولنا مولوی فضل محمود صاحب ہیں۔

مولنا مولوی فضل محمود صاحب نقشبندی

جناب مولنا فضل ربانی کے فرزند ہیں۔ والد صاحب سے پڑھ کر دارالعلوم نعمانیہ اتمان زئی میں علوم درسیہ ... ے۔ پھر جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں دورۂ حدیث مکمل کر کے سندِ حدیث حاصل کی۔ قرآن مجید کا ... مولنا مولوی احمد علی صاحب لاہوری سے کیا۔ بیعت مولنا مولوی عبد المالک صاحب خانیوال سے کی۔ ... اسلامیہ اکوڑہ خٹک، جامعہ ملیہ مرزا ڈھیر اور تہکال کے مدرسوں میں تدریس کی۔ اب مدرسہ احناف ... میں مدرس ہیں۔ ۳۵ برس کی عمر ہوگی۔ فضل حمید آپ کا ایک ہی کمسن لڑکا ہے۔

حضرت مولٰنا مولوی فضل الرحیم صاحب

المعروف ڈاک[1] مولوی صاحب

آپ کا اسم گرامی مولٰنا فضل الرحیم تھا۔ آپ تحصیل پشاور کے موضع ڈاک میں رہتے تھے۔ اسی گاؤ
کے نام کی مناسبت کی وجہ سے آپ تمام علاقہ میں "ڈاک مولوی صاحب" کے نام سے مشہور ہیں۔ صرف آپ کے
خاندان کے لوگ یا آپ کے قریبی شاگرد آپ کے نام سے واقف ہیں۔

آپ کی پیدائش تقریباً ۱۸۴۱ء ہے۔ آپ عالم اجل تھے۔ صوبہ سرحد کے اکثر و بیشتر علماء آپ کے شاگرد
آپ کو ہر فن پر کمال حاصل تھا۔ تقریباً ۵۵ برس تک درس دیا۔ بھانہ ماڑی کے مشہور و معروف عالم و ولی
جناب حضرت سید اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ ہر وقت آپ کے درس میں ۲۵، ۳۰ طلبہ
موجود رہتے۔ علاقہ کے لوگوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ علاقہ کے تمام مسائل آپ حل فرماتے۔

۱۹۳۱ء میں ۹۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ہزارہا لوگ آپ کے جنازے میں شامل ہوئے۔
عبدالرحیم آپ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ بھی عالم و فاضل، صاحب درس اور ولی اللہ تھے۔ پیر صاحب مانکی شریف
جو کہ حضرت صاحب ثانی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے ملنے والے تھے۔ اگرچہ آپ ان کے مرید نہیں تھے
ان سے محبت اور عقیدت رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی اکثر ان سے ملاقات رہتی۔

---

[1] موضع ڈاک پشاور سے ½۱ میل بطرف شمال واقع ہے۔

حضرت مولٰنا مولوی فضل صمدانی صاحب

(بابڑہ چارسدہ ـــــ ضلع پشاور)

مولٰنا مولوی محمد رمضان صاحب مولٰنا مولوی فضل صمدانی صاحب کے پر دادا تھے۔ دُرّانیوں کے عہد حکومت میں اپنے علاقہ کے قاضی تھے۔ صاحبِ دُرس و فتاء اور اپنے وقت کے "علاّمہ" مشہور تھے۔

مولٰنا مولوی قاری عبدالرحیم صاحب مولٰنا مولوی فضل صمدانی صاحب کے دادا تھے۔ انہوں نے اپنے والد اور دیگر علماء سے علومِ متداولہ پڑھے۔ خصوصاً علمِ قرأت میں بہت ہی مشہور رہتے۔ دُور دراز سے طلباءِ قرأت آتے اور آپ سے علمِ قرأت پڑھتے۔ موضع بابڑہ تحصیل چارسدہ مسجد سیداں کے امام وخطیب مقرر کیے گئے۔ بہت ہی صاحبِ اثر اور صاحبِ وقار بزرگ تھے۔ علاقہ کے لوگ آپ کو انتہائی عزّت واحترام کی نظر سے دیکھتے۔ سلسلہ قادریہ میں نسبت رکھتے تھے۔

مولٰنا مولوی عبدالقدیم صاحب مولٰنا مولوی فضل صمدانی کے والد تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے وقت کے مقتدر علماء کی صحبت میں رہ کر تکمیل علوم اسلامیہ سے سرفراز ہوئے۔ موضع رجڑ تحصیل چارسدہ کے "بڑے صاحب حق صاحب"

مولنا مولوی صاحب خفاؔ[1] المعروف " خفا مولوی صاحب" اور صاحبزادہ صاحب[2] اتمان زئی آپ کے خصوصی استاذ تھے۔ مولنا عبدالقدیم صاحب کا درس بہت وسیع تھا۔ علاقہ سرحد میں کوئی ایسا طالب علم یا عالم نہ ہوگا، جس نے آپ سے بلا واسطہ یا بالواسطہ علم اخذ نہ کیا ہو۔ علم معقول و منقول کی تمام کتابیں ازبر تھیں۔ شرح جامی، عبدالغفور، میر زاہد اور شرح مواقف پر مکمل حواشی لکھے۔ تمام طلباء کے کھانے اور رہائش اور دیگر ضروریات زندگی کا بنفس نفیس انتظام فرماتے۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد علماء کابل، کوہستان، سوات، بنیر، چکیسر، سرحد، پنجاب اور ہندوستان میں علم کی مشعل روشن کیے ہوئے ہیں۔ ریاست بھوپال میں مولنا مولوی احمد صاحب، دہلی میں دارالعلوم پنجکوہی کے مدرس مولنا مولوی عبدالحلیم صاحب، سرحد میں موضع پڑانگ تحصیل چارسدہ کے مولنا مولوی قاضی احمد صاحب اور ملیزئی کوہستان کے قاضی شمشی خان آپ ہی کے شاگرد تھے۔ سلسلۂ درس تدریس کے ساتھ ساتھ عملی طور پر انگریزوں کے خلاف مختلف جہادوں میں بھی حصہ لیا۔ حضرت شیخ امام المجاہدین شیخ الاسلام والمسلمین حافظ عبدالغفور صاحب[3] رحمۃ اللہ علیہ یعنی سوات باباجی صاحب" کے دست حق پرست پر قادریہ سلسلہ میں بیعت ہوکر خلافت پائی اور آپ کی معیت میں تقریباً تمام جہادوں میں شرکت کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ تمام علاقہ کے شرعی فیصلے آپ ہی کرتے۔ صحیح العقیدہ اہلسنت وجماعت حنفی تھے۔ تمام عمر انہی عقائد حقہ کی اشاعت و تبلیغ کرتے رہے اور ہمہ وقت نہایت ہی پامردی اور استقلال کے ساتھ فرقِ باطلہ کا رد کرتے رہے امام ہمام، امام اعظم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کے داعی تھے۔ بعمر، ۷ برس ۱۹۱۲ء میں انتقال کیا۔

---

[1] خفا مولانا صاحب بہت بڑے عالم و فاضل اور مدرس تھے۔ آپ نے تتمہ پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔

[2] صاحبزادہ صاحب اتمان زئی بھی بہت ہی عالم اجل تھے۔ آپ نے " فیروز" پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

[3] دیکھو تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول ص۱۴۹۔

مولٰنا مولوی فضل الٰہی صاحب

مولٰنا مولوی عبدالقدیم کے بڑے فرزند تھے۔ تمام علوم درسیہ اپنے والد سے پڑھے۔ والد صاحب کی زندگی میں درس دینا شروع کیا والد کے انتقال کے بعد ان کی مسند علم پر سرافراز ہوئے۔ تمام عمر درس تدریس میں مصروف رہے۔ ۱۹۵۲ء میں انتقال کیا۔

مولٰنا مولوی فضل صمدانی صاحب

آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ "کافیہ" "تک نحو" "کنز" تک فقہ تو خود بہ نفس نفیس والد صاحب نے پڑھایا۔ باقی صرف، نحو اور فقہ کی کتب اپنے چچا مولٰنا مولوی فضل محمود صاحب سے پڑھیں اپنے وقت کے اکابر علماء مولٰنا مولوی احمد صاحب حسن خیل، مولٰنا مولوی مضی الدین صاحب المعروف صاحبِ حق صاحب رحمہ اور مولٰنا مولوی روضۃ اللہ صاحب پڑانگ سے درس نظامی کی تکمیل کر کے احادیث شریف کی تکمیل کے لیے مولٰنا مولوی عبدالحق صاحب[۱] ٹبر گرام علاقہ دوآبہ تحصیل چارسدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث شریف یعنی صحاح کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ اس کے بعد پھر آپ غورغشتی میں مولٰنا نصیرالدین صاحب کے پاس گئے ایک برس تک رہ کر سندِ حدیث ان سے بھی حاصل کی۔

آپ نے ابتدا ہی سے درس تدریس شروع کر رکھا تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ غورغشتی میں حدیث پڑھتے تھے تو صدرا، شمس بازغہ، شرح عقائد اور ہدایہ آخرین کا درس بھی دیتے۔ فراغت کے بعد باقاعدہ طور پر اپنے آباء کرام کی مسجد میں خطابت اور درس تدریس و نیز افتاء شروع کر دیا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہیں۔ کابل، قندھار، صوات، بنیر، باجوڑ، دیر، سرحد اور پنجاب کے طلبا اور علما نے بھی آپ سے تکمیل کی اور اپنے اپنے علاقوں میں صاحبان درس و افتا ہوئے۔ اس وقت بھی بخاری شریف، ترمذی شریف، ہدایہ آخرین اور

---

[۱] مولٰنائے موصوف متھرا علاقہ چارسدہ کے رہنے والے تھے۔ قاضی صاحب چھچھ کے شاگرد تھے۔ عظیم محدث اور فقیہہ تھے۔ شمس الحق افغانی شیخ التفسیر جامعہ بہاولپور بھی آپ کے ہی شاگرد ہیں۔

دیگر علوم معقول و منقول کا باقاعدہ روزانہ درس دیتے ہیں۔آپ کے شاگردوں میں مولانا مولوی حمداللہ صاحب چارسدہ ، مولانا مولوی فضل عظیم صاحب چارسدہ ، مولانا مولوی میاں نور شاہ صاحب چارسدہ ، مولانا مولوی عبدالقیوم صاحب صدر مدرس دارالعلوم مردان ، مولانا مولوی صلیح الدین صاحب رجڑ ، مولانا مولوی صاحبزادہ عبدالباری صاحب وغیرہ وغیرہ ہیں۔

آپ فقہ حنفی کے داعی اور بہترین مناظر ہیں۔آپ اپنے والد گرامی کی طرح باطل فرقوں کے علماء کے ساتھ نہایت ہی عزم راسخ اور ہمت و استقلال کے ساتھ مقابلہ اور مناظرہ کرتے ہیں ۔چنانچہ پنجپیریہ[1] کے خلاف اپنے علاقہ میں خوب مناظرات و مباحثات کر کے اس کو ختم کر دیا۔یہاں تک کہ مردان عزیمت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حکومت وقت کے تشدد اور زیادتیوں کو بھی لبیک کہا ، اعلاءِ کلمۂ حق اور اہل سنت وجماعت کے عقائد کو بلند اور غالب کرنے کے سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں مگر گمراہ و باطل عقائد کی ترویج واشاعت نہ ہونے دی۔آپ سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں حضرت شیخ الافاغنہ رئیس المجاہدین حضرت حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم کے بیعت اور ماذون ہیں۔انتہائی متبع سنت ، متواضع ، ملنسار اور منکسر المزاج ہیں ۔علماء اور سادات کے انتہائی قدردان ہیں۔اس وقت آپ کی عمر ساٹھ برس کے قریب ہے۔

آپ کے دو فرزند ہیں : ایک جناب مولانا مولوی فضل حقانی صاحب ایم ۔اے اسلامیات و ایم۔اے عربی۔گورنمنٹ ہائی سکول چارسدہ میں اسلامیات اور عربی پڑھاتے ہیں ۔دوسرے عبدالعلی صاحب ، آپ زراعت کے ایم۔ایس۔سی ہیں۔

---

[1] فرقہ پنجپیری کا مقتدا اور بانی مولوی محمد طاہر پنجپیری ہے۔

حضرت علامہ مولٰنا مولوی فضل قادر صاحب رح

المعروف خَخَہ مُلّا صاحب ۔ ساکن ترنگزئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور

آپ کا اسم شریف فضل قادر تھا اور القاب مناظر اسلام ، استاذ الاساتذہ اور فقیہ اکمل تھے۔

۱۸۰۴ء میں موضع ترنگزئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قندھار (افغانستان) سے آکر یہاں آباد ہو گئے تھے۔ مولٰنائے موصوف نے تمام تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی اور معقول و منقول کے علوم میں کمال حاصل کر لیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد درس کا سلسلہ اپنے گاؤں میں جاری کیا۔ چونکہ طالب علمی کے ایام میں آپ کی ذہانت کی کافی شہرت تھی، اس لئے جب آپ نے درس دینا شروع کیا تو کافی سے زیادہ طلبہ آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آتے۔ تمام علاقہ میں آپ کے درس کی اور آپ کے علم کی شہرت پھیل گئی۔ عوام الناس بھی آپ کے پاس اپنے جھگڑے شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلہ کروانے کے لئے لانے اور استفتاء بھی آتے، جن کا جواب آپ تحریر کرتے۔ اتفاقاً اس وقت صوات صاحب رح کے علماء آپ کے پاس اپنے مخالفین پر تکفیر کرنے کا فتویٰ لے کر آئے مگر آپ نے انکار کر دیا اور عدمِ تکفیر کا فتویٰ دے دیا۔ اس پر جناب حضرت صاحب عبدالغفور المعروف صوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علماء نے آپ پر "وہابی" کا فتویٰ لگا دیا۔ تقریباً ۹ برس تک آپ نے پوری آزمائش اور ابتلاء کی زندگی بسر کی،

اس عرصہ میں آپ نئے مکان کے تہ خانے میں یا اِدھر اُدھر کھیتوں میں چھپ چھپا کر وقت کاٹا۔ یہ وقت آپ پر اتنا سخت تھا کہ جب آپ کا لڑکا ابوبکر بعمر ۱۲ برس فوت ہوا تو اپنے گاؤں کے قبرستان میں دفن نہ کر سکے۔ جب جالا بیلہ گاؤں کے صاحبزادگان کو علم ہوا تو یہ میّت لے کر گئے اور اپنے قبرستان میں دفن کیا۔ اسی طرح جب آپ کے دوسرے فرزند عبداللہ جان بعمر ۱۱ برس فوت ہوئے تو اس کو آپ نے راتوں رات اکیلے میں قبر کھود کر دفن کر دیا۔ غلام یحییٰ صاحب آپ کے تیسرے فرزند تھے وہ بھی آپ کی زندگی میں فوت ہوئے۔

جناب صاحب حق صاحب مفتی الدین صاحب المعروف صاحب حق صاحب رنڑ فرماتے ہیں: "خفہ ملّا صاحب اس زمانے میں جیّد عالم تھے اور آواز پست تھی۔ ان کی باتیں بڑی مشکل سے سُنی جاتی تھیں۔ ایک روز میں خفہ ملّا صاحب سے مسجد میں سبق پڑھ رہا تھا کہ مسجد کے سامنے سڑک کے کنارے ایک بوڑھا آدمی دروازے میں بیٹھا ہوا تھا خفہ ملا صاحب نے کہا کہ وہ بوڑھا آدمی جو دروازے میں بیٹھا ہوا ہے اس نے اس ابتلاء کے دور میں میرے ساتھ بہت زیادتی اور حد سے زیادہ ظلم کیا ہے۔ مجھ پر جب سوات صاحب نے "وہابی" کا حکم لگایا تو میں لوگوں کے خوف سے اکثر پوشیدہ رہتا تھا۔ ایک دن جب میں پوشیدہ طور پر گھر آ رہا تھا کہ اس شخص نے مجھے دیکھا، فوراً تمام لوگوں کو اطلاع دی کہ "ملّا صاحب گھر آ گئے ہیں۔ تمام لوگ آ گئے اور میرے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ چند لوگ اس بوڑھے آدمی کی سرکردگی میں گھر کے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا اور مارتے مارتے مجھے زمین پر گرا دیا اور اس ظالم بوڑھے نے آکر مجھ پر پیشاب کر دیا۔ اس صدمہ کے بعد میری آواز پست ہو گئی۔" اور صاحب حق صاحب نے فرمایا: "اس زمانہ میں لوگوں کے خوف کی وجہ سے خفہ ملّا صاحب نے اپنے بعض بچوں کو گھر کے اندر دفن کیا۔" اس عرصہ میں نہایت ہی رازداری کے ساتھ آپ کی ہر قسم کی خدمت جناب امیر محمد صاحب (جو کہ حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم کے بھائی تھے) اور ملک کبوت خاں صاحب کرتے تھے۔ صاحب حق صاحب اور امیر محمد صاحب مجذوب المعروف "لیونے بادشاہ" کے مجبور کرنے پر آپ سوات گئے اور حضرت شیخ المشائخ عبدالغفور صاحب المعروف سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہ گفت گو کی۔ سوات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

سلی ہوگئی تو آپ پر سے وہابی کا فتویٰ ختم ہوگیا۔ صوات سے واپس آنے پر اب آپ کا درس شروع ہوگیا۔
۱۹ء کا زمانہ تھا۔ آپ فلسفہ، منطق، الٰہیات اور فقہ کا درس دیتے۔ آپ کے شاگرد ہزاروں کی تعداد
ہوئے ہیں اور بڑے بڑے اکابر علمأ سے ہیں: پشاور شہر کے جناب شیخ الاسلام حضرت علامہ سید حبیب شاہ
صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھانہ ماڑی، حضرت علامہ صریخ مولنا صاحب، حضرت کیلخو میاں صاحب (افغانستان)
حضرت علامہ قاضی القضاۃ سید محمدؒ شہید سرخرودی ننگرہار (افغانستان)، حضرت علامہ صاحب حق صاحب
تحصیل چارسدہ، مولنا مولوی مضی الدین صاحب، حضرت علامہ مجاہد اسلام مولنا مولوی سیف الرحمن
صاحب ساکن متھرا تحصیل چارسدہ اور حضرت علامہ بے بدل فاضل جلیل مولنا مولوی پور دل صاحب مدرس
فتحپوری دہلی قندھاری آپ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت مجاہد کبیر شیخ الطریقت جناب
فضل واحد صاحب المعروف حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم نے بھی آپ سے چند کتابیں پڑھی تھیں۔ مولنا مولوی
محمد غزنوی اور کوچیان مولنا صاحب نے بھی آپ کی شاگردی کی ہے۔ آپ کا انتہائی عقیدت کا تعلق حضرت
نجم الدین صاحب المعروف ہڈہ ملا صاحب کے ساتھ تھا۔ جتنے بھی علمی مناظرے اور مباحثے حضرت شیخ المشائخ
ملا صاحب اور حضرت شیخ المشائخ عبدالوہاب صاحب المعروف مانکی ملا صاحب (رحمہما اللہ تعالیٰ عنہما)
کے درمیان ہوتے تو حضرت خفہ ملا صاحب جناب حضرت ہڈہ ملا صاحب کی طرف سے جناب حضرت
کی پیر صاحب کے علماء کے مقابلہ پر آتے۔ چونکہ آپ کی آواز پست تھی لہذا حضرت علامہ قاضی صاحب
رودی آپ کی ترجمانی کرتے نیز جب حاجی صاحب ترنگزئی امر بالمعروف کے لئے دورے کرتے تو خفہ ملا صاحب
چارپائی اٹھوا کر اپنے ساتھ لے جاتے (اس وقت آپ انتہائی کمزور ہوچکے تھے) آپ اس حالت میں

سید محمد صاحب شہید سرخرودی رحمۃ اللہ علیہ امیر امان اللہ خان والئ افغانستان کے استاد تھے اور سمت مشرقی
ستان کے قاضی تھے۔ جب غازی امیر امان اللہ خان صاحب مرحوم کے خلاف بغاوت ہوئی تو مولنائے موصوف کو
شینواری قوم کے افراد نے شہید کر دیا تھا۔ دنیائے اسلام میں علمی دنیا میں آپ جیسا وسیع النظر اور وسیع المطالعہ عالم نہیں تھا۔

دین اسلام کی تبلیغ پر کمر بستہ تھے۔ تمام شرعی فیصلے آپ فرماتے اور آپ کا فتویٰ نافذ ہوتا۔

آپ نے میر زاہد، قاضی، خیالی، نسخہ اخونزادہ یوسف وغیرہ پر مکمل حواشی لکھے مگر افسوس کہ نایاب ہیں۔ آپ کا کتب خانہ دار العلوم سرحد اور مدرسہ نعمانیہ اتمانزئی کو دے دیا گیا ہے۔ آپ کی زندگی میں قادیانیت اس علاقہ میں نہیں آسکی۔ تین صاحبزادے آپ کے اور بھی تھے؛ عبد العلی صاحب، محمد الیاس صاحب اور محمد امین صاحب، ہر سہ فوت ہو چکے ہیں۔ محمد امین صاحب کے دو فرزند ہیں: ایک کا اسم گرامی محمد شفیع صاحب ہے اور دوسرے کا محمد قاسم صاحب ہے۔ جناب محمد شفیع صاحب محکمہ زراعت میں ترناب فارم کے مقام پر لازم ہیں۔

مولنائے موصوف کی وفات ۷۰ برس کی عمر میں ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔

مولانا مولوی گل کمال صاحب

(سوڑیزئی[1] پشاور)

آپ کا نام محمد کمال اور والد کا نام دین محمد، دادا کا نام فیروز اور پردادا کا نام محمد نور وز افغانی ہے۔

آپ کے دادا جناب مولوی محمد فیروز صاحب افغانی دینی تعلیم کے حصول کے لیے موضع سوڑیزئی میں جناب حضرت قلندر اخونزادہ[2] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حاضر ہوئے اور اسی گاؤں میں مولانا مولوی عبدالحنان[3] صاحب سے بھی علوم عقلیہ ونقلیہ پڑھے۔ آپ نے کافی عرصہ ان علماء کی صحبت میں گزارا تو آپ اسی گاؤں میں سکونت پذیر ہو کر "مسجد غزنی خیل" میں امام مقرر ہوئے۔ اپنی تمام زندگی اسی گاؤں میں گزار دی۔ مولانا محمد کمال صاحب کے والد جناب دین محمد صاحب بھی صاحب علم تھے۔ اپنے علاقہ کے مختلف علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔ نہایت خوش آواز واعظ تھے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی آپ کا وعظ سننے کے لیے آتے، تلاوت کلام پاک خوش الحانی

---

[1] موضع سوڑیزئی پشاور شہر سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

[2] قلندر اخونزادہ صاحب بہت بڑے عالم، فقیہہ اور اصولی تھے نیز صاحب کرامت بھی تھے۔

[3] اخونزادہ عبدالحنان صاحب علم اصول میں تمام صوبہ سرحد میں مسلّمہ عالم تھے۔ بڑے بڑے اکابر علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ "اصولی اخونزادہ" کے نام سے مشہور تھے۔

سے کرتے۔ جوانی کے عالم میں انتقال کیا۔

مولٰنا گل صاحب کی تربیت آپ کی والدہ نے کی۔ آپ کا بیان ہے کہ علم کا حاصل کرنا اور سلوکِ معرفت سے بہرہ ور ہونا میری والدۂ محترمہ کی تربیت اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ قرآن مجید اور ابتدائی فقہ پڑھنے کے بعد سوڑیزئی میانہ کے مشہور و معروف عالم مولٰنا مولوی عبدالواحد[۱] صاحب کی خدمت میں چار برس تک رہ کر صرف و نحو، فقہ اور علم میراث کی تکمیل کی۔ موضع رام کشن کے پکھلی[۲] مولٰنا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر نظم کی کتابوں کی تکمیل کی۔ آپ نے پشاور میں مولٰنا مولوی محمد علیم[۳] صاحب سے نحو حکمت، فلسفہ اور منطق پڑھی۔ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم سہارن پور میں ٹھہرے رہے۔ پھر واپس آکر موضع چرگو گلی (دگڑ کا گاؤں) کے مولٰنا مولوی عبدالمنان صاحب سے احادیث اور تفسیر کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی اور ایک خاص تقریب منعقدہ ۳۰ مئی ۴۶ء اپنے ہی گاؤں میں اکابر علماء کی موجودگی میں آپ کو دستارِ فضیلت باندھی گئی۔ اس کے بعد آپ نے درس تدریس شروع کر دی اور اپنی مسجد میں مدرسہ کمالیہ حنفیہ کی بنیاد رکھی جو کہ تین برس تک جاری رہا۔ بعض نامساعد حالات کی وجہ سے

---

[۱] مولٰنا مولوی عبدالواحد صاحب اخونزادہ عبدالمنان صاحب کے شاگرد تھے۔

[۲] پکھلی مولٰنا صاحب نے اپنی عمر کا کافی حصہ حیدر آباد سندھ میں گزارا۔ نظم کی تکمیل حیدرآباد میں کی۔ پھر وہاں سے آکر سوڑیزئی میں شادی کر کے "نرے کلی" کی مسجد میں امام بنے اور نظم کی کتابیں پڑھانے میں مشہور ہوئے۔ دُور دُور سے طلبا آکر آپ سے نظم پڑھتے۔

[۳] مولٰنا مولوی عبدالعلیم صاحب چغرزئی علاقہ صوات کے رہنے والے تھے۔ نہایت ہی متقی، پرہیزگار، متبع سنت، ذکرالٰہی کے شاغل تھے۔ اکلِ حلال کے لیے گھی کی تجارت کرتے۔ آپ ہر فن کے استاد تھے۔ علم معقول میں آپ علامہ تھے۔ علم معقول میں آپ کے استاد مشہور و معروف معقولی مارتون مولانا تھے۔ کافی عرصہ آپ نے ہندوستان کے مختلف مدارس میں گزارا تھا۔ مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی سے سندِ فراغت حاصل کی۔ مولٰنا مولوی عبدالغفور صاحب مدنی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر صاحب مجاز ہوئے تھے۔ دارالعلوم رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں کافی عرصہ علوم مروجہ کا درس دیا۔ اس فقیر (محمد امیر شاہ قادری) نے بھی آپ سے فقہ حنفی کی تکمیل کی تھی۔ بڑے خدا ترس تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال عشق تھا۔ غالباً ۸۴ء میں وفات پائی۔

مدرسہ بند ہوگیا۔ مگر آپ درس پڑھاتے رہتے ہیں۔ حضرت مجاہد فی سبیل اللہ جناب اڈے ملا صاحب سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ (یہ سلسلہ حضرت اخون سوات صاحبؒ کا ہے) ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہتے ہیں۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر گاؤں گاؤں پھر کر کرتے ہیں۔ آپ کو اپنے شیخ نے قادری اور نقشبندی ہر دو سلسلوں میں خلافت عطا فرمائی ہے۔

حضرت میاں میر صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آپ معتکف تھے کہ آپ کو وہاں سے حکم ہوا کہ اپنے وطن جا کر تبلیغ کرو۔ واپس آکر اپنے مریدین اور احباب کی ایک جماعت بنام "انصار اللہ" قائم کی۔ اس جماعت کا مقصد نماز کا قیام، رنڈیوں کے ناچ وغیرہ بند کروانا، عقد بیوگان کروانا اور بُرے رسم و رواج کو ختم کرنا تھا۔

آپ اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے علم تصوف پر کشف المعارف نامی کتاب لکھ رہے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں فیملی لاز آرڈی ننس کے نفاذ کے سلسلہ میں آپ نے نہایت ہی مستعدی اور استقامت کے ساتھ مخالفت کرنی شروع کی۔ آپ کہتے ہیں کہ "ما تہ الہام وشو چہ پورتہ شہ او دے آرڈیننس خلاف شروع کرہ او د مارشل لا نہ مہ یریگہ او د اظہار حق تبلیغ شروع کرہ او د اللہ تعالیٰ نہ توفیق او مدد او غوارہ" مجھے الہام ہوا کہ اٹھ اور اس آرڈی ننس کی مخالفت شروع کر اور مارشل لا سے نہ ڈر، حق کی تبلیغ علی الاعلان کر۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد طلب کر۔"

تمام علاقہ کا دورہ کر کے آپ نے مخالفت کی، نتیجۃً ۲ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کی گرفتاری پر کافی احتجاج ہوا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کو وفود ملے۔ چار ماہ کے بعد آپ کو رہا کیا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں پولیس نے سوڑ یزئی کے غریب عوام کو بے عزت کیا۔ اس پر مولانا صاحب نے پولیس کے خلاف احتجاج کیا تو آپ کو تین ماہ کے لیے ضلع خارج کر دیا گیا۔ آپ نوٹس کی تعمیل کے بغیر درہ کوہاٹ چلے گئے وہاں پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہے۔ تین ماہ گزار کر واپس گاؤں آئے اور اب اسی طرح تبلیغ میں مصروف ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۴ برس ہے۔

حضرت مولانا مولوی محمّد عبدالقدّوس صاحب

آپ کا اسم گرامی محمد عبدالقدوس صاحب اور والد کا اسم گرامی قاضی محمد عبدالرب صاحب ہے۔ ۵ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ میں بمقام زیارت کاکا صاحب تحصیل نوشہرہ تولّد ہُوئے۔ آپ کا خاندان حضرت شیخ اخ الدین صاحبؒ سے ملتا ہے۔ شیخ اخ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اکوڑہ خٹک میں مرجع خلائق ہے یہ صاحب موصوف ترکی النسل عالم تھے۔ ترکی زبان سے ماخوذ اخوند اخ الدین (عوامی لہجہ میں اخون ادین) کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تحصیل علوم کے بعد سیاحت ہند میں مصروف تھے کہ حضرت شیخ المشائخ رحمکار صاحب المعروف کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور انہی کی رفاقت میں اس علاقہ میں چلے آئے۔ شیخ اخ الدین صاحب عالمِ شریعت تھے اور کاکا صاحبؒ، صاحب طریقت، چونکہ شریعت اور طریقت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لیے کاکا صاحبؒ نے شیخ اخ الدین صاحب سے علوم شریعت میں استفادہ کیا اور حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ شیخ اخ الدین صاحب نے فیض باطنی کا اکتساب کیا، شیخ اخ الدین صاحب کی وفات اکوڑہ خٹک میں ۱۰۷۰ھ میں ہُوئی۔

شیخ رکن الدین صاحبؒ

حضرت اخ الدین صاحب کے جانشین شیخ رکن الدین صاحب اکوڑہ خٹک میں مقیم تھے، شیخ رحمکار کے فرزند ارجمند جناب

ضیاء الدین بابا رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک میں شہید ہوئے تو شیخ رکن الدین مرحوم ان کی نعش کے ہمراہ زیارت کاکا صاحب تشریف لائے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ اس وقت سے مولنا مولوی عبدالقدوس صاحب کا خاندان زیارت کاکا صاحب میں مقیم ہے چونکہ ان کے بزرگوں کا طریقہ گوشہ نشینی، عبادت الٰہی، تعلیم و تدریس اور قناعت رہا ہے اس لیے قوم کاکاخیل ان بزرگوں کو ہمیشہ احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھتی رہی، ان بزرگوں کی تربیت اور فیوضات سے زیارت کاکا صاحبؒ کا بچہ بچہ فارسی زبان سے روشناس اور فارسی خط و کتابت میں مشاق رہتا تھا۔ قوم کاکاخیل کی عقیدت اس خاندان سے اس حد تک تھی کہ جب کسی بچہ کو مکتب میں بٹھانا ہوتا تو اسے پہلے اکوڑہ خٹک حضرت شیخ اخ الدین کے مزار پر پیش کر کے دعا کرتے کہ اس مرد بزرگ کے طفیل بچے میں بھی وہ علمی استعداد پیدا ہو جو شیخ اخ الدین کی اپنی اولاد میں ہے۔

پرگنہ زیارت کاکا صاحب کی قضا بھی اسی نامور خاندان سے متعلق تھی جس کے ساتھ احتساب کے فرائض بھی وابستہ تھے۔

جناب قاضی درمکنون

مولنا عبدالقدوس صاحب کے جد امجد جناب قاضی درمکنون صاحب ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے صاحب شہرت بزرگ گزرے ہیں۔ سلسلہ نسب شیخ اخ الدین صاحب سے بتفصیل ذیل ہے۔

قاضی درمکنون بن قاضی معمر الدین بن اخونزادہ محمد محمود بن اخونزادہ محمد عاطف بن اخونزادہ محمد عارف بن شیخ رکن الدین بن شیخ اخ الدین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

قاضی درمکنون صاحب فارسی اور پشتو میں شعر کہا کرتے تھے، آپ بہت ہی قابل ترین فقیہہ تھے اور ان کے فقہی فیصلے ذہانت اور علمیت کے نادر نمونے شمار ہوتے تھے۔ اسلامیہ کالج کے ابتدائی جلسے کرایا۔ اور چندہ دہندگان کی فہرست میں ان کا نام بھی (مطبوعہ روئداد) میں شامل ہے۔ آپ کی کتاب نمونۃ الخطب جو آپ کے بھائی نے آپ کی وفات کے بعد طبع کروائی۔ بہت مقبول ہوئی۔ آپ کی وفات

۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔

جناب قاضی محمد عبدالرب صاحب

مولٰنا عبدالقدوس صاحب کے والد محترم جناب مولٰنا مولوی قاضی محمد عبدالرب صاحب نے ابتدائی علوم اپنے وطن میں حاصل کیے۔ ان کے اساتذہ میں ان کے اپنے والدگرامی مرتبت مولٰنا مولوی محمد اسرائیل صاحب طوروی (مہاجر کابل) اور مولٰنا قطب الدین صاحب مرحوم غورغشتوی قابل ذکر بزرگ گزرے ہیں۔ آپ ۱۳۳۱ھ میں ہندوستان گئے اور دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں مولٰنا عبدالعلی مرحوم اور مولٰنا پُردل مرحوم سے معقول اور حدیث کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ مولٰنا سیف الرحمٰن مرحوم (مہاجر) کابل سے بھی نسبت تلمذ حاصل تھا، شیخ الہند مولٰنا محمود الحسن صاحب مرحوم سے اگرچہ شرفِ تلمذ حاصل نہیں تھا مگر شرفِ ملاقات سے بہرہ ور ضرور ہوئے، زیارت کاکاصاحب کے لوگوں میں ہمیشہ دوسرے قصبات سے زیادہ روشن خیالی رہی ہے۔ اسی وجہ سے جب ہجرت اور اس کے بعد خلافت کی تحریکیں چلیں تو اس قصبہ میں انگریزی سکولوں کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اس کے مقابلہ میں جامعہ ملیہ دہلی کے نصاب کے مطابق ایک آزاد سکول نصرۃ الاسلام قائم ہوا۔ جناب قاضی محمد عبدالرب صاحب اس مدرسہ کے مہتمم تھے اور انجمن انصار الاسلام[1] یہ مدرسہ چلاتی تھی۔ آپ اس انجمن کے ناظم بھی تھے۔

مولٰنا مولوی محمد عبدالقدوس صاحب

جناب مولٰنا مولوی عبدالقدوس صاحب نے اپنے والد گرامی مرتبت مولٰنا مولوی قاضی محمد عبدالرب صاحب سے فارسی کی کتابیں اور ابتدائی صرف کی کتابیں پڑھیں۔ چھٹی جماعت تک مدرسہ نصرۃ الاسلام میں تعلیم پائی۔

---

[1] انجمن انصار الاسلام کے سرپرستوں اور کارکنوں میں جناب سید میاں اکبر شاہ صاحب مرحوم (بانی مسجد قوت الاسلام) فخر قوم میاں حمید گل صاحب مرحوم اور مولٰنا سید میراں جان مرحوم جیسے نامور بزرگ شامل تھے۔ اس وقت کے نوجوانوں نے (جو اس وقت کے بزرگ ہیں) "رحمکاریہ" لائبریری قائم کر کے زیارت کاکاصاحب میں نوجوان پود کی تربیت اور نشوونما میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

پھر گیارہ برس کی عمر میں ۱۳۴۴ھ میں مردان اپنے والد محترم کے ماموں زاد بھائی جناب قاضی مطیع الدین صاحب کے ہاں قیام کر کے اڑھائی برس میں قرآن حکیم حفظ کیا اور اس کے بعد دو برس میں صرف نحو کی کتابیں اور ادب و منطق کے ابتدائی رسائل پڑھے۔ آپ اپنی قلمی تحریر میں از خام فرماتے ہیں:

"مجھے جو کچھ قاضی مطیع الدین صاحب کے ہاں سے حاصل ہوا، اس کا میں ہمیشہ شکرگزار رہا، قرآن حکیم کا حفظ بذات خود ایک نعمت ہے۔ پھر وہ خود قاری ہیں اس لیے ان کی بدولت (قرأت تو نہیں پڑھی لیکن) قرأت کا لہجہ گزارے کا خود بخود حاصل ہو گیا۔ صرف و نحو کی کتابیں ایسی پڑھ لیں کہ محنت شاقہ کے بغیر اس کے فوائد حاصل ہو گئے۔ اس وقت کی تعلیم نے نقش فی الحجر ہو کر یہ فائدہ پہنچایا کہ میں اس کی بدولت ہمیشہ اپنی "جہالت" کو چھپانے میں کامیاب رہتا ہوں۔"

جناب قاضی صاحب نے آپ کی صرف تعلیم پر ہی توجہ نہیں دی بلکہ آپ کے اخلاقی تربیت پر بھی انتہائی توجہ فرمائی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"تعلیم کے علاوہ قاضی صاحب نے میری اخلاقی تربیت بھی خوب کی، مجھے ان کی مسجد کے سوا کسی دوسری سوسائٹی میں شمولیت کا موقع ہی نہ ملا۔ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں میرے لیے تفریح کی فرصت صرف ایک تھی کہ جب کبھی بازار سودا خرید نے جاتا تو مولانا حکیم ابو المعانی آزاد مرحوم کی دکان پر کھڑے کھڑے اخبار پڑھ لیتا تھا کیونکہ مسجد میں ہم پر اخبار پڑھنے کی بھی پابندی تھی۔"

پندرہ برس کی عمر میں یعنی شوال ۱۳۴۸ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ تقریباً سات سال تک دیوبند میں قیام کیا اور ۱۳۵۵ھ میں فراغت حاصل کی، اس عرصہ میں والد گرامی کے حج پر جانے کے بعد آپ ایک برس اپنے گاؤں آئے تھے مگر پھر واپس تشریف لے گئے اور اس برس دیوبند کی فضا سیاسی ہنگاموں سے معمور تھی۔ آپ نے بھی "خادمانِ ملت" کے ساتھ چند مہینے خدمتِ قوم میں بسر کیے۔

دیوبند کے اساتذہ میں آپ کے بڑی عظمت اور بزرگی اور شہرت والے بزرگ استاذ یہ تھے۔ مولٰنا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مولٰنا سیّد اصغر حسین صاحب مرحوم، مولٰنا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، مولٰنا رسول خاں صاحب، مولٰنا محمد شفیع صاحب، مولٰنا شمس الحق صاحب افغانی، مولٰنا عبدالسمیع صاحب، مولٰنا مفتی ریاض الدین صاحب، مولٰنا قاری عبدالوحید صاحب وغیرہ وغیرہ۔ آپ اپنی تحریر میں لکھتے ہیں:

"مجھے (اپنے اساتذہ میں) تین حضرات کا تذکرہ خاص طور پر کرنا ہے:

۱۔ شیخ الادب مولٰنا اعزاز علی صاحب مرحوم جو میری نظر میں ایک مثالی استاد کا نمونہ تھے۔ خود محنتی اور ہر محنتی طالب علم کو پسند کرنے والے تھے۔ درس و مطالعہ شب و روز کا مشغلہ تھا، صبح سویرے تین بجے اپنے دارالمطالعہ میں تشریف لاتے اور نماز کے اوقات تک مطالعہ فرماتے نماز سے فراغت پاتے ہی درس میں مشغول ہوجاتے۔ روزانہ سات آٹھ گھنٹے پڑھاتے۔ گھنٹہ شروع ہونے کے ساتھ ہی پڑھائی شروع ہوتی اور ختم ہونے کے ساتھ ہی بند ہوجاتی، مضمون ناتمام ہوتا تو چاہے پانچ منٹ کی مزید ضرورت ہو نہ لیتے، ادھورا چھوڑ دیتے اور دوسرے دن از سرِ نو شروع فرما کر مکمل کر لیتے۔ وہ ادب اور فقہ دونوں کے شیخ تھے۔ دیوان متنبی، دیوان حماسہ، کنز الدقائق نور الایضاح، شرح نقایہ کے حواشی ان کی یادگار ہیں۔ میں نے ان سے دیوان متنبی، دیوان حماسہ، عروض المفتاح اور ہدایہ آخرین پڑھیں اور مجھ پر ان کی نظر خاص تھی۔ استاد مرحوم کی ایک خاص بات یہ تھی کہ کوئی طالب علم سلام کرنے میں ان پر پہل نہ کر سکا۔ جب بھی نظر دوچار ہوجاتی فوراً السلام علیکم فرما دیتے۔

۲۔ مولٰنا سیّد عبدالحق نافع کاکاخیل (زیارت کاکا صاحب کے رہنے والے ہیں) ان کے برادر بزرگ مولٰنا سید عزیز گل صاحب مولٰنا شیخ الہند کے مرید خاص اور مالٹا میں ان کی رفاقت میں اسیر رہے ہیں۔ مولٰنا نافع کی تربیّت بھی مولٰنا شیخ الہند کے زیر سایہ ہوئی، والد محترم ۱۳۵۰ھ

میں حج پر گئے تو مولنا عبدالحق نافع مولنا محمد یوسف بنوری کی معیت میں پشاور کے ایک دارالعلوم میں رضاکارانہ پڑھاتے تھے۔ (مولنا نافع کو اللہ تعالیٰ نے اتنی جائداد دی ہے کہ وہ ملازمت کو ذریعہ معاش بنانے سے بے نیاز ہیں) وہ ہفتہ میں ایک دو دن کے لیے زیارت کاکا صاحب تشریف لاتے تو میں ان سے تصریح پڑھ لیتا تھا۔ ۱۳۵۲ھ میں وہ دیوبند سے منسلک ہوئے وہاں پھر میں نے ان سے ہیئت کی بقیہ کتابیں (شرح چغمنی بست باب) اور منطق کی انتہائی کتابیں قاضی مبارک اور شرح مطالعہ پڑھیں۔ ان علوم میں ان کے تفردات ہیں، دوسرے اساتذہ کے ہاں رٹی ہوئی تقریریں ہوتی تھیں۔ ان کے ہاں فن اور ذہانت کی جلا ہوتی تھی۔ آج تک ہمیں علمی صحبت کا لطف ان کی مجلس میں حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ دیوبند کے واسطۃ العقد یا درۃ التاج شیخ العرب والعجم مولنا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی وہ حدیث کا دورہ پڑھاتے تھے۔ میں نے بھی دوسرے طلبہ کی طرح ان سے حدیث کا دورہ پڑھا۔ میں دورۂ حدیث کا کوئی امتیازی طالب علم بھی نہ تھا اور حضرت مدنی سے کوئی خاص تعلق بھی پیدا نہ کر سکا تھا۔ بہت سے پروانوں کی طرح میں بھی اپنے آپ کو ایک پروانہ شمار کرتا تھا اور ان سے دلی عقیدت رکھتا تھا۔ اتنی بات ضرور تھی کہ میں اخبار پڑھنے کے لیے ان کے مکان پر مسلسل حاضری دیا کرتا تھا اور گھنٹوں وہاں بیٹھا رہتا تھا۔ اس وقت کے ہندوستان کے چوٹی کے رہنما وقتاً فوقتاً ان کے مکان پر تشریف لاتے، ہماری بھی ان سے ملاقات ہو جاتی۔ امنگیں بڑھتیں، ذہنی جلا پیدا ہوتی۔ حضرۃ شیخ جو سند خصوصی اجازتِ حدیث کے سلسلہ میں دیا کرتے تھے اس میں ان کا معمول تھا کہ عام طالب علم کو الاخ فی اللہ اور ممتاز طالب علم کو الشیخ لکھ دیا کرتے تھے، میرے بارے میں حضرت نے الاخ الشیخ کے الفاظ قلمبند فرمائے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوبند بحیثیت مجموعی ایک متحرک کارخانہ تھا، جس کے نتائج

میں ادارہ اساتذہ ماحول بروایات اور تلامذہ ہر ایک اپنا اپنا کردار ادا کر رہا تھا۔ قیام دیوبند کے دوران جن بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی ان میں حضرت شیخ الاسلام مولٰنا انور شاہ صاحب، حضرت مولٰنا کفایت اللہ صاحب، مولٰنا حبیب الرحمٰن شروانی، مولٰنا عبید اللہ سندھی مرحوم، مولٰنا شبیر احمد عثمانی، مولٰنا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولٰنا عطاء اللہ شاہ بخاری (جن سے بعد میں امرت سر میں ملاقاتیں ہوئیں) مولٰنا احمد علی، مولٰنا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے اسماء گرامی اس وقت خاص طور پر یاد پڑتے ہیں۔ مولٰنا عزیر گل صاحب کے مکان پر تو ہر وقت حاضری رہتی تھی۔ دیوبند کے قیام کے دوران مولٰنا عبدالحق صاحب کے رفقاء اور مہمانوں کی علمی صحبتیں بھی مفید رہیں اور بہت زیادہ فائدہ وہاں کے کتب خانہ سے ملا، جس کا دروازہ طلبہ کے لیے مولانا محمد طاہر مرحوم (برادر مولٰنا محمد طیب صاحب) نے کھول دیا تھا۔ اس وقت محرر کتب خانہ سید محبوب رضوی نے کتب خانہ کو 'کھنگالنے' میں میری بڑی مدد کی تھی۔"

جناب مولٰنائے موصوف نے ۱۹۳۸ء میں امتیازی طور پر مولوی فاضل کا امتحان پاس کرکے ایک نقرئی تمغہ انعام کے طور پر حاصل کیا اور ایک سال تک پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں تحقیق کے کام کے لیے آپ کو وظیفہ دیا گیا۔ اس عرصہ میں آپ نے خان بہادر مولوی محمد شفیع کی صحبت اور علم سے خوب استفادہ کیا۔ آپ نے مولوی محمد شفیع صاحب کی زیر نگرانی اسماء رجال کی ایک نادر کتاب تلخیص مجمع الادب کو علمی معیار کے مطابق ترتیب دے کر اورینٹل کالج میگزین اور اس کے ضمیمے میں (۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۶ء تک کے شماروں میں) شائع کرایا۔ مولٰنا مولوی میر واعظ محمد یوسف صاحب کے مدرسہ اورینٹل کالج میں ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۲ء تک مدرس رہے۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم السنہ شرقیہ امرتسری میں صدر مدرس کے عہدہ پر مقرر کیے گئے۔ ۱۹۴۷ء تک اسی جگہ قیام کیا۔ ایک دو مہینہ مولٰنا ظہور احمد بگوی امیر حزب الانصار کے ساتھ بھیرہ میں بھی آپ نے گزارے۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم کے بعد آپ پشاور کی اسلامیہ کالجیٹ سکول میں

عربی کے استاذ مقرر کیے گئے۔ جب حکومت سرحد نے اسلامیہ کالج میں سنٹرل تھیالوجی کے نام سے دینیات کا الگ شعبہ قائم کیا تو قاضی نورالحق صاحب ندوی، مولٰنا محمد حامد صاحب اور آپ کا نام اوّلین اساتذہ میں تجویز کیا گیا۔ تب سے اسی شعبہ سے منسلک ہیں اور ۱۹۶۰ء سے شعبۂ اسلامیات کے فرائض کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

مندرجہ ذیل معاصر علمائ سے آپ کی دوستانہ علمی رفاقت مضبوطی سے قائم ہے۔

مولٰنا سیاح الدین صاحب کاکاخیل، پروفیسر عبدالقیوم صاحب گورنمنٹ کالج لاہور، مولٰنا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی، مولٰنا محمد ایوب صاحب بنوری بانی و مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور، مولٰنا عبدالرزاق صاحب (سلیم خان تحصیل صوابی) مولٰنا حبیب الرحمٰن صاحب (ہزارہ) سید گل بادشاہ صاحب امیر جمعیۃ العلمائ سرحد، مولٰنا مفتی عبدالقدوس صاحب مفتی آزاد کشمیر، علاوہ ازیں ڈاکٹر سیّد محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ بھی بزمانۂ قیام لاہور رفاقت رہی۔

آپ کی تالیفات

۱۔ تلخیص مجمع الآداب فی معجم الاسماء علی المعجم الالقاب: مورخ عراق کمال الدین عبدالرزاق بن الفوطی کی ایک تصنیف ہے جس کے باقی اجزاء ناپید ہیں۔ مجلد رابع کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں ہے۔ مجلد خامس خان بہادر مولوی محمد شفیع مرحوم کو ملی تھی وہ مولٰنائے موصوف نے مرتّب فرمائی اور اس پر عربی میں ہی حواشی لکھے۔ اورینٹل کالج میگزین لاہور میں چھپی۔ تقریباً بارہ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب دو حصوں میں طبع ہوئی۔

۲۔ جمال الدین صاحب افغانی کا مضمون العروۃ الوثقیٰ کا اردو ترجمہ دو حصّوں میں۔

۳۔ مضامین جمال الدین افغانی، ارشادات جمال الدین کے نام سے ادارہ فروغ اردو لاہور نے شائع کیا۔

۴۔ صلاح الدین ایوبی کا ترجمہ جو ادبستان لاہور سے شائع ہوا۔

۵۔ مولٰنا عبداللہ کی ذاتی ڈائری تکملہ اور تتمہ کے ساتھ جو ادبستان لاہور نے شائع کیا۔

۶ ۔ کورس کی پانچویں سے لے کر بارھویں تک کے لیے کتابیں لکھیں جو کئی بار طبع ہوئیں ۔

۷ ۔ اورینٹل کالج میگزین لاہور، پشاور یونیورسٹی میگزین اور پشتو رسائل میں مختلف موضوعوں پر اکثر مضامین شائع ہوئے ہیں جو کہ قابل قدر ہیں۔

جناب مولانائے عبدالقدوس صاحب کے چار بھائی، پانچ ہمشیرہ، تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ آپ کے بھائی؛

۱۔ مولانا عبدالسبوح صاحب قاسمی ایم۔ اے۔ لائبریرین پشاور یونیورسٹی ۔

۲۔ زبدۃ الحکماء حکیم عطاء الرحمٰن صاحب مالک پاپولر میڈیکل سٹور نوشہرہ۔

۳۔ ڈاکٹر عتیق الرحمٰن صاحب (ریڈیالوجسٹ لیڈی ریڈنگ اسپتال پشاور)

۴۔ حسین احمد صاحب ایم۔ اے۔ مالک پاپولر میڈیکل سٹور پشاور ۔

بڑے صاحبزادہ کا نام سجاد، دوسرے کا حماد اور تیسرے کا ارشاد ہے۔

حافظ مولانا مولوی محمد رمضان صاحب (اہلحدیث) محدثؒ

کوٹلہ فیلبانان —— پشاور

۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۳ء تا ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء

حافظ محمد رمضان صاحب پشاور شہر کے محلہ کوٹلہ فیلبانان میں رہتے تھے۔ آپ نے ہندوستان میں علومِ اسلامیہ کی تکمیل کی اور قرآن مجید بھی حفظ کیا۔ آپ پشاور شہر کے اہلحدیث علماء میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ بڑے با اخلاق، ملنسار، متواضع اور انتہائی خوفِ خدا دل میں رکھتے تھے۔ بڑے متقی، پرہیزگار اور بے غرض تھے۔ اگرچہ آپ مسلکاً "اہل حدیث" تھے مگر ہر ایک مسلک کے لوگ آپ کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انتہائی قانع اور صابر تھے۔ مسائل شرعیہ کو بیان کرتے وقت کسی کی پروا نہ کرتے تھے۔ آپ کی راست گفتاری اور حق گوئی بہت مشہور ہے۔ ہندوستان بھر سے آپ کے پاس استفتاء آتے اور آپ جواب دیتے —— اہل حدیث کے مشہور عالم جناب ثناء اللہ صاحب امرت سری مالک و مدیر ہفت روزہ "اہل حدیث" نے بھی آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ حاصل کیا۔ پشاور شہر کے مشہور و معروف اہل حدیث عالم جناب مولنا عبد القادر صاحب[1]

---

[1] مولنا مولوی عبد القادر صاحب محدث، نہایت ہی متقی، پرہیزگار، منکسر المزاج اور بہت ہی اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ تمام
(باقی ص ۱۵۸ پر)

مرحوم سرکی گیٹ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے سند حدیث حاصل کی، پشاور شہر کے مشہور و معروف سجادہ نشین اور عارف باللہ حضرت آقا سیّد تجلی حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بھی آپ سے علم حدیث اور صرف و نحو پڑھا، جس طرح آپ علمِ حدیث میں بصیرت رکھتے تھے اسی طرح آپ صرف و نحو میں بھی یکتا تھے۔ تمام علوم کی کتابوں کا درس دیتے۔ نماز کے مفروضہ اوقات کے علاوہ تہجد، اشراق، اوّابین کی نماز انتہائی خشوع و خضوع سے ادا کرتے تھے۔ صرف قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ کرتے اور ہمیشہ انھیں شکست دیتے۔ تہکال، سفید ڈھیری، سربند، بڈھ بیر اور دیگر کئی دیہات کے طلباء اور علماء آپ کے پاس حاضر ہو کر علم حدیث کی تکمیل کرتے تھے۔ آپ نے اس علاقہ میں علمِ حدیث کے فروغ کے سلسلہ میں قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ پشاور شہر کے محلہ بڑھ (آسیا) کی مسجد اہلحدیث میں سب سے پہلے آپ ہی نے درس اور وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ وفات کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق تمام کتب خانہ اہل حدیث کے "مدرسہ تعلیم القرآن والسنۃ" سرکی گیٹ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اسی برس کی عمر میں ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء میں انتقال کیا۔ آپ کی تصنیف کوئی نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۵۶

عمر علمِ حدیث شریف پڑھاتے گزر گئی۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ اہل حدیث کی مسجد کے امام و خطیب تھے۔ باوجود اہل حدیث ہونے کے کبھی بھی نزاعی مسائل میں نہیں الجھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک شہری آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا تھا۔ حدیث شریف میں آپ کا پایہ بلند تھا۔ میرے استاد محترم صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "مولانا عبدالقادر صاحب نے ہر ایک حدیث میں اپنا گھر بنایا ہوا ہے۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں انتقال کیا۔

مولانا مولوی محمد علیم صاحب (المتوفی ۱۹۵۹)

خطیب مسجد خضرولی باباصاحبؒ یکہ توت پشاور

آپ کا اسم گرامی محمد علیم صاحب تھا۔ آپ موضع چغرزئی علاقہ صوات کے رہنے والے تھے۔ آپ نے تمام عمر طلب علم کے سلسلہ میں سرحد اور ہندوستان میں گزاری۔

آپ علوم مروّجہ کے ہر فن میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ خصوصاً علم معقول میں تو آپ علّامہ تھے۔ علم معقول میں مشہور و معروف معقولی استاد جناب مارتون ملّا صاحب کے شاگرد تھے۔ اپنے علاقہ کے علماء سے منقول و معقول کی کتابیں پڑھ کر حدیث شریف اور تفسیر پڑھنے کے لیے ہندوستان تشریف لے گئے۔ مختلف مدارس میں پڑھ کر مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی سے سند تکمیل حاصل کی۔ واپس پشاور تشریف لائے اور تدریس شروع کر دی۔ مسجد خضرولی باباصاحبؒ یکہ توت، مسجد بازار چڑویکوبان پشاور میں باقاعدہ درس نظامی کا درس دیا اور صبح کے وقت قرآن مجید کا درس دیتے۔ دارالعلوم رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں تفسیر اور دیگر علوم پڑھاتے۔ آپ کے پاس آزاد قبائل اور ضلع پشاور کے اکثر طلباء رہتے۔ درس نظامی کا مکمل درس دیتے۔ صحاح شریف پڑھاتے۔ علم معقول کی کتابیں از بر تھیں۔ اس وقت کے اکثر علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ اس فقیر ہیچمدان محمد امیر شاہ (گیلانی عفی عنہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ سید حسن صاحب پشاوری) نے بھی فقہ شریف اور اصول کی تکمیل آپ ہی سے کی۔

مولنا مولوی عبدالغفور صاحب مہاجر مدنی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرکے صاحب مجاز ہُوئے۔ نہایت متقی، پرہیزگار، تبع سنت، ذکرالٰہی کے شاغل، بڑے خداترس، خاموش اور باوقار تھے۔ آخری عمر میں گھی کی تجارت کرتے تھے۔

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عشق اور ادب کمال جذبہ تک تھا۔ جس وقت بھی حضور سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کرتے تو آنکھوں سے سیلاب کی طرح آنسو امڈ آتے اور سوزشِ عشق سے آہیں بھرتے۔

۲۸؍اپریل ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔

حضرت مولٰنا مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم

(ڈاگی ۔ مردان)

آپ کا اسم گرامی محمد صدیق اور والد کا نام مولوی رحمت اللہ صاحب ہے۔ آپ کی پیدائش تقریباً ۱۲۵۲ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر کرنے کے بعد اپنے علاقہ کے مقامی علماء سے علومِ معقول و منقول پڑھے۔ یعقوبی مولٰنا صاحب آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے علاقہ کے علماء سے پڑھ کر مزید تحصیلِ علوم کے لئے ہندوستان کا رُخ کیا۔ چنانچہ مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہوئے، وہاں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ چونکہ آپ انتہائی ذہین اور محنتی طالب علم تھے اس لئے اپنے اساتذہ کی نظر میں بہت مقبول ہوئے اور شیخ الہند مولٰنا مولوی محمود الحسن آپ پر خاص توجہ فرماتے، دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی تو واپس اپنے علاقہ میں تشریف لائے اور درس شروع کر دیا۔ آپ کے علم کا شہرہ تمام علاقہ میں پھیل گیا۔ دُور دراز علاقوں سے طلبہ جوق در جوق آتے اور آپ کے علم سے فیض پاتے۔ تقریباً چالیس سال تک علومِ متداولہ کا اور خصوصیت کے ساتھ حدیث مبارک کا درس دیا۔ آخری عمر میں آپ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے مگر پھر بھی تمام ان کتب درسیہ کا زبانی درس دیتے۔ آپ نہایت ہی متواضع، ملنسار، مہمان نواز اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ وہ طلبہ جو آپکے پاس مقیم ہوتے ان کے کھانے، پہننے اور رہائش کا انتظام خود کرتے۔ میبذی پر حاشیہ بنام صدیقیہ لکھا۔ علاقہ کے مسائل اور تنازعات شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق حل فرماتے۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہر ایک شخص آپ پر اعتماد کرتا تھا۔ ۸۵ برس کی عمر پا کر ۱۳۳۷ھ میں انتقال کیا۔

حضرت مولٰنا مولوی محمد حامد صاحب

سابق لیکچرار اسلامیات۔ اسلامیہ کالج پشاور

آپ کا اسم گرامی محمد حامد، والد کا نام الحاج تہور علی صاحب تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۸۹۰ء بمقام اٹاوہ (بھارت) ہوئی۔ چونکہ آپ کے والد صاحب پولیس انسپکٹر تھے، اس لئے آپ کی زندگی کا کچھ حصہ الہ آباد میں گزرا۔ آپ کے والد گرامی کی خواہش کے مطابق مختلف اساتذہ سے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ والد صاحب کی مرضی کے مطابق کچھ انگریزی پڑھنے کے بعد آپ نے دار العلوم مظاہر العلوم سہارنپور میں علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے داخلہ لے لیا اور آخری امتحان میں تمام طلبہ سے زیادہ نمبر حاصل کر کے اوّل درجے میں سندِ فراغت حاصل کی۔ چونکہ آپ کو علم حدیث میں کافی عبور حاصل تھا اس لئے آپ کے استاذ محترم مولٰنا خلیل احمد صاحب مرحوم نے آپ کو اسی مدرسہ میں استاد مقرر کر دیا۔ آپ نے باقاعدہ تین برس تک وہاں پڑھایا پھر وہاں سے راجکوٹ کاٹھیاواڑ میمنوں کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ وہاں جامع مسجد کی خطابت بھی فرماتے۔ وہاں سے چل کر ریاست سعد آباد ضلع متھرا میں ایک دار العلوم بنام "ارشاد العلوم" قائم کیا اور اس میں بحیثیت صدر مدرس فائز رہے۔ چونکہ آپ کو علوم متداولہ کے حصول کا انتہائی شوق تھا لہذا آپ نے مختلف یونیورسٹیوں سے عربی کے امتحانات بھی پاس کئے۔ چنانچہ الہ آباد سے عالم و فاضل کے دو امتحانات دیئے اور ان ہر دو امتحانات میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔

پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل درجہ دوم میں پاس کیا۔ اتفاقاً شملہ میں آپ کی ملاقات نواب سر عبدالقیوم صاحب بانیٔ اسلامیہ کالج پشاور سے ہُوئی۔ نواب صاحب کی عقابی نگاہ نے بھانپ لیا کہ علم کا ایک بیش بہا ہیرا ہے لہٰذا اس کو اسلامیہ کالج پشاور کے لئے حاصل کیا جائے، چنانچہ انہوں نے آپ کو مجبور کیا اور اس وقت جبکہ یہ اسلامیہ کالجیٹ تھی) اور اسلامیہ کالجیٹ پشاور میں بطور مدرس اسلامیات لے آئے۔ آپ نے تیس برس تک صوبہ سرحد میں علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت کی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

”جس اخلاص کے ساتھ میں نے یہ خدمت سر انجام دی اس کو اپنی قلم سے تحریر نہیں کر سکتا۔ میری یہ خدمات مقبول ہُوئیں اور میں اسلامیہ کالج میں دینیات کا لیکچرار مقرر کیا گیا یہ کالج بعد میں گورنمنٹ کالج بنا، پھر یونیورسٹی کے ماتحت آ گیا اور میری ملازمت یونیورسٹی میں منتقل ہو گئی۔ تیس سال تک صوبہ سرحد میں علمی خدمات انجام دیں اور وہاں کے باشندے جو میرے ساتھ تعلق رکھتے تھے اس کی گہری یاد میرے دل میں اب تک زندہ ہے اور جب کبھی وہاں کا شاگرد مل جاتا ہے میں اپنے دل میں نئی فرحت محسوس کرتا ہُوں۔“

۱۹۵۰ء میں آپ یونیورسٹی سے ریٹائر ہو گئے۔ چونکہ آپ کے اکثر رشتہ دار کراچی آ گئے تھے اس لئے آپ بھی کراچی چلے آئے۔ ٹنڈو الہ یار (سندھ) کے دار العلوم میں چند ماہ مدرس بنے اور مناسب ماحول نہ ہونے کی وجہ سے فارغ ہو آئے اور دار العلوم عربیہ نیوٹاؤن کراچی میں مدرس ہو گئے۔ چونکہ آپ ہمیشہ منظم اور باقاعدہ زندگی بسر کرنے والے ہیں اس لئے حضرت علامہ مولانا مولوی محمد یوسف صاحب بنوری نے انہی بے مثال خصوصیتوں کی بنا پر دار العلوم میں ناظم تعلیمات مقرر کر دیا۔ آج کل اس مدرسہ میں اپنے فرائض بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں: ”اس دینی خدمت سے بہت مطمئن ہُوں بلکہ بارہا یہ خیال آتا ہے کہ میری زندگی کا قیمتی وقت یہی ہے۔“

ریڈیو پاکستان سے اکثر دین اسلام کے مختلف موضوعات پر تقاریر بھی نشر کرتے ہیں۔ آپ نے صوبہ سرحد

کے پرائمری اور مڈل سکولوں کے لئے نصاب بھی مرتب کیا تھا جو کہ محکمہ تعلیم نے منظور کیا تھا اور سالہا سال تک سکولوں میں رائج رہا۔ ایک کتاب تاریخ اسلام پر بنام "نبوّت اور سلطنت" لکھی جو کہ چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں آنحضور سرورِ کائنات پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سیاسی زندگی تحریر ہے۔ علمی حلقوں میں اس کتاب کو بڑی قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا گیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"بارہا یہ خیال ہُوا کہ اس پر نظرِ ثانی کی جائے اور کچھ اضافہ کے ساتھ اس کو شائع کر دیا جائے لیکن تا حال نہ فرصت ہے اور نہ سرمایہ جو اس کی اشاعت کی جا سکے۔"

حضرت مولٰنا مولوی محمدّ فاضل صاحب

(امام مسجد پل پختہ پشاور)

مولٰنا محمد فاضل صاحب حضرت علاّمہ اخونزادہ محمد شریف صاحب ساکن تیراہی پایان تحصیل پشاور کے فرزند ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۵۳ برس ہوگی۔ اپنے والد سے علوم درسیہ اور خصوصاً فقہ شریف پڑھا۔ صرف و نحو کی تکمیل مشہور و معروف نحوی عالم کوہستان استاذ صاحب ساکن بی بی کندی سے کی۔ مولٰنا قاضی حبیب اللہ صاحب المعروف "قاضی صاحب بڈھنی" سے علوم مروجہ اور خصوصاً علم منطق بالاستیعاب پڑھا۔ دیگر علوم مولٰنا صاحب شیر دل المعروف "چار باغ مولٰنا صاحب" مردان سے پڑھے۔ بالآخر دارالعلوم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں دورہ حدیث کی تکمیل کرکے سندِ فراغت حاصل کی۔

دو برس تک اپنے گرامی قدر والد صاحب کی خدمت میں رہ کر اپنے گاؤں میں مختلف علوم کی کتابیں پڑھائیں ازاں بعد گنج دروازہ کی جامع مسجد میں چار سال تک درس نظامی کے اسباق پڑھاتے رہے۔ پھر اپنے استاذ مولٰنا قاضی حبیب اللہ صاحب المعروف قاضی صاحب بڈھنی کی مسجد (واقع پل پختہ پشاور) میں تین برس تک درس دیا۔ اس وقت بھی مختلف علوم کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں حرمین الشریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ میں مولٰنا مولوی عبدالمالک صاحب بہاولپوری سے بیعت کی ہے۔ انتہائی ملنسار، متواضع، منکسر المزاج اور صاحبِ اخلاق حمیدہ ہیں۔

حافظ محمد صدیق صاحب نے جناب حافظ عبدالرحمان صاحب[۱] حسن گڑھی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ بہت ہی قابل ترین حافظ ہیں اور صاحبِ اخلاق حمیدہ ہیں۔

---

[۱] ان کے حالات تذکرہ حفاظ پشاور صـــ ۲۹۱ پر دیکھئے۔

مولٰنا مولوی محمد گل رحیم صاحب اسماری قادری حنفی

آپ کا اسم گرامی محمد گل رحیم، والد کا نام مولٰنا فضل الرحیم اور دادا صاحب کا نام آدم خاں تھا۔ آپ کاتی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ قوم ضلع دیر صوبہ سرحد میں آباد ہے۔

جناب آدم خاں صاحب متبحر عالم، صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ یہ مقام اغوز باغ (جو کہ اسمار کے قریب ایک درہ ہے) میں آکر آباد ہوئے۔ جناب مولوی فضل الرحیم صاحب چھوٹے ہی تھے کہ والد صاحب جناب آدم خاں انتقال کر گئے اور آپ کی تعلیم کی تکمیل نہ ہوسکی البتہ فقہ مکمل کر لی تھی۔

جناب محمد رحیم گل صاحب المعروف "اسمار مولوی صاحب" نے صوبہ سرحد اور آزاد قبائل کے مختلف اساتذہ سے علومِ متداولہ کی تکمیل کی۔ علاقہ مہمند موضع زیارت کلی میں جناب مولٰنا رحم الدین صاحب المعروف مرزا صاحب سے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ اسی عرصہ میں مشہور و معروف بزرگ جناب حاجی صاحب ترنگزئی کی صحبت میں رہ کر مر بالمعروف بھی کرتے اور خوشنویسی جناب مولٰنا کریم داد صاحب موضع گل ضلع دیر سے سیکھی۔ دیگر علوم مولٰنا مولوی زیارت گل صاحب المعروف استاد صاحب ساکن جبہ علاقہ اکبر پورہ تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور، مولٰنا مولوی عبد الرحمٰن صاحب اکبر پوروی، جناب مولٰنا احمد شاہ صاحب موضع نواں کلی تحصیل صوابی، مولٰنا مولوی عبد الحنان صاحب ساکن مذکور، جناب قاضی صاحب المعروف استاد صاحب اسوٹہ، جناب باباجی صاحب

یار حسین، مولانا مولوی مفتی عبد شائستہ گل صاحب المعروف "منتہ ملا صاحب" ، مولانا صاحب چکیسر، ڈاگی مردان حکیم احمد نور صاحب مردان ، سید عبد الغفار صاحب موضع چونگی شموزئی ضلع سوات ، مولانا مولوی سمند خان صاحب طوروی مردان سے حاصل کر کے ہندوستان تشریف لے گئے۔ سہارنپور میں مولانا گلستان خاں، مولانا مولوی عبد القیوم صاحب اور دیگر علماء سے استفادہ کیا۔ وہاں سے چل کر دیوبند گئے۔ یہاں پر اس وقت کے علماء مثلاً مولوی اعزاز علی صاحب ، مولانا مفتی ریاض الدین صاحب ، مولانا مولوی عبد السمیع صاحب ، مولانا ظہور احمد صاحب ، مولانا یحیٰی صاحب ، مولانا محمد ابراہیم صاحب ، مولانا بشیر احمد صاحب گلاوٹھی ، مولانا عبد الخالق صاحب ملتانی ، مولانا محمد ادریس صاحب ، مولانا مولوی فخر الدین صاحب مراد آبادی ، مولانا اصغر حسین صاحب ، مولانا عبد الحق صاحب نافع زیارت کاکا صاحب ، مولانا مولوی عبد الحق صاحب اکوڑہ خٹک اور قاضی عبد الخالق صاحب کیمبلپوری سے تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ مہتمم دار العلوم دیوبند نے آپ کو دار العلوم گمنکڑھا شہر بنارس میں احادیث پڑھانے کے لئے روانہ کیا۔ ایک برس تک وہاں مدرس رہے پھر واپس دیوبند آکر خوشنویسی کے مدرس مقرر کئے گئے۔ تین برس تک یہ فرائض انجام دیئے۔

دیوبند سے واپس آکر صوبہ سرحد کے مختلف مقامات پر تدریس کرتے رہے نیز دار العلوم خیر المدارس ملتان میں بھی عربی کے مدرس رہے۔ چونکہ آپ کا سلسلہ تصوف یار حسین باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اس لئے آپنے وہاں ان کے ارشاد کے مطابق قیام اختیار کر لیا اور تقریباً تمام علوم و فنون کا درس دینا شروع کر دیا۔ تقریباً نو برس تک وہاں علوم متداولہ کا درس دیا اور آپ نے شادی بھی وہاں ہی کر لی۔ پشاور شہر میں تین برس تک مسجد دلاور خاں میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور کتابت بھی کرتے۔ اس وقت محلہ جنگی پشاور میں ایک مکتبہ بنام کتب خانہ رحیمیہ قائم کر رکھا ہے جس میں چھوٹی بڑی دینی کتابیں شائع کرتے ہیں۔

آپ کی طبیعت پر صوفیانہ رنگ ابتدا ہی سے غالب تھا اور یہ نعمت اپنے آباء کرام سے ملی تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ کی صحبت میں رہے۔ جناب مولانا عبد الغفور صاحب قادری المعروف ملا صاحب

،، نکل (جوکہ سرکانو میاں صاحب کے خلیفہ تھے) جناب حاجی صاحب بارگام (جوکہ خلیفہ بادشاہ صاحب شینکورگ کے خلیفہ تھے) جناب حاجی صاحب ترنگزئی سے روحانی تربیت حاصل کی۔ آپ کی بیعت سلسلہ قادریہ یہ حضرت باباجی صاحب یارحسین رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ انہوں نے ان کو ایک مجلس میں سلسلۂ مبارکہ کے اسباق مرحمت فرمائے۔ پھر حضرت صاحب کی وفات کے بعد آپ کے خلیفۂ اکمل جناب مولنا جلال الدین صاحب ساکن نواں کلی ضلع مردان سے تجدید بیعت کی۔ اب تو بالکل درویشانہ لباس اور زندگی اختیار کرلی ہے۔ دن اور رات میں زیادہ وقت اپنے سلسلہ کے شیخِ طریقت حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر عبادت الٰہی میں بسر کرتے ہیں۔ عمر ۶۳ برس ہے۔

آپ کے تین صاحبزادے ہیں: محمد جلال الدین صاحب، محمد جمال الدین اور محمد کمال الدین صاحب۔ محمد جمال الدین صاحب کتب خانہ کا تمام کام سرانجام دیتے ہیں۔

حضرت شیخ محمدؒ جمال صاحب نقشبندی پشاوریؒ

آپ کا اسم گرامی محمدؐ[1] جمال ہے۔ آپ کابل سے پشاور تشریف لائے اور پشاور سے بنور (سرہند شریف) تشریف لے گئے اور حضرت سیدآدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر صاحبِ مجاز اور خلیفہ ہوئے۔

---

[1] آپ کے حالات قلمی کتاب نتائج الحرمین سے منقول ہیں۔ یہ کتاب مولانا محمد امین صاحب بدخشی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مصنف سیدآدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ آدمیہ کے حالات پر اس سے مستند ترین کتاب کوئی نہیں ہے۔ یہ کتاب مولانا مولوی فضل صمدانی صاحب کے کتب خانہ میں بھانہ ماڑی پشاور میں محفوظ ہے۔ اس کتاب میں تین مطلب، گیارہ باب، ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمہ میں ترغیب بر صحبت نیکاں، اس کتاب کی تالیف کی وجہ، سلسلہ نقشبندیہ کے مناقب، تنبیہات اور ضروری فوائد لکھے ہیں۔

مطلب اوّل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجمالی حالات اور آپ کے بعض اوراد پر مشتمل ہے۔

مطلب دوم میں حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجمالی حالات ہیں۔

مطلب سوم میں سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خلفا کے احوال جمع کیے ہیں۔

باب اوّل میں سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی احوال و تولد و ابتدائی سیر و سلوک و احوال و کشفیات و اورادات جو کہ آپ کی کتابوں میں درج تھے اجمالاً اس باب کی مناسبت سے لکھے۔

باب دوم میں آپ کے بعض مواجیہ کے احوال جو کہ کتاب خلاصۃ المعارف میں موجود تھے، لکھے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

آپ نے فقہ جناب مولٰنا مولوی سید عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ قرآن مجید اور تصوف کی کتابیں خصوصاً نکات الاسرار صاحب نتائج الحرمین جناب مولٰنا محمد امین بدخشی سے پڑھیں۔ شیخ محمد شریف، شیخ نور محمد اور شیخ یار محمد صاحبان رحمہم اللہ اجمعین کی صحبت میں رہ کر علم ظاہری کی تکمیل کی۔ جب علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی تو حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک پر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ نے اپنے مرشد ارشد کی خوب خدمت کی بلکہ اسی خدمت کی وجہ سے تمام خلفاء میں ممتاز ہوئے۔ صاحب نتائج الحرمین تحریر فرماتے ہیں: "در بنور خدمت عمارت خانہائے آں حضرت بسیار می کردند و ہیزم و آب می آوردند۔" یعنی بنور میں آپ اپنے مرشد کے گھر کی خدمت بہت کرتے تھے۔ گھر میں لکڑی لانا، پانی بھرنا آپ ہی کا کام تھا اور مولٰنا محمد امین صاحب بدخشی آپ کا اپنا قول نقل فرماتے ہیں "و می گفت، آنچہ یافتہ ام از خدمت یافتہ ام یاراں در مجلس ہائے خواصہ ایشاں برکات ہا دیدہ تربیت می یافتند و من در ریختن خاک و چونہ و نورہ تربیت و نورانیت بیشتر می یافتم۔" یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اپنے شیخ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۰)

باب سوم میں آپ کے بعض مناقب جو کہ کتاب مناقب الاولیا میں بعض فضلائے نے لکھے تھے شامل کتاب کیے۔

باب چہارم میں آپ کے کچھ جوانی کے حالات اور اوائل طالبی کے واقعات جو کہ ان کی کتابوں میں مندرج تھے، لکھے۔

باب پنجم میں آپ کے متعلق بعض مریدین، صوفیا و درویشوں نے جو واقعات و کشفیات دیکھے اور بیان کئے وہ درج ہیں۔

باب ششم میں آپ کے مصافحات ہیں۔ باب ہفتم میں آپ کے بعض بشارات ہیں۔ باب ہشتم میں آپ کے کچھ ملفوظات اور مکشوفات ہیں۔

باب نہم میں آپ کے کچھ کرامات اور خوارق عادات ہیں۔ باب دہم میں آپ کی اولاد اور بعض آپ کے مریدوں کا ذکر ہے۔

باب یازدہم میں آپ کے بعض خلفاء کا اجمالاً ذکر ہے جن کا تذکرہ آپ کو ملا ہے۔

اور خاتمہ آپ کے مکتوبات ملفوظات عرفانیہ، سلوک اور موعظہ پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے ۲۵۹ ورق ہیں۔ کتب خانہ فضل صمدانی صاحب رحمۃ اللہ میں یہ کتاب نمبر سلسلہ ص ۲۳ قلمی نمبر ۷ ورق ۱۴۰ میں ہے۔

خدمت سے حاصل کیا ہے۔ تمام میرے پیر بھائیوں نے آپ کی خاص صحبتوں میں رہ کر برکتیں حاصل کی ہیں اور تربیت پائی ہے مگر میں نے مٹی، چونا اور اینٹیں پکا کر اپنے شیخ سے کمال درجے کی تربیت اور نورانیت حاصل کی ہے۔

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کو اس علاقہ میں خوب پھیلایا اور اشاعت کی۔ اس علاقہ کے لوگ اکثر اس سلسلہ کے مخالف تھے۔ یہاں تک کہ فقہاء اور علماء عوام کو منع کرتے کہ اس سلسلہ میں مت داخل ہونا مگر آپ کی یادِ الٰہی، اتباعِ سنتِ نبوی اور نہایت ہی استقلال کی وجہ سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ چنانچہ وہی حضرات جو کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالف تھے اور بحث مباحثہ کرتے تھے جیسے ملا یوسف اور ملا عبدالکریم یوسف زئی آ کر خادم ہوئے اور صاحب ارشاد ہو کر مشائخیت سے بہرہ مند ہوئے۔ اس علاقہ میں سب سے پہلے آپ مرید ہوئے۔ آپ کے بعد شیخ نور محمد اور شیخ یار علی وغیرہ آئے۔ صاحب نتائج الحرمین لکھتے ہیں: "دہ ہزار افغان از طفیل ایشاں نقشبندی شدند، قبل ازیں یک افغان نقشبندی نبود، بلکہ اکثر از ایشاں منکر طریقہ بودند۔" یعنی آپ کے مرید ہونے کے بعد اور آپ کی کوششوں سے تقریباً دس ہزار پٹھان سلسلہ نقشبندیہ میں منسلک ہوئے، حالانکہ آپ سے پہلے ایک بھی نقشبندی نہیں تھا، بلکہ اکثر پٹھان تو سلسلہ طریقت کے منکر تھے۔" آپ نے صرف اس علاقہ ہی میں نہیں بلکہ عرب میں رہ کر نجد، بصرہ اور لحسہ میں بھی سلسلہ کی خوب ترویج و اشاعت کی۔ ۱۲۶۱ھ میں جب آپ حرمین الشریفین میں مقیم ہوئے تو مولٰنا محمد امین صاحب بدخشی فرماتے ہیں کہ لحسہ اور بصرہ کے لوگوں نے بڑی عاجزی کے ساتھ التماس کی ہمیں کوئی مرشد دیجئے۔ میں نے جناب محمد جمال صاحب کی تعریف ان کے سامنے کی۔ آپ نے استخارہ کیا تو فرمایا کہ ان دنوں میرا جانا دشوار ہے۔" چنانچہ دوسرے برس جب لحسہ اور بصرہ کے لوگ حج کے لیے آئے تو آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ ہزارہا لوگ آپ کے مرید ہوئے اور بہت ہی قبولیت ہوئی۔ صاحب نتائج الحرمین فرماتے ہیں: "بسیار مردم مرید شدند۔ ارشاد بنوعی ظہور کرد کہ طالبان چون مور و ملخ اژدہام نمودند۔" آپ نے نجد اور لحسہ میں خلفاء مقرر کیے۔ آپ کے خلفاء بھی بڑے باکرامت اور بابرکت تھے۔ آخری عمر میں تمام اوقات مراقبہ اور

تلاوت قرآن مجید میں گزارتے۔ آخری وقت میں جبکہ خود تلاوت قرآن مجید نہ کر سکے تو بقیہ قرآن مجید سُن کر ختم کر دیا۔ آپ نے ۲۵ رجمادی الاول ۱۰۷۳ھ شب جمعہ انتقال فرمایا اور حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

آپ کی وفات پر آپ کے مخلصین نے عجیب وغریب خواب دیکھے۔ ایک صاحب نے دیکھا کہ "یک رکن از ارکان مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم افتادہ است۔ ہماں شب شنیدکہ شیخ وفات کردہ است"۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ستونوں سے ایک ستون گر گیا ہے اسی رات کو سُنا گیا کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے۔ شیخ صالح فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا "درمسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم مردم جمع شدند، مولود می خوانند، پرسیدم ایں مولود ازبرائے کیست، گفتند ایں مولود برائے شیخ جمال است، علیہ الرحمۃ"۔ کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ جمع ہیں اور مولود شریف کی محفل منعقد ہے۔ میں نے پُوچھا کہ یہ مولود شریف کی محفل کس کے لیے منعقد کی جارہی ہے کہ یہ مجلس شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے لیے منعقد کی گئی ہے۔

مولٰنا محمد امین صاحب بدخشی آپ کے جنازہ میں شامل تھے، فرماتے ہیں "ایں فقیر در تکفین و تجہیز و تتبع جنازہ ہمراہ بودم، چوں بقبرستان جنت البقیع بردیم۔ ہنوز قبر تیار نہ شدہ بود، ساعتی جنازہ را بردروازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گذاشتیم۔ چوں نیک نظر کردم ہمہ گی دررقت واحوال مغلوب بودند، فیض ہائے رحمانی بازیدن گرفت، تا آنکہ از دفن فارغ شدند"[۱]

---

[۱] نتائج الحرمین ورق ۱۵۱ کے دُوسرے صفحہ سے لے کر ورق ۱۵۳ کے دوسرے صفحے تک۔

محدّث عظیم فقیہ علیبل حضرت مولٰنا مولوی مرید محی الدّین صاحب

(نوشہروی)

آپ کا اسم گرامی مرید محی الدین، والد کا نام حافظ سلطان محمد صاحب[1] بن میاں صالح محمد صاحب[2] تھا۔ محلہ ڈاگی خیل بمقام نوشہرہ خاص ضلع پشاور ۱۲۸۰ھ میں تولد ہوئے۔

اپنے والد محترم سے قرآن مجید، فقہ، صرف، نحو اور منطق کی تکمیل کر کے دیگر علوم متداولہ کے حصول کے لیے پشاور میں حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم صاحب المعروف "گنج والے حافظ جی صاحب[3]" کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حدیث، تفسیر اور درس نظامی کی تکمیل آپ سے کی، یہاں سے فراغت حاصل کر کے اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لیے بخارا تشریف لے گئے۔ بخارا اس وقت علم و فن کا مرکز تھا۔ آپ نے دوبارہ حدیث اور فقہ کا دورہ بخارا شریف اور سمرقند میں کیا اور مسند درس و افتاء پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کو قبولیت عام نصیب ہوئی اور آپ کے علم کا شہرہ تمام بخارا میں پھیل گیا۔ دُور دُور سے طلباء آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہونے لگے۔ امیر بخارا

---

[1] حافظ سلطان محمد بن میاں صالح محمد بن میاں عبدالرحمان بن میاں محمد موسٰی بن میاں محمد علیٰی بن میاں محمد عبداللہ بن حضرت شیخ یونس بن حضرت شیخ احمدؒ ان کا مزار اٹک میں سلطان صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عبدالعزیز صاحب یمنیؒ تک پہنچ جاتا ہے۔

[2] میاں صالح محمد صاحب کا مزار، شاہ رسول پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں واقع ہشتنگری پشاور

[3] دیکھو تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول صفحہ ۱۲۸۔

کے ساتھ آپ نے بعض مسائل میں اختلاف کیا۔ یہاں تک کہ وہ خود آپ سے ملنے آپ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ تلاوتِ قرآن مجید میں مصروف تھے۔ آپ نے اس کی تعظیم نہ کی۔ جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو امیر بخارا نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ نے مجھے سلام نہیں کیا، میری تعظیم نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: پہلی بات تو یہ ہے کہ کلامِ خداوندی کی تلاوت کر رہا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ تم آئے ہو لہٰذا سلام کرنا تم پر واجب ہے۔ آپ نے اس کو نہایت ہی حلیمی اور بلیغانہ انداز میں نصیحت فرمائی۔ وہ آپ کی تقریر سے کافی متاثر ہوا اور آپ کی خدمت میں خلعت پیش کی۔

آپ دل برداشتہ ہو گئے تھے لہٰذا بخارا سے واپس تشریف لے آئے۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین عبدالغفور صاحب یعنی "صوات بابا جی صاحب" رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۲۷۰ھ میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ سلسلہ شریف کے تمام اسباق اور اذکار کی تکمیل کی۔ زہد و ریاضت کی زندگی اختیار کر کے سلوک و معرفت کے علوم سے سرفراز ہو کر صاحب مجاز و ماذون ہوئے۔ اپنے مرشد ارشد کی زیر نگرانی درس، تدریس، افتاء کا تمام کام آپ سر انجام دیتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے۔ اپنے شیخ کی ہمرکابی میں "جہاد بالسیف" میں بھی مصروف رہے۔ گویا اپنی زندگی پچیس[۲۵] برس تک حضرت صوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ۱۲۹۵ھ میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے چند ماہ پیشتر آپ کو حکم دیا کہ "اے میرے محی الدین تم بمبئی، کاٹھیاواڑ، گجرات وغیرہ جاؤ، سلسلہ کی اشاعت کرو، تبلیغ دین اسلام کرو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔" آپ شیخ کے حکم کی تعمیل میں بمبئی تشریف لے گئے اور تعمیلِ ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ بمبئی میں مشہور تاجر سیٹھ چھٹانی کے والد کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت عبدالرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کے لیے بمبئی، کاٹھیاواڑ، گجرات، راجپوتانہ وغیرہ کے علاقوں کے دورے کرتے اور سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ کے ذریعہ دینِ حقہ کی انتہائی سعی و کاوش سے تبلیغ و اشاعت کی۔ بخارا، سمرقند، صوبہ سرحد، پنجاب،

لہ دیکھو تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول ص ۱۴۹۔

دہلی اور دیگر مقامات سے آپ کی خدمت میں استفتاء آتے، آپ ان سب کا جواب دیتے۔

بدعقیدہ افراد سے مناظرے کرتے۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ طریقہ اہل سنّت وجماعت کے عقاید کی صداقت کو نہایت مدلل ومبسوط انداز میں ثابت فرماتے۔ آپ کی تقریباً چھبیس تصانیف ہیں جن میں کچھ چھپی بھی ہیں۔

غرضیکہ آپ نے تبلیغ دین اسلام کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ حضور غوث الصمدانی محبوب سبحانی قطب ربانی شہباز لامکانی سید شیخ عبدالقادر الگیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عاشق تھے۔ آپ سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار فرماتے اور آپ کی ہر وقت یہ آرزو ہوتی کہ میں بغداد شریف میں انتقال کروں۔ حضور رضی اللہ عنہ کے قدموں میں مجھے جگہ نصیب ہو، چنانچہ بمبئی میں ۱۳۲۲ھ کے آخر میں عام بیماری پھیلی۔ ہزاروں لوگ روزانہ مرنے لگے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے بغداد شریف میں موت نصیب ہو اور حضرت غوث الاغیاث سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے استغاثہ کیا۔ حضور رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ نے حکم دیا کہ بغداد چلے آؤ، آپ اپنے فرزند مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب کے ہمراہ جن کی عمر اس وقت سولہ برس کی تھی بغداد شریف روانہ ہو گئے۔ اوائل ۱۳۲۳ھ میں آپ بغداد شریف پہنچے، وہاں پہنچ کر چار دن گزارے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

آپ کے پوتے جناب غلام محی الدین صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد مولٰنا عبداللہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں بہت ہی پریشان ہُوا کہ مسافرت کے عالم میں کیا کروں گا۔ تجہیز و تکفین کا کیا انتظام ہوگا۔ اسی غور و فکر میں تھا کہ حضرت والاشان نقیب الاشرف سجادہ نشین آستانہ عالیہ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ مجھے محبوب سبحانی غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مرید محی الدین میرا عاشق تھا اس کی تجہیز و تکفین تم کرو اور میرے روضۂ اقدس کے جنوب کی جانب میزاب کے نیچے اس کو دفن کرو۔ چنانچہ ویسے ہی کیا گیا اور یہ آفتاب علم وفقر ۶۵ برس تک دنیائے اسلام میں ضیاپاشیاں کر کے ۱۳۲۳ھ میں غروب ہو گیا۔

آپ کے فرزند مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب نے علوم متداولہ کی تکمیل ۱۵ برس کی عمر میں اپنے والد سے کی، اور

قادریہ نقشبندیہ سلسلہ میں اپنے والد سے بیعت کی۔ بزرگ صورت وسیرت، صاحب اخلاق حسنہ تھے، سلسلۂ چشتیہ میں مولنا عبدالحیٰ صاحب چشتی اجمیری سے بیعت کی۔ اکثر اوقات بزرگوں کی صحبت میں گزارتے پشاور شہر میں چشتیہ سلسلہ کے نامور ولی اللہ حضرت آغا سیّد عبدالستار شاہ بادشاہ صاحب چشتی کی صحبت بابرکت میں کافی دن بسر کئے۔ ۱۳ ارشعبان المعظم ۱۳۶۲ھ میں فوت ہوئے اور نوشہرہ میں دفن ہوئے۔

اس وقت ان کے فرزند غلام محی الدین صاحب پشاور میں مقیم ہیں ان کی عمر ۴۹ برس ہے۔ بہت ہی اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔ یہ بھی سلسلۂ چشتیہ میں بسال شریف کے مولوی احمد صاحب کے مُرید ہیں۔

حضرت اخون مومنؒ

آپ کا اسم گرامی اخون مومنؒ ہے۔ آپ کابل (افغانستان) میں ۱۲۔ رجب المرجب ۱۰۰۵ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے[1]

آپ کا گھرانہ علم و فضل میں مشہور تھا۔ اس لیے آپ کی تربیت بھی اسی ماحول میں ہوئی۔ ہر قسم کے علوم و فنون سے بہرہ ور ہو کر معرفت الٰہی کے حصول کے لیے اہل طریقت حضرات کی تلاش میں گھر سے نکلے۔

حضرت اخون شہباز صاحب قلندر کی صحبت میں قندھار میں حاضر ہوئے۔ آپ کو ان کی صحبت میں اطمینان نصیب ہوا اور مرید ہو گئے۔ تقریباً تین برس اپنے مرشد ارشد کی صحبت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد و اشغال کو مکمل کیا اور ۱۰۳۱ھ میں ۱۴۔ ماہ شوال کو خلافت پائی۔

ساری عمر ریاضت، مجاہدات اور سلسلہ کی اشاعت و ترویج میں گزار دی۔ آپ کے شیخ جب قندھار سے واپس آئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ پشاور تشریف لے آئے۔ پشاور سے جنوب مغربی سمت موضع بڈھ بیر سے آٹھ میل کے فاصلے پر آپ نے ایک مرکز رشد و ہدایت قائم کیا۔ اس میں اقامت گزیں ہو کر آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کی خدمت میں ہزارہا لوگ آ کر فیض حاصل کرتے۔ سینکڑوں مساکین آپ کے

---

[1] تاریخ آئینہ تصوف

لنگر سے روٹی کھاتے۔ ننگوں کو کپڑا ملتا۔ مسافر زادِ راہ حاصل کرتے۔ آپ دیہات میں وعظ و تبلیغ کے لیے جاتے لوگوں کو اتباعِ قرآن و سنّت کا راستہ بتاتے۔ روزانہ بیسیوں ختنے کرواتے غرضیکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا شعار تھا۔ آپ جب مریدین پر توجہ دیتے، اُوپر سے اگر کوئی جانور اڑتا ہوا گزرتا تو وہ بھی پھڑپھڑا کر نیچے آگرتا۔

۱۶۔ ماہ شعبان ۱۳۱۱ھ بروز سہ شنبہ صبح کے وقت انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ میں دفن ہُوئے۔ سینکڑوں افراد اب بھی آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور یہ گاؤں آپ ہی کے نام (یعنی گڑھی مؤمن[1]) سے موسوم ہے۔

آپ کی اولاد میں صاحبزادہ الحاج عبدالرحیم صاحب نقشبندی اب بھی موجود ہیں۔ بڑے درویش صفت آدمی ہیں۔ تعلیم القرآن کا مدرسہ بھی جاری کر رکھا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں حرمین الشریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔

---

[1] آپ کا مزار موضع ماشو گگر، پشاور سے ۶ میل دور، تحصیل پشاور، کوہاٹ روڈ پر قبرستان کے اندر واقع ہے۔

حضرت فقیہ اعظم اخونزادہ محمد شریفؒ صاحبؒ

المعروف "تیراؤ ملّا صاحب"

آپ کا نام نامی و اسم گرامی اخونزادہ محمد شریف صاحب، والد کا نام اخونزادہ علی احمد صاحب، دادا کا نام اخونزادہ شمس الدین صاحب تھا۔ حضرت اخونزادہ محمد شریف صاحب تمام علاقہ میں فقیہہ اعظم کے نام سے مشہور ہیں۔ تحصیل پشاور میں بطرف شمال ۲½ میل کے فاصلہ پر برلبِ سڑک چغرمٹی موضع تیراہی پایاں میں آپ پیدا ہوئے۔ اسی گاؤں کے نام کی مناسبت کی وجہ سے آپ "تیراؤ ملّا صاحب" کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے دادا جناب اخونزادہ شمس الدین صاحب بہت بڑے عالم و فاضل اور صاحبِ درس تھے۔ انہوں نے اپنے لڑکے جناب اخونزادہ علی احمد صاحب کی تعلیم و تربیت پوری توجہ سے کی۔ انہیں خود پڑھایا۔ نیز اپنے وقت کے قابل ترین علماء سے انھیں پڑھوایا۔ اخونزادہ علی احمد صاحب نے جناب حضرت مولٰنا مولوی محمد غلام صاحب ساکن کُڑوی تحصیل نوشہرہ (جو کہ بڑے قاضی تھے) اور مولٰنا مولوی "شمس آبادی مولوی" صاحب سے تکمیل کی۔ تمام علاقہ کے لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے۔ آپ انتہائی قابل احترام اور قابل عزّت تھے۔ علاقہ کا بچہ بچہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور ادب کرتا۔ آپ ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے اور بعمر ۸۵ برس ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا۔

اخونزادہ علی احمد صاحب کے فرزند اخونزادہ محمد شریف صاحب ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ کا گھرانہ

صاحبِ علم تھا اس لیے آپ نے بہت ہی تھوڑی عمر میں دینی تعلیم کی تکمیل کر لی۔ اپنے والد سے ابتدائی تعلیم پڑھی اور اس وقت کے فاضل ترین عالم فقیہہ بے بدل حضرت قاضی صاحب بڈھتی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تمام کتابیں پڑھیں۔ اصول، میراث، منطق اور دیگر علوم کی تکمیل جناب حضرت مولنا مولوی واحد گل ساکن تہکال بالا سے کی۔ ۱۷ برس کی عمر میں صاحبِ درس ہوئے۔ آپ فقہ حنفی کی تمام کتابیں پڑھاتے تھے۔ ہدایہ کامل آپ کو زبانی یاد ہے۔ تمام علاقہ میں آپ کے ہزاروں شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر وقت آپ کے درس میں چالیس طلباء موجود رہتے، کو کھانا، کپڑا اور دیگر ضروریاتِ زندگی آپ مہیا کرتے۔ یہ طلباء صوات، باجوڑ، بلوچستان، کابل، غزنی، ہرات، قندھار اور آزاد قبائل کے ہوتے۔ تمام عمر اپنے گاؤں میں درس دیا۔ یہ تمام طلباء باقاعدہ فقہ شریف اور دیگر علومِ متداولہ کی تکمیل کر کے رخصت ہوتے۔

عقاید میں خالص حنفی اہل سنت و جماعت ہیں۔ عقاید باطلہ رکھنے والوں کا شدومد سے رد کرتے۔ ملحدین کے ساتھ مناظرہ بھی کرتے مگر عموماً آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر منکرین آپ سے مناظرہ کرنے سے کتراتے اور وقت کا تعین کر کے سامنے نہ آتے۔

آپ بڑے متقی، پرہیزگار، متبع سنت، متواضع، منکسر المزاج اور انتہائی مہمان نواز ہیں۔ اپنے معاصرین میں انتہائی قدر و منزلت سے دیکھے جاتے ہیں۔ کبھی کسی کے آگے دستِ سوال نہیں پھیلایا۔ صاحب فقر و غنا ہیں۔

آپ کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے جو صوبہ سرحد اور آزاد قبائل کے کونہ کونہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے استاذ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں مثلاً بازار کلاں پشاور میں ہشتنگر صاحب، محلہ سرکیاں پشاور میں کنڈاؤ ملا صاحب، محلہ باجوڑی پشاور کے امام مسجد مولنا گل رحیم صاحب المعروف اسمار ملا صاحب، مالک کتب خانہ رحیمیہ پشاور، محلہ ریتی پشاور کے امام مسجد مولوی محمد سلیمان صاحب، محلہ ہشتنگری کے امام مسجد المشہور مسجد سوبا ڈھیر مولوی امام الدین صاحب اور مولوی خیر محمد صاحب ملا زئی مدرس لوہارگی وغیرہ وغیرہ۔

صوبہ سرحد اور علاقہ آزاد جمرود و لنڈی کوتل کے مشہور و معروف روحانی پیشوا جناب عبدالحق صاحب المعروف حاجی گل صاحب مدظلہ بھی آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں نیز جناب حاجی گل صاحب کے بھائی عبدالرشید اور عبدالقیوم صاحبان بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ صرف ظاہری علم سے نہیں بلکہ علوم باطنی سے بھی سرفراز ہیں۔ سلسلہ عالیہ "قادریہ، زاہدیہ میں جناب ابوالبرکات عبدالحق صاحب المعروف ثانی صاحب مانکی شریف سے بیعت ہیں۔ ان سے آپ کو بے انتہا عقیدت و محبت ہے۔ سلسلہ کے اسباق کی تکمیل حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ سے ہی کی۔ اِس وقت آپ کی عمر ۸۵ برس سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ اپنے گاؤں میں ہی اقامت گزیں ہیں۔ لوگ اکثر آپ کی خدمت میں طلبِ دُعا کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

آپ کے دو فرزند ہیں ؛ مولنا مولوی محمد فاضل صاحب اور حافظ محمد صدیق صاحب۔

حضرت مولٰنا مولوی میر احمد صاحب

(تیراہی پایاں)

آپ کا اسم گرامی میر احمد صاحب، والد کا نام جناب اخونزادہ نصراللہ خان صاحب ہے۔ آپ ۱۸۲۰ء میں
ے۔ حضرت اخونزادہ فقیہہ اعظم محمد شریف "تیراؤ ملا صاحب" کے رشتہ میں چچا تھے۔ حضرت مولٰنا مولوی عبدالوہاب
المعروف "حضرت مانکی بابا جی صاحب" قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اپنے وقت کے فاضل ترین
تھے۔ بہت ہی پاک باز اور ولی اللہ تھے۔ ہر وقت یادِ الٰہی اور درس میں مشغول رہتے۔ گاؤں گاؤں امر بالمعروف
عن المنکر کرتے۔ اپنے تمام علاقے کو رسم و رواج کی بُری عادتوں سے نجات دلوائی خصوصاً بیاہ اور ختنوں کے
رنڈیوں کے ناچ گانا کی لعنت سے پاک کیا اور یہ آپ کا بہت بڑا جہاد تھا۔

سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے شاگرد تھے جن میں سے اکثر صاحب درس تھے۔ ان میں مولٰنا مولوی عبدالقادر
صاحب بابو گڑھی کے ملا صاحب اور مولٰنا مولوی عبدالاحد صاحب بہت مشہور ہیں۔

آپ نے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کی بہت ترویج و اشاعت کی۔ ساری زندگی ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی۔
شیخ کے ساتھ آپ کو خاص عشق تھا۔

بعمر ۹۰ برس ۱۹۱۰ میں انتقال کیا اور اپنے گاؤں تیراہی پایاں میں دفن ہوئے۔ آپ کے علم کا فیض اس وقت تک جاری ہے۔

آپ کبھی کسی خان یا نواب کے دروازہ پر نہیں گئے بلکہ بڑے بڑے نواب اور امرا، آپ کی خدمت حاضر ہونا سعادت اور نجات اخروی کا ذریعہ سمجھتے۔ تمام عمر میں کسی سے کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول نہیں کیا۔

مولٰنا مولوی مطیع اللہ صاحب

(اکبرپورہ ــــــ تحصیل نوشہرہ)

آپ کا اسمِ گرامی مطیع اللہ صاحب ، والد کا نام مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب ، دادا کا نام مولٰنا مولوی عبدالرسول صاحب تھا۔ آپ کی قوم لودھی خیل افغان ہے۔

مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب

مولوی عبداللہ صاحب کو علم وفضل ورثہ میں ملا ہے۔ آپ نے اپنے والد جناب عبدالرسول صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ...ے بعد مولٰنا مولوی گُل محمد صاحب بُنیری سے فقہ ، اصولِ فقہ اور حدیث شریف کی تکمیل کی۔ نیز علاقہ کے مختلف علمأ سے دیگر فنون کی کتابیں پڑھیں۔ تکمیل کے بعد مسجد دھوبیاں اکبرپورہ میں وعظ ، تبلیغ ، درس اور افتا میں مشغول ہوگئے۔ درسِ نظامی کا درس دیتے۔ آپ اپنے علاقہ میں تمام شرعی فیصلوں میں حَکَم بنائے جاتے۔ "ناسخ والمنسوخ" پر آپ نے عربی میں بہترین حاشیہ لکھا۔ صاحبِ فتویٰ تھے۔ جناب مجاہدِ عظیم حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ ریاضات ، مجاہدات اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ... ماذون ہوئے۔ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" آپ کا شعار تھا۔ حاجی صاحب کی معیت میں فرنگیوں کے خلاف میدانِ جہاد میں صف آرا رہے۔ خصوصاً تراگئی کے جہاد میں خوب جوہر دکھائے اور دادِ شجاعت پائی۔

تمام علاقہ کے لوگ آپ کے علم کے قدردان تھے اور نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ آپ سے پیش آتے۔ بعمر ۶۰ برس ۱۳۴۵ھ میں انتقال کیا۔

مولٰنا مولوی مطیع اللہ صاحب

مولوی عبداللہ صاحب کے فرزند کلاں مولوی مطیع اللہ صاحب نے اپنے والد کی صحبت بابرکت سے خوب فیض حاصل کیا۔ نحو، صرف اور منطق کی کتابیں مولٰنا مولوی قاضی سیف الرحمٰن صاحب ساکن کڑوی سے پڑھیں۔ مولٰنا مولوی عبدالخالق موضع ٹکر علاقہ تخت بھائی، ضلع مردان کے درس میں فقہ، اصولِ فقہ اور دیگر فنون کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لیگئے ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲-۳۳ء میں دہلی پہنچ کر حضرت علامہ مفتی صاحب کے دارالعلوم امینیہ میں داخل ہوکر دورۂ حدیث مکمل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ سندِ فراغت لے کر واپس اپنے گاؤں موضع اکبر پورہ تشریف لاکر اپنے باپ کی جگہ مسند آراء ہوئے۔ وعظ، تبلیغ، درس، افتاء اور مسلک اہلسنت وجماعت حنفی کی تائید وحمایت میں اپنی زندگی وقف کردی۔ اپنے والد صاحب کی معیت میں جناب شیخ الافاغنہ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی کے دست مبارک پر سلسلہ عالیۂ قادریہ، نقشبندیہ میں بیعت کی اور اپنے شیخ کے ساتھ نواگئی کے میدانِ جہاد میں انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔

موجودہ دَور میں تپہ خالصہ میں ان تمام مولویوں کا پُورا پُورا رد تقریر اور تحریر کے ذریعہ فرماتے ہیں جو کہ عقائد حقہ اہل سنت وجماعت کا رد کرتے ہیں۔ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس علاقہ میں کوئی بھی بدعقیدہ مولوی نہیں ٹھہر سکتا۔

حضرت علّامہ مضی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بہ صاحب حق صاحب رزڑ۔ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور

آپ کا اسم شریف مضی الدین، لقب قاضی، استاذ الاساتذہ اور صاحبِ حق صاحب رزڑ تھا۔ والد کا نام قاضی زین العابدین صاحب اور دادا کا نام قاضی عبدالعظیم صاحب تھا۔

قاضی عبدالعظیم صاحب

جناب قاضی عبدالعظیم صاحب در اصل لنڈی یرغجو قاضی خیل پشاور کے باشندہ تھے۔ آپ حصول علم کی جستجو میں لنڈی یرغجو سے رزڑ تحصیل چارسدہ تشریف لائے۔ اس زمانہ میں موضع رزڑ میں حضرت مولٰنا مولوی احمد خاں کا بہت شہرہ تھا۔ آپ ان کی خدمت میں کافی عرصہ رہے اور علم کی تکمیل کی۔ چونکہ مولٰنا مولوی احمد خاں صاحب کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ ایک دختر تھی۔ لہذا مولٰنا قاضی عبدالعظیم صاحب کے ساتھ مولٰنا مولوی احمد خاں صاحب نے عقد کر دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قاضی صاحب نے رزڑ ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ فرزند عطا فرمائے:۔
حسن الدین، رفیع الدین، معز الدین، قطب الدین، فخر الدین، زین العابدین۔ آپ نے اپنے تمام برخورداروں کو دولتِ علم سے مالامال فرمایا۔ آپ کا ہر فرزند صاحبِ علم و فضل ہوا اور متفقہ طور پر تمام بھائی درس دیتے۔

مولنا حسن الدین المعروف بہ گل بابا

جناب مولنا مولوی قاضی حسن الدین صاحب المعروف بہ گل بابا جب تعلیم سے فارغ ہوگئے تو حضرت صوات صاحب باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی ریاضات و مجاہدات کے بعد صوات صاحب باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا خلیفہ اور ماذون بنایا۔ مولنا ئے موصوف نے درس تدریس کے ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی شروع کردیا۔ جس وقت حضرت شیخ المشائخ حافظ عبدالغفور صاحب المعروف صوات صاحب نے آپ کو لنگر جاری کرنے کا حکم دیا تو آپ نے درخواست کی کہ میرے حق میں یہ دعا کریں کہ "مجھ سے بجائے کھانے کے لنگر کے علم کا لنگر جاری ہو، صوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی اس گزارش سے بہت ہی خوش ہوئے اور دعا فرمائی کہ "خداوند کریم ہمیشہ کے لئے آپ کے علم کا لنگر جاری رکھے۔" چنانچہ علم کا ایسا شیریں چشمہ رزڑ سے پھوٹا کہ صوبہ سرحد اور آزاد قبائل یہاں تک کہ افغانستان تک علماء اس سے سیراب ہوئے، حضرت علامہ مولنا مولوی محمد اسرائیل صاحب شہید بھی آپ کے شاگرد تھے۔ ایک زمانہ میں کہا جاتا تھا کہ موضع طورو، ضلع مردان علم کے لحاظ سے صوبہ سرحد میں "بخارا" ہے۔ اسی "طورو گاؤں" کے علماء میں یہ بات مشہور تھی کہ "جس نے رزڑ کا پانی نہ پیا ہو وہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔" آپ کے اپنے پیر و مرشد کی دعا کی برکت سے آپ کا سلسلۂ علم خوب جاری ہوا جو اب تک موجود ہے۔ آپ سے بے انتہا کرامات کا صدور رہا۔ آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ برلب سڑک رزڑ میں آپ کا مزار ہے۔

مولنا مولوی رفیع الدین صاحب

آپ نے بھی والد سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ تکمیل کے بعد درس میں مشغول ہوگئے۔ آپ تمام علوم متداولہ میں درس دیتے مگر خصوصاً علم نحو میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ دُور دراز ممالک سے طلباء علم نحو پڑھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کی بھی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ آپ کا مزار بھی رزڑ میں ہے۔

مولنا مولوی حکیم قطب الدین صاحب

آپ نے بھی والد صاحب سے تکمیل کی اور پھر علم طب پڑھا۔ مزید تعلیم کے لئے لکھنؤ (بھارت) تشریف لے گئے۔

علم طب کی تکمیل بھی وہیں کی اور فوت بھی وہیں ہوئے۔ آپ کی بھی قرینہ اولاد نہیں تھی۔ مزار لکھنؤ میں ہے۔

حکیم مولٰنا مولوی معز الدین صاحب

آپ نے بھی والد صاحب سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ علم طب بھی پڑھا۔ ان کے بھائی قطب الدین صاحب جب لکھنؤ (بھارت) گئے تو آپ بھی ان کے پاس مزید علم طب پڑھنے کے چلے گئے۔ آپ نے علم طب میں مہارت تامہ حاصل کی۔ ہندوستان میں ایک جید عالم اور حاذق طبیب کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ بھائی کی وفات کے بعد لکھنؤ سے بھوپال چلے گئے اور وہاں شاہجہان بیگم کے شاہی طبیب مقرر ہوئے۔ باقی تمام عمر وہیں گزاری۔

آپ نے مختلف فنون کی کتابوں پر حاشیے لکھے۔ بعض ان میں چھپ بھی گئے ہیں۔ مطوّل اور شیخ بوعلی سینا کی کتاب شفا پر مطبوعہ حاشئے موجود ہیں۔ آپ کے دو فرزند تھے عزیز الدین (جو فوت ہو چکے ہیں) اور اعزاز الدین۔ موخرالذکر اب بھی بھوپال میں رہائش پذیر ہیں۔ مولٰنا صاحب کا انتقال بھوپال ہی میں ہوا۔

مولٰنا مولوی فخر الدین صاحب المعروف بھائی بابا صاحب

انہوں نے بھی اپنے والد سے تکمیل کی۔ آپ بے نظیر عالم تھے اور کامل ولی اللہ و بزرگ تھے۔ نہایت ہی متقی اور پاکباز تھے اور آخری عمر میں تو بالکل خاموش ہو گئے تھے، گفتگو کرتے ہی نہیں تھے البتہ ضرورت کے وقت بولتے۔ آپ کی کرامات بہت ہی مشہور ہیں۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ مزار رنڑ میں ہے۔

مولٰنا مولوی قاضی زین العابدین صاحب

آپ نے بھی اپنے والد سے تکمیل کی۔ آپ بہت ہی بلند پایہ عالم و فاضل تھے۔ آپ نے درس جاری رکھا اور سینکڑوں طلبہ آپ کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوئے۔ آخری عمر میں مولٰنائے موصوف نابینا ہو گئے۔ مگر باوجود نابینا ہونے کے باقاعدہ تمام کتابوں کا درس دیتے اور درس تدریس کا سلسلہ ترک نہیں کیا۔ آپ کا مزار رنڑ میں ہے۔ جناب مولٰنا مولوی قاضی مفتی الدین آپ کے فرزند ہیں۔

مولانا مولوی قاضی مضی الدین صاحب المعروف صاحبِ حق صاحب

مولانا مولوی قاضی زین العابدین صاحب کے صرف ایک ہی فرزند قاضی مضی الدین صاحب المعروف صاحبِ حق صاحب تھے۔ آپ کا لقب شیخ العجم تھا۔

آپ ۱۲۹۷ھ میں موضع ترنڑ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور بھائی گل بابا صاحب سے تعلیم کی تکمیل کی۔ گل بابا صاحب ہر وقت آپ کے لئے خیر و برکت کی دُعا کرتے تھے۔ والد اور چچا صاحبان کی وفات کے بعد صاحبِ حق صاحب نے موضع صریخ علاقہ دوآبہ تحصیل چارسدہ کے حضرت مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب المعروف "صریخ ملا صاحب" سے پڑھنا شروع کیا۔ پھر جناب مولانا مولوی فضل قادر صاحب المعروف خفہ ملا صاحب ترنگزئی تحصیل چارسدہ کے پاس رہ کر علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ تکمیل کے بعد اپنے گاؤں میں درس شروع کیا۔ آپ کا درس چالیس برس تک رہا۔ درس میں بیک وقت ہمیشہ تقریباً ایک سو بیس طلبہ موجود رہتے۔ ہر فن کی کتاب آپ پڑھاتے۔ بعض طلبہ ہفتہ میں دُو یا تین سبق بھی بہت غنیمت جان کر حاصل کرتے بلکہ اکثر دیکھا گیا کہ بعض علماءِ کرام تکمیل کرنے کے بعد تبرکاً آپ سے ضرور کوئی ایک کتاب شروع کرتے تھے۔ تدریس کے ضمن میں اگر کسی مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جاتا تو آپ اپنے چچا گل بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جاتے اور وہیں مطالعہ شروع کرتے۔ صاحبِ مزار کی برکت اور توجہ سے اللہ تعالیٰ فوراً ان اشکال کو حل فرما دیتا۔ موضع ترخہ علاقہ دوآبہ کے معروف عالم مولانا مولوی سمیع الحق صاحب مرحوم اپنا واقعہ یُوں بیان کرتے تھے کہ "میں نے عبدالغفور نامی کتاب جب صاحبِ حق صاحب سے شروع کی تو ایک دن اثناءِ درس میں سوال کیا۔ استاد صاحب نے کتاب کا بغور مطالعہ کیا مگر سوال حل نہ ہوا۔ کتاب کے مختلف حواشی مطالعہ فرمائے مگر پھر بھی مسئلہ حل نہ ہوا۔ صاحبِ حق صاحب کتاب لے کر اپنے استاد اور چچا کے مزار پر چلے گئے اور حسبِ عادت مطالعہ شروع کر دیا۔ مطالعہ کے دوران آپ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ غنودگی کے دوران صاحبِ مزار یعنی گل بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فرمایا کہ "یہ عبارت کتابت کی غلطی کی وجہ سے غلط لکھی ہوئی ہے۔

حل عبارت یوں ہے "جب غنودگی سے بیدار ہوئے اور عبارت کی صحت پر توجہ کی تو فوراً وہ مسئلہ حل ہوگیا۔ مزار سے واپس آکر اپنے ہاتھ سے تمام نسخوں میں عبارت کی تصحیح کی۔ آپنے مختلف درسی کتابوں کے حواشی پر نہایت عمدہ نکات حل کئے ہیں جو کہ آپ کی اپنی قلم کے موجود ہیں، خصوصاً تتمہ اخوند یوسف پر حاشیہ لکھا جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔

جناب صاحب حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین تین بار تشریف لے گئے۔ حج مبارک اور زیارتِ روضۂ مطہرہ سے مشرف ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ احمد سنوسی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے آپ کے تبحرِ علمی کو دیکھ کر "شیخ العجم" کا خطاب مرحمت فرمایا اور بعض اوراد و وظائف بھی آپ کو عطا کئے خصوصاً دلائل الخیرات کی اجازت دی۔ اسی طرح مولٰنا مولوی عبدالمفتاح صاحب ابن مولٰنا محمد رضوان صاحب سے بھی دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی (یہ گھر بھی دلائل الخیرات کے ورد میں مشہور و معروف خاندان ہے)

آپ نے ۱۹۲۰ء میں "جمعیۃ علماء افغان" کے نام پر علماء کو متحد کرنے اور جنگ آزادی لڑنے کے لئے ایک جماعت کی تشکیل کی۔ تمام علماء نے متفقہ طور پر آپ کو اس جماعت کا صدر منتخب کیا۔ اس جماعت کے تمام امور آپ سرانجام دیتے رہے۔ اب بھی اس جماعت کی صدارت موجودہ صاحب حق صاحب انجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں جب شریعت بل کے متعلق تحریک شروع ہوئی تو آپ اس میں پیش پیش تھے۔ جگہ جگہ عوامی جلسے کئے اور رائے عامہ کو شریعت بل کے حق میں ہموار کیا، علماء کرام خوانین علاقہ کا آپ کی سرکردگی میں ایبٹ آباد میں ایک نمائندہ وفد اراکینِ حکومت سے ملا۔ آپ کی حق گوئی اور بے خوفی اور انتھک کوشش سے باوجود مخالفت کے یہ بل منظور ہوا۔

جب پراونشل اوقاف کمیٹی بنائی گئی تو آپ کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ مگر جب اوقاف میں شرعی نقائص دیکھے تو استعفا دے دیا۔ ۱۹۲۹ء میں اپنے گاؤں میں "دارالعلوم عربیہ زرڑ" کے نام پر ایک دارالعلوم بنایا جو اب تک باقاعدہ قائم ہے۔ اللھم زد فزد۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد حد سے زیادہ ہے ، بالذات یا بالواسطہ صوبہ سرحد کے اکثر علماءِ کرام آپ کے شاگرد ہیں۔ خصوصاً افغانستان کے علاقہ میں تو آپ کے شاگردوں کا جال بچھا ہُوا ہے۔ حکومت افغانستان کے محکمہ قضا میں بھی کلیدی آسامیوں پر اکثر آپ کے شاگرد متعین ہیں۔ آپ کے وُہ شاگرد جو مسند درس و افتا پر رونق افروز ہیں ، چند ایک کے نام یہ ہیں :

- مولنا مولوی عبدالخالق صاحب گھڑی کپورہ مردان
- مولنا مولوی گل بادشاہ صاحب امیر جمعیۃ العلمائے اسلام
- مولنا مولوی فضل صمدانی صاحب باڑہ تحصیل چارسدہ پشاور
- مولنا مولوی مسرت شاہ صاحب کاکاخیل
- مولنا مولوی محمد جان صاحب غلجی کنڈر خیل مہتمم حمایت الاسلام۔
- مولنا مولوی رحمان الدین صاحب پڑانگ چارسدہ
- مولنا مولوی علی اکبر جان صاحب پڑانگ صدر مدرس پارہوتی مردان۔
- مولنا مولوی شہزادہ صاحب ترنگزئی چارسدہ پشاور

صاحب حق صاحب نے تین شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی اتمانزئی کے مولانا شاکر اللہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ، اس سے آپ جناب مولنا زکی الدین صاحب فاضل دیوبند پیدا ہُوئے جو کہ فوت ہوگئے ہیں۔

دوسری شادی اپنے استاد مولنا مولوی حبیب اللہ صاحب المعروف صریخ مولنا صاحب کی صاحبزادی سے ہُوئی ، جس سے مولنا صبیح الدین صاحب پیدا ہُوئے انہوں نے دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور سندِ فراغت حاصل کی۔ یہ اس وقت "صاحب حق صاحب" کے لقب سے ملقب ہیں۔ ان کے صاحبزادہ احسان الدین صاحب ہیں۔ احسان الدین صاحب ایم۔ اے ہیں اور اسلامیہ کالج پشاور میں سینئر لیکچرر ہیں۔

حضرت مولنا مولوی مضی الدین صاحب "صاحب حق صاحب" کی وفات بروز سہ شنبہ ۸۔ شعبان ۱۳۶۵ھ مطابق ۹۔ جولائی ۱۹۴۶ء کو ہُوئی۔

شیخ نور محمد صاحب نقشبندی

(پشاوری)

آپ کا اسم شریف نور محمد، والد کا اسم گرامی عبدالکریم اور دادا کا نام نامی و اسم گرامی حضرت اخوند درویزہ[1] ننگھاری تھا۔ آپ کے والد شیخ عبدالکریم اپنے والد کی طرح صاحب علم و تقویٰ تھے۔ جناب مولٰنا محمد امین صاحب

---

[1] دیکھو تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول صفحہ ۲۵۔ صاحب نتائج الحرمین لکھتے ہیں "جد ایشاں ملا درویزہ کہ از کبار اولیاء صاحب العلم والاحوال و الکرامت بود، دراصل از جانب ننگھار بود، ولیکن چوں شنیدند کہ پیر روشان کہ نفس الامر پیر تاریک بود و در الحاد عملاً و اعتقاداً ضال و مضل بود، قوم افغان را گمراہ کردہ است، و ہیچ ناصح نیست کہ دلالت کند آخر ناچار از حمیت اسلام و قوت دینداری در پشاور درآمدند، کتابہائے وعظ و نصیحت را درمیان آوردہ بہدایت مشغول شدند و تصنیفہا بزبان افغانی و بعض فارسی بیان کردند و اہل بدعت و ضلالت را بہ سنت و ہدایت دلالت نمودند تاحال برکت اجتہاد ایشاں در قوم افغان باقی است۔"

ترجمہ: ان کے یعنی نور محمد صاحب کے دادا ملا درویزہ اولیاء کبار میں سے صاحبِ علم و صاحبِ احوال و صاحبِ کرامت تھے۔ آپ ننگھار کے رہنے والے تھے۔ جب انہوں نے پیر روشان جو کہ درحقیقت پیر تاریک تھا اور عملاً و اعتقاداً ملحد تھا، گمراہ تھا اور گمراہ کرنے والا تھا۔ پٹھانوں کو یہ شخص گمراہ کر رہا تھا اور اس وقت پٹھانوں میں کوئی نصیحت کرنے والا نہ تھا۔ آخر غیرت اسلام و دین کی وجہ سے آپ ننگھار سے پشاور آئے وعظ و نصیحت کی کتابوں کو لاکر ہدایت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ بہت سی کتابیں پشتو زبان اور فارسی میں لکھیں۔ اہلِ بدعت و ضلالت کو سنت و ہدایت کی طرف بلایا اب تک آپ کے اجتہاد کی برکات پختون قوم میں موجود ہیں۔"

بدخشی نتائج الحرمین میں مولنا عبدالکریم صاحب کے متعلق لکھتے ہیں :

"پدر ایشان شیخ عبدالکریم از علماء متقی و ناصح و مصنف بود"۔ یعنی "شیخ عبدالکریم متقی ، نصیحت کرنیوالے اور صاحب تصنیف عالم تھے"۔ نور محمد صاحب نے لاہور اور سلطان پور میں علومِ مروّجہ کی تحصیل کی۔ صاحب نتائج الحرمین لکھتے ہیں، "در جوانی در لاہور و سلطان پور تحصیل علوم نقلی و عقلی کردہ اند"۔

آپ نے جناب حضرت خلیفہ الزماں سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کر کے سلوک و معرفت کی تربیت حاصل کی اور اسی سلسلہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ صاحب نتائج الحرمین لکھتے ہیں :

"شیخ نور محمد پشاوری سواوی از خلفائے اعلم و اعظم و اکرم آنحضرت[1] است"۔ آپ کی تعریف و توصیف مولنا محمد امین صاحب بدخشی نہایت ہی موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں " با وجود کمال قبولیت و کثرت اتباع بصفاد نیستی متصف اند و در ترک و تجرید ، و عزلت و سخاوت و شجاعت و ریاضت ، بے نظیر اند"۔

پٹھانوں کی مشہور قوم یوسف زئی کے علاقہ میں رہائش اختیار کر کے ترویج و اشاعت احکام الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ نیز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ہزاروں لوگوں کو داخل کیا اور جہاد بالنفس کے ساتھ ساتھ کافروں کے ساتھ جہاد بالسیف بھی کرتے۔ صاحب نتائج الحرمین تحریر فرماتے ہیں :

"شیخ نور محمد در سواد قوم یوسف زئی ساکن اند و در ارشاد شریعت و طریقت می کوشند و جمعے را در طریقہ نقشبندیہ ذوقے ساختہ اند ولیکن عزلت و ریاضت و بے التفاتی در ایشاں غالب است"۔ یعنی شیخ نور محمد قوم یوسف زئی کے علاقہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ ارشاد شریعت و طریقت میں مصروف ہیں اور کافی لوگوں کو طریقۂ نقشبندیہ میں ذوق بخشا ہے مگر طبیعت میں عزلت ، ریاضت اور بے التفاتی غالب ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا[2]

---

[1] "آنحضرت" سے مراد جناب سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

[2] از علامہ مفتی سرور صاحب لاہوری صلا

تحریر کرتے ہیں:

"ہزار ہا مردم قوم افغان یوسف زئی بتوجۂ موجۂ وی بدرجات ولایت رسیدند" یعنی آپ کی توجہ کاملہ کی بدولت قوم افغان یوسف زئی ہزارہا کی تعداد میں ولایت کے درجات بلند تک پہنچے۔"

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی بہت خدمت کی اور اس علاقہ میں اس سلسلہ کو خوب پھیلایا۔ مولنا محمد امین بدخشی لکھتے ہیں:

"عالمے را نقشبندی می ساختند، باوجود لباس فقر و نیستی مقتدائے دیار خود اند" یعنی "ہزار ہا افراد کو نقشبندی بنایا باوجود فقیری اور درویشی کے اپنے علاقہ کے مقتدا رہیں" فرماتے ہیں، "گاہے با علماء و صلحا دیاران خود اتفاق نمودہ قوم خود را بجمیع می سازند، گاہے ہفتاد ہزار و گاہے کم و زیادبریں جمع کردیدہ بجنگ کفار میروند۔ ہزار انرا قتل نمودہ ہزار انرا اسیر میکردند" یعنی "کبھی علماء، صلحاء اور اپنے دوستوں کے ساتھ اتفاق کر کے اپنی تمام قوم کو ساتھ لے کر جس کی تعداد کبھی تو ستر ہزار تک یا کم و بیش ہو جاتی، جمع ہو کر کافروں کے ساتھ جنگ کرتے اور ہزاروں کو قتل کرتے اور ہزاروں کو قید کرتے۔"

اپنے مرشد ارشد کی وفات کے بعد تین بار حج کیا۔ حرمین الشریفین میں اعتکاف کیے۔ زہد و عبادت میں مصروف رہے۔ صاحب نتائج الحرمین لکھتے ہیں:

"بعد از وفات حضرت سید در حرمین آمدند، سہ بار حج و زیارت کردند، و آنچہ داشتند صرف محتاجان نمودند، و در حرمین اعتکاف ہا و در ریاضت ہا کشیدند، و در جبل نور، و جبل ثور خلوت ہا نشستند، برکات بسیار و بشارات بے شمار حاصل نمودہ بوطن رفتند۔" یعنی "حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تین بار حج کیا اور مدینۂ منورہ آنحضور شافع یوم النشور، سید عالم، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبےٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ جو کچھ اپنے پاس موجود تھا سب کا سب محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ حرمین الشریفین میں اعتکاف کیے۔ زہد و عبادت میں مصروف رہے۔ جبل نور (غار حرا) اور جبل ثور پر چلّے کاٹے۔ برکات کثیرہ اور

بشارات عظیمہ سے مشرف ہوئے۔ پھر وطن واپس لوٹے۔

مولٰنا محمد امین صاحب بدخشی تحریر فرماتے ہیں، " بالجملہ در مجاہدۂ ظاہری و باطنی عزیز الوجود اند، در ترویج دین و احیائے سنّت سید المرسلین کامل الوجود اند، سلمہُ اللہ و ابقاہُ "۔ یعنی " مختصراً مجاہدۂ ظاہری و باطنی میں آپ جیسا انسان کم دیکھنے میں آیا ہے اور دین اسلام کی اشاعت کرنے میں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت مبارکہ کو زندہ رکھنے میں آپ سے زیادہ باعمل کوئی دوسرا کم نظر آتا ہے سلمہ اللہ و ابقاہُ "۔

آپ کے بعد آپ کی اولاد اور خلفاء نے بھی علاقہ یوسف زئی میں سلسلہ نقشبندیہ کی بہت خدمت کی۔ بقول صاحب خزینۃ الاصفیا آپ کی وفات " در سال یک ہزار و پنجاہ و نوہجری است " یعنی ۱۰۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

بجنت پرتو انگن مثل خورشید	چو شد نور الہدیٰ نور محمد
ندا شد فیض حقانی وصالش	دگر مشکلکشا نور محمد !!
۱۰۵۹ھ	۱۰۵۹ھ

حضرت نعمان ملاّ صاحب

(گڑھی فضل حق[1])

آپ تحصیل پشاور موضع گڑھی فضل حق میں امام تھے۔ چونکہ آپ نعمان علاقہ آزاد کے رہنے والے تھے اسی لئے اسی نام سے مشہور تھے۔

آپ نے فقہ، اصول، صرف و نحو اور دیگر علوم مروّجہ آزاد قبائل کے علماء سے پڑھے۔ پشاور تشریف لائے اور درس تدریس مختلف مساجد میں کرتے رہے۔ آخر گڑھی فضل حق میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ بہت ہی بڑے عالم تھے۔ آپ کو شیخ الحدیث، شیخ التفسیر اور علامۂ فقیہہ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس نے بھی آپ سے علم پڑھا ہے وہ صاحبِ درس ہوا ہے۔ احادیث کی کتابیں آپ کو یاد تھیں۔ ہدایہ آپ کو ازبر تھا۔

مولنا مولوی عبد القادر صاحب تیراہی، مولنا عبد القیوم صاحب، میاں علیشی، مولنا عبد الحنان صاحب بنگرام اور مولنا مولوی عبد المطلب صاحب کتوزئی جیسے مشہور و معروف مدرس علماء آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کا درس بہت وسیع تھا۔ ہر ملک کے طلباء آپ کے پاس آکر علومِ دینیہ حاصل کرتے۔ تمام طلباء کو کھانا، کپڑا اور دیگر ضروریاتِ زندگی مہیا کرتے۔ انتہائی خوددار اور صاحبِ اخلاق حسنہ تھے۔ جب تک طلباء کھانا نہ کھا لیتے آپ نہ کھاتے۔

۵۰ برس تک درس دیا۔ ۸۰ برس کی عمر میں ۱۹۱۷ء کے لگ بھگ انتقال کیا۔

---

[1] موضع گڑھی فضل حق، پشاور سے بطرف شمال ۷ میل پر سڑک چینہ مٹی پر واقع ہے۔

حضرت مولٰنا مولوی ہدایت اللہ صاحب قادری رحؒ

آپ کا اسم شریف حافظ ہدایت اللہ صاحب تھا۔ آپ کشمیر میں پیدا ہوئے اور علوم متداولہ سے وہیں فراغت پائی۔ صاحب تحائف الاخیار فی ذکر الاولیاء الاخیار الموسوم بہ "تاریخ کبیر کشمیر" رقمطراز ہیں: "از خدمت مولوی محمد صادق و مولوی حاجی محمد علوم عقلیہ و نقلیہ استفادہ کردہ از اقران زمانہ فردیگانہ شد"۔ یعنی مولوی محمد صادق اور مولوی حاجی محمد کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم عقلیہ اور نقلیہ کا استفادہ کیا۔ اپنے وقت کے علماء میں فاضل ترین شمار کیے جاتے ہیں۔ حصول علم کے بعد مرشد کی تلاش میں نکلے اور پشاور پہنچے۔ اس وقت پشاور میں حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین، محدث جلیل حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری کا علم علم و فضل و مشیخیت بلند تھا۔ آپ ان کی صحبت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جناب ابو محی الدین مسکینؒ تحریر فرماتے ہیں: "پس بسفر پشاور در رخت و در انجا صحبت شاہ محمد غوث مشرف شدہ دست ارادت و انابت بدامن ایشاں آویختہ کسب تعلیم و تربیت پذیرفتہ حظ ارشاد حاصل نمود"۔ یعنی پشاور پہنچ کر حضرت شاہ محمد غوث کی صحبت سے مشرف ہوکر ارادت و انابت کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا۔ تعلیم و تربیت کے حصول میں مصروف ہوکر صاحب ارشاد ہوئے۔" آپ نے پشاور میں

لہ الحاج ابو محی الدین المتخلص مسکین صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ مطبع سورج پرکاش امرتسر۔

لہ ایضاً

علم و معرفت کی خوب اشاعت کی ۔ ہزاروں اشخاص کو مُرید کیا ، سینکڑوں افراد کو علمِ دین پڑھایا ۔ پشاور شہر کا والی و صوبہ دار سردار جہان خان آپ کا معتقد تھا ۔ تاریخ کبیر کشمیر میں ہے " پس سردار جہان خان کہ والی و صوبیدار شہر پشاور بود معتقد آں جناب گردیدہ خانقاہ و مدرسہ برائے ایشاں آباد نمود " یعنی سردار جہان خان جو کہ پشاور کا والی اور صوبہ دار تھا آپ کا معتقد ہُوا اور آپ کے لیے ایک خانقاہ و مدرسہ تعمیر کردیا ۔" آپ نے اس خانقاہ سے سلسلۂ رشد و ہدایت جاری کیا ۔ ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے ہزارہا افراد کو مالامال کردیا اور شریعت مطہرہ کی طرف مخلوقِ خدا کی رہنمائی کی ۔ آپ نے اپنے علاقہ میں سلسلہ قادریہ حسنیہ کی خوب تشہیر کی ۔ ذکرِ الٰہی ، سنّت نبوی کی اتباع ، اکل حلال اور صدق مقال آپ کی تبلیغ کے مرکزی اصول تھے ۔ محبت شیخ میں آپ ہر وقت مستغرق رہتے ۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے ۔ سنت نبوی کے خلاف ایک حرف تک سننا گوارا نہیں تھا ۔

بموجب صاحب تاریخ کبیر کشمیر ص ۲۵۲ " آخر الامر باقتضائے عمر مستعارہ در سنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد و یک دراں شہر اندفان یافت ۔" یعنی ۱۱۸۱ھ میں وفات پاکر پشاور ہی میں دفن ہُوئے ۔

حضرت شیخ یار علی صاحب نقشبندی

(پشاوری)

آپ کا اسم گرامی شیخ یار علی تھا۔ بقول صاحب نتائج الحرمین آپ پشاور کے سادات میں سے تھے مگر اپنی سیادت کو چھپائے رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ خلیفہ الزماں سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ چونکہ آپ انتہائی زیرک اور فطین تھے اس لیے بہت تھوڑی مدّت میں تحصیل علوم ظاہری و باطنی کو کمال تک پہنچایا اور علم عرفانی و حقائق الٰہی سے سرفراز ہو گئے۔ زہد و تقویٰ، مجاہدہ و علم باللہ میں یکتا تھے۔ آپ اپنے مرشد ارشد کے ارشادات و اسرار و غوامض کے انتہائی جاننے والے تھے۔ چنانچہ یہ بات مشہور تھی کہ حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو جب عارف و صوفی نہیں سمجھتے تھے تو آپ سے ان ارشادات کو سمجھتے تھے۔ کشف کونی و قلبی میں کمال حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلقین اگر غائبانہ کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرتے تو آپ کشفی طور پر جان لیتے اور فوراً اس کو تنبیہ کرتے۔

آپ شیخ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک کثیر جماعت کی معیت میں حج کو روانہ ہوئے۔ جب بندر ویب پر پہنچے تو آپ کا وہاں پر انتقال ہو گیا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ صاحب نتائج الحرمین فرماتے ہیں:

"اہل آں بندر معتقد شدہ قبر ایشاں را زیارت می کنند، آثار برکات مشاہدہ نمودہ نذر ہا و مولودھا بنام ایشاں

مرتب می سازند"۔ یعنی اس بندرگاہ کے لوگ آپ کے معتقد ہیں اور آپ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور آپ کی قبر مبارکہ سے برکات کے آثار مشاہدہ کرکے آپ کے نام پر مولود اور نذر کرتے ہیں۔" آپ ہی سید احمد دلواری اور بہت سے لوگوں کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ "از زیارت قبر ایشاں حاجتہائے حاجتمنداں می برآید کہ باخلاص ہر نیتے تا ہفت روز بر قبر ایشاں می رود و ایشاں را وسیلہ سازد مراد او حاصل می شود" یعنی جو حاجت مند آپ کی قبر پر جس نیت سے بھی سات دن تک حاضر ہو اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوتی ہے اور اس کی مراد حاصل ہوتی ہے۔

آپ کی قبر بازید دلوی کے باغیچہ میں ہے۔[1]

---

[1] نتائج الحرمین ورق ۱۶۰ اور دوسرا صفحہ بھی۔

ضلع مردان

حضرت مولنا احمد شاہ صاحب قادریؒ

(نواں کلی ضلع مردان)

آپ کا اسم گرامی احمد شاہ صاحب ، والد کا نام سلیمان شاہ بابا اور دادا مرحوم کا نام اتم بابا تھا ۔ آپ علاقہ مردان کے مشہور و معروف پیر طریقت علامۂ وقت اور حکیم حاذق ، مولانا مولوی نور احمد صاحب المعروف بہاری پیر صاحب کے شاگرد رشید اور مرید و خلیفہ تھے ، آپ نے تمام علوم متداولہ اپنے پیر صاحب کی خدمت میں رہ کر پڑھے اور معقول و منقول میں کمال حاصل کیا ۔ اپنے شیخ کی صحبت میں رہ کر زہد و عبادت کی زندگی گزاری ، ریاضات و مجاہدات میں ساری عمر بسر کی ۔ اپنے مشائخ کے طریقہ کی خوب ترویج و اشاعت کی ۔ عبادت و مجاہدہ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ۔ کافی طلبا آپ کے علوم سے فیضیاب اور کامیاب ہوئے ۔ حضرت مولنا مولوی جلال الدین صاحب نوی کلی ، جناب مولنا مولوی گل رحیم صاحب المعروف اسمار مولنا صاحب ، مالک کتب خانہ رحیمیہ پشاور ، مولنا مولوی میاں عمر صاحب ، مولنا مولوی ولایت شاہ صاحب ، مولنا مولوی سید قبول شاہ ساکنان گندف اور مولنا مولوی حاجی عبدالمستعان صاحب صوابی خاص طور پر آپ کے شاگردوں میں سے ہیں ۔

چونکہ آپ صاحب سلسلہ بھی تھے اس لیے تمام علاقہ میں آپ کی پیری مریدی کا سلسلہ رائج ہے ۔

مولنا فضل الرحمان نوی کلی میں شیخ بختیار صاحب بٹ خیلہ میں اور اخونزادہ امین الحق کوٹو کہنہ ڈھیر دیر میں آپ کے سلسلہ کے چراغ روشن کیے ہوئے ہیں۔

آپ کی وفات ۴۔ صفر الخیر ۱۳۷۶ھ بمطابق ۹۔ ستمبر ۱۹۵۶ء بروز اتوار ہوئی۔ آپ کی قبر اپنی مسجد کے اندر واقع ہے۔

آپ کا صاحبزادہ جس کا نام عبدالمتین ہے۔ میٹرک پاس ہے۔ نہایت ہی ہونہار اور اخلاق حسنہ کا مالک ہے۔

حضرت مولٰنا مولوی قاضی امان اللہ صاحب

(ساکن ڈاگی یار حسین ضلع مردان)

آپ کا اسم شریف قاضی امان اللہ صاحب اور والد کا نام مولٰنا مولوی محمد حمید صاحب تھا۔

مولٰنا مولوی محمد حمید صاحب

مولٰنا مولوی محمد حمید صاحب انتہائی فاضل عالم تھے، آپ کا درس بڑا وسیع تھا۔ ہر وقت درس اور افتاء میں مصروف رہتے۔ فقہ حنفی اور علم اصول میں خصوصیت سے ممتاز تھے، طلباء کے کھانے وغیرہ کا تمام انتظام خود کرتے۔ سینکڑوں طلباء آپ سے فارغ ہوکر صاحبِ درس و افتا ہوئے۔ تمام علاقہ آپ ہی کے کہنے پر روزہ اور عید مناتا۔ آپ کے فتویٰ پر تمام علاقہ کے علماء فتویٰ صادر کرتے۔ ۱۲۸۹ھ میں انتقال کیا۔ اسماعیلہ کے جناب حضرت مولٰنا قاضی صاحب شاہ صاحب آپ کے شاگرد ہیں۔

قاضی امان اللہ صاحب

جناب قاضی امان اللہ صاحب مناظر اسلام، استاذ العلماء اور فقیہ عصر کے القاب سے مشہور ہیں، آپ نے مختلف علماء سے علومِ درسیہ کو پڑھا اور ان میں کمال حاصل کیا۔ مولٰنا مولوی عبدالخالق صاحب ساکن امازوں گھڑی ضلع مردان سے منطق پڑھی۔ حضرت علامہ بابا صاحب شاہ منصور ضلع مردان سے فقہ، جناب مولٰنا مولوی حبیب اللہ صاحب زروبی ضلع مردان

سے نحو، مولانا مولوی تاج صاحب، تحصیل صوابی ضلع مردان سے اصول، چھچھ موضع جلالہ میں مولوی عبداللہ خاں صاحب سے مختلف فنون اور حضرت علامہ مولانا مولوی محمد سندی صاحب موضع کالوخاں تحصیل صوابی سے عقاید کی تکمیل کر کے دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں دارالعلوم نعمانیہ میں حضرت مولانا پوردل صاحب قندھاری کی خدمت میں رہ کر معقول و منقول کے تمام علوم کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ واپس آکر تدریس شروع کر دی۔ آپ کے درس میں کابل، غزنی، ہرات، آزاد قبائل، صوبہ سرحد اور ہزارہ کے قبائل کے طلباء آئے اور کامیاب و کامران واپس لوٹے۔ اس درس سے بڑے بڑے فقیہ، مفسر، محدث اور منطقی عالم پیدا ہوئے۔ مولانا مولوی حمید اللہ صاحب ڈاگی یار حسین ضلع مردان، مولانا مولوی محمد شاہ صاحب بلیہ تحصیل پشاور۔ مولانا مولوی اعظم صاحب مانیری تحصیل صوابی ضلع مردان، مولانا مولوی محب اللہ صاحب قاضی صوات، حضرت مولانا مولوی بہائی صاحب مردان، مولانا مولوی غلام عیسیٰ صاحب گھڑی کپورہ، حضرت مولانا مولوی شیخ گل پیر صاحب لنڈی کوتل، مولانا مولوی محمد فاضل صاحب پشاور، مولانا مولوی گل بادشاہ صاحب مانیری اور مولانا مولوی سلیمان صاحب محلہ ریتی پشاور، اور اسی طرح کے کئی فضلاء اور علماء آپ کے شاگرد ہیں۔

مطوّل پر تقریر ہے، اس وقت آپ کی عمر ۸۴ برس کے لگ بھگ ہے۔ اب بھی درس دیتے ہیں۔ نہایت ہی ملنسار، خندہ رو، انتہائی خلیق اور مہمان نواز ہیں۔ آپ کے ایک ایک فقرہ سے حضور پاک سیدِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبت اور عشق کے جذبات عالیہ کا اظہار ہوتا ہے اور گفتگو کے دوران علم کے موتی بکھیرتے ہیں۔ عقاید کی تصحیح کرنا آپ کا خاص وصف ہے۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی جلالت علم کو خوب بیان فرماتے ہیں اور تمام فرق باطلہ کا رد انتہائی معقول انداز میں کرتے ہیں، اس سلسلہ میں تنہ لاندی کے مولانا مولوی شاہ محمد صاحب اور مولوی محمد طاہر صاحب "پنجپیری" سے کئی مقامات پر مناظرے بھی کیے۔ ب یہ آپ کے سامنے نہیں آتے، آپ کے آٹھ صاحبزادے ہیں۔ مولانا مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب، جناب ظہور اللہ صاحب، مولانا مولوی عنایت اللہ صاحب، جناب ساقی محمد صاحب، جناب ثناء اللہ صاحب،

جناب عرفان اللہ صاحب، نور الوہاب صاحب اور نور البصر صاحب۔

حافظ کفایت اللہ صاحب
جناب مولانا مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب نے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے والد محترم سے تمام علوم درسیہ پڑھ کر جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا اور سند حدیث حاصل کی، پھر السنہ شرقیہ سے مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ ۱۹۵۴ء میں تدریس شروع کی۔ درس نظامی پڑھاتے ہیں اور عربی کے مدرس بھی ہیں۔ دار العلوم رحمانیہ شبقدر میں دو سال تک درس دیا۔ احمد خیل شہیدان کے مدرسہ میں چھ سال تک علوم متداولہ پڑھائے تدریس کے ساتھ ساتھ "وہابیوں" اور "پنجپیریوں" کے رد میں کتابیں بھی تصنیف کیں۔ چنانچہ فرقہ پنجپیریہ کے رد میں "الذخائر لاہل البصائر" تصنیف فرمائی۔ مردان کے مولوی گوہر رحمان کی تصنیف "رد ذخائر" کا جواب نہایت ہی معقول انداز میں "تنبیہ الغافر فی ردِ ذخائر" لکھا۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقاید کی تردید میں "تردید الخرافات فی رد کشف شبہات" کتاب لکھی۔ منطق میں رسالہ ایساغوجی پر "التعلیق المنیر لحل مغلقات الخیر" نامی رسالہ لکھا، فرض کے بعد سنن ادا کر کے دُعا کرنے کے اثبات پر ایک مدلل رسالہ لکھا۔

جس طرح آپ تحریر میں فرق باطلہ کا رد کرتے ہیں اسی طرح تقریر اور مناظرہ بھی کرتے ہیں۔ شمالی وزیرستان میں مولوی محمد اسحاق سے ردِ وہابیت پر مناظرہ کیا، پھر مولوی حبیب اللہ چترالی سے سماع موتیٰ اور دیگر مسائل پر مناظرہ کیا۔

اس وقت آپ کی عمر ۴۲ برس کے قریب ہے۔ نہایت ہی ملنسار، ہنس مکھ، صاحب اخلاق حمیدہ ہیں۔

مولانا ظہور اللہ صاحب
آپ بھی قاضی امان اللہ صاحب کے فرزند ہیں۔ دینی تعلیم والد صاحب سے ہی حاصل کی اور اسلامیات میں ایم۔ اے پاس کر کے ۱۹۶۸ء میں بی۔ ایڈ کیا۔ ہائی سکول میں مدرس ہیں۔

ساقی محمد صاحب
آپ بھی مولانائے موصوف کے صاحبزادہ ہیں۔ برادر محترم مولانا مولوی کفایت اللہ

صاحب اور والد سے تعلیم حاصل کی۔ بی، ایس، سی پاس کرکے سی، ٹی، او کیا۔ گھڑی کپورہ ہائی سکول میں مدرس ہیں۔

ثناء اللہ صاحب آپ نے بی۔ ایس سی (ایگریکلچر) کیا ہے اور کمپٹرولر آفس میں ملازم ہیں۔

عرفان اللہ صاحب آپ بی۔ اے میں پڑھ رہے ہیں۔

نورالوہاب آپ نے بی۔ اے پاس کرکے بی۔ ایڈ کیا ہے۔ نوی کلی ہائی سکول میں مدرس ہیں۔

نورالبصر آپ نے اسلامیات میں ایم۔ اے پاس کرکے بی۔ ٹی، بی۔ ایڈ کیا ہے۔ آپ بھی نوی کلی ہائی سکول میں مدرس ہیں۔

مولٰنا مولوی حافظ عنایت اللہ صاحب آپ مولٰنائے موصوف کے فرزند ہیں۔ اپنے والد صاحب سے علوم درسیہ پڑھ کر جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک سے سندِ فراغت حاصل کی، نیز مولٰنا مولوی عبدالحنان صاحب ساکن چوگولکی تحصیل پشاور، مولٰنا مولوی سمندر خاں ساکن طورو، ضلع مردان اور مولٰنا مولوی حبیب اللہ صاحب المعروف زروبی صاحب حق صاحب سے مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ ۲۵ برس سے تدریس کر رہے ہیں۔ ہر علاقہ میں آپ کے شاگرد موجود ہیں۔ منطق اور علم نحو میں خصوصیت رکھتے ہیں۔ آپ حافظِ قرآن بھی ہیں۔

حضرت علّامہ مولٰنا حمداللہ صاحب

(ڈاگی — مردان)

آپ کا اسم گرامی مولٰنا حمداللہ صاحب ہے ۔ ابتدائی تعلیم جناب مولٰنا مولوی قاضی امان اللہ صاحب اور " زروبی صاحب حق صاحب " سے حاصل کی ۔ تین برس تک علوم معقول و منقول پڑھ کر آپ نے دارالعلوم مظاہر العلوم سہارنپور (بھارت) میں داخلہ لیا ۔ ان ایام میں شیخ الحدیث مولٰنا مولوی محمد زکریا صاحب تھے ۔ تین برس دارالعلوم میں قیام کرکے تکمیل کے بعد سندِ فراغت حاصل کی ۔ تقسیمِ وطن کے وقت ۱۹۴۷ء میں واپس مردان تشریف لائے اور اپنے گاؤں میں تدریس ، قضا اور افتاء کے امور سرانجام دینے شروع کر دیئے ۔

" دارالعلوم مظہر العلوم " کے نام پر ایک مدرسہ قائم کیا جس میں درسِ نظامی کا مکمل درس دیا جاتا ہے ۔ اس دارالعلوم میں چار مدرس ہیں اور آپ صدر مدرس اور مہتمم ہیں ۔ ہر سال تقریباً تیئس ۲۳ طلبہ سندِ فراغت حاصل کرتے ہیں ۔ احادیث شریف کا بڑا دورہ آپ خود کرواتے ہیں ۔ باوجود تدریسی مشاغل کے سلسلۂ تصنیف و تالیف بھی جاری ہے ۔ چنانچہ اس وقت تک آپ کی دو کتابیں بنام البصائر اور السیف المبیر چھپ چکی ہیں ۔ ان ہر دو کتب میں فرق باطلہ کا نہایت ہی عالمانہ انداز میں رد کیا گیا ہے ۔ موضع پنج پیر تحصیل صوابی کے مشہور و معروف مولوی محمد طاہرؒ المعروف " پنج پیر مولوی صاحب " سے مختلف مسائل پر کافی مناظرے کئے یہاں تک کہ ڈپٹی کمشنر

لہ مولوی محمد طاہر صاحب پنجپیری ، موضع پنجپیر ، تحصیل صوابی ، ضلع مردان کے رہنے والے ہیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

مردان کے رُو برُاں کے دفتر میں بھی علماء کی ایک بہت بڑی مجلس میں اس کے ساتھ مناظرہ کیا اور آپ غالب آ ئے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی۔ پھر نوز غشتی میں مولنا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث سے پڑھ کر واں بھچراں ضلع میاں والی کے محدث مولوی حسین علی صاحب واں بھچروی سے حدیث اور تفسیر کی سند لی۔ مولوی حسین علی صاحب خود موضع پنجپیر آئے اور "مولوی پنج پیر" کے درسِ قرآن کا افتتاح کیا۔ مولوی حسین علی صاحب واں بھچروی دیوبندی مسلک کے داعی ہیں اسی لئے مولوی پنج پیر صاحب بھی اپنے آپ کو شاہ ولی اللہ، شاہ اسمٰعیل اور مولنا محمود الحسن کی تعلیمات کا مبلغ اور داعی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنے گاؤں میں رمضان شریف کے صرف ایک مہینہ میں اپنے مخصوص عقائد کی روشنی میں قرآن کا درس دیتے ہیں جس کا نام " دورۂ قرآن " رکھا ہے۔ عموماً دیوبندی مسلک کے فارغ طلبہ وہاں ایک ماہ رہ کر درس سنتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے، جس کا اعلان ان کی جماعت کی طرف سے ایک اشتہار بنام "دینی مسائل" کیا گیا ہے اس میں تحریر ہے:

(۱) علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کے لئے ماضی، حال، مستقبل میں ثابت کرنا شرک ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو مالک نفع وضرر ما فوق الاسباب ماننا شرک ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے سوا چیزوں کی عبادت کرنا شرک ہے جس چیز کو شریعت نے عبادت قرار دیا ہے (۴) اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو غائبانہ پکارنا اور ان سے امداد طلب کرنا شرک ہے۔ (۵) اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کے نام پر نذر و نیاز دینا شرک ہے۔ (۶) اولیاء کرام کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد اور روزِ قیامت سے پہلے ان کو سفارشی بنانا کہ وہ میرے لئے عالم برزخ میں وکیل اور سفارشی ہیں شریعت میں ثابت نہیں۔ (۷) اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو ما فوق الاسباب برکت دینے والا ماننا شرک ہے۔ (۸) ارواح اولیاء کرام کو مخلوق کے لئے تدبیر اور نظام چلانے والا ماننا شرک ہے۔ (۹) زیارت القبور سنّت طریقہ کے ماسوا بعض شرک ہیں بعض گناہِ کبیرہ اور بعض حرام اور مکروہ ہیں۔ (۱۰) حیلہ اسقاط جو ہمارے زمانہ میں مروج ہے جس میں تیم اور غائب کا مال تقسیم کیا جاتا ہے اور غنی و امیر کو دیا جاتا ہے۔ اس کا کھانا حرام اور طریقہ بدعت ہے۔ (۱۱) میّت کے گھر اجتماع اور اہل میّت کا لوگوں کے لئے کھانا تیار کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے اور صحابۂ کرام و ائمۂ مجتہدین نے حرام و مکروہ قرار دیا ہے۔ (۱۲) ایصالِ ثواب کے لئے قرآن کریم پڑھنا درست ہے لیکن اس پر اُجرت لینا حرام ہے، نہ میّت کو ثواب پہنچتا ہے نہ پڑھنے والوں کو۔ (۱۳) سنّت کے بعد دعا بہئیتِ اجتماعی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اور "پنجپیر مولوی صاحب" مغلوب ہوئے۔ آپ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ تبلیغ اسلام کے لئے مجالس وعظ ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ضروری مانگنا اور اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے سنّت اور مستحب نہیں۔ (۱۴) زکوٰۃ، اسقاط اور صدقۂ فطر غنی اور امیر کو دینے پر ذمہ فارغ نہیں ہوتا، دوبارہ دینا پڑے گا اور لینے والے نے حرام کھا لیا۔ (غنی جس کا گھر اور رہائشی سامان کے علاوہ ۵۲½ چاندی یا اس کی قیمت نقد یا اتنی قیمت کے زیورات ہوں) (۱۵) مزارات پختہ کرنا اور ان پر گنبد بنانا بدعت ہے (۱۶) اولیاء کرام کی قبروں پر عرس کرنا بدعت ہے۔ (۱۷) نماز جنازہ کے بعد دفن میں تاخیر کرنا خلافِ سنّت اور بعد از جنازہ دعا کرنا مکروہ ہے۔ (۱۸) ایصالِ ثواب کے لئے دنوں کا تعیین کرنا بدعت ہے۔ (۱۹) درود تاج میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم الفاظ موہم شرک ہیں یعنی ان الفاظ میں شرک کی بو پائی جاتی ہے۔ (۲۰) عید کے دن عید کی وجہ سے نمازِ عید کے بعد مصافحہ اور معانقہ بے اصل ہے اگر کارِ ثواب سمجھیں گے تو بدعت ہو تو گناہِ عظیم ہوگا اگر محض رواج کے طور پر ضروری قرار دے کر کریں گے تو رسم کا گناہ ہے، حضرت گنگوہی کے فتویٰ میں بھی یہی ہے۔

"پنجپیر مولوی صاحب" نے ایک جماعت بھی بنائی، جس کا نام "اشاعت التوحید والسنت" ہے اس اشتہار پر تقریباً پشاور کے دیو بندی مسلک کے دار العلوموں اور بعض دیوبندی خطیبوں کے دستخط بھی ہیں۔ ان عقائد کے خلاف حنفی علماء کے اندر جوش غضب پیدا ہوا اور انہوں نے مولوی موصوف کو برسرِ عام مناظرہ کی دعوتیں دیں۔ ان حنفی علماء کے ساتھ اکثر دیو بندی مسلک کے علماء بھی شامل ہو گئے گویا سرحد کے علماء دیوبند میں ایک ایسا گروہ بھی سامنے آیا جو کہ ان عقائد کو باطل قرار دیتا ہے اور مکمل رد کرتا ہے۔ اس گروہ کے سربراہ مولانا مولوی حمد اللہ صاحب ہیں اور حنفی علماء کے رہنما مولانا مولوی شاہ سنہ گل صاحب المعروف "منہ ملا صاحب" اور حضرت مولانا مولوی فضل صمدانی صاحب ساکن باجڑہ چارسدہ ہیں۔

ابتداء میں تو "فرقہ پنج پیریہ" کو کافی فروغ حاصل ہوا اور "پنج پیر مولوی صاحب" کافی متبعین ہو گئے جنہوں نے صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں اسی قسم کے درس کا سلسلہ شروع کر دیا مگر جب علماءِ احناف اور علماءِ دیوبند کا یہ گروہ مخالفت میں سامنے آیا اور بحث ومناظرہ اور تحریر وتقریر کے ساتھ ان کے عقائد کا رد کیا تو ان کی تبلیغ کا زور ٹوٹ گیا بلکہ آزاد قبائل سے ان کے مبلغین کو نکال دیا گیا اور شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی کے فتویٰ کے بعد کہ "ان کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی" ان کو مساجد سے بھی الگ کر دیا گیا اور ان کا وہ عروج جاتا رہا جو ان کو وقتی طور پر حاصل ہوا نیز ان کی اپنی تحریک بھی اپنے اندرونی (باقی بر صفحہ آئندہ)

تشریف لے جاتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں دُور دُور سے لوگ آپ کا وعظ سننے کے لئے آتے ہیں۔ آپ کا وعظ عقائد پر ہوتا ہے اور "مولوی پنجپیر" کے عقائد کا رد تو آپ تقریباً ہر ایک وعظ میں کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خلفشار میں مبتلا ہوگئی جبکہ "مولوی پنج پیر" نے ملکی انتخابات ۱۹۷۰ء میں جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی کی مخالفت کی اور ان کی جماعت کے ایک گروہ نے جماعت اسلامی کی حمایت کی۔ اس اختلاف نے بھی ان کی اس تحریک کو بہت دھچکا لگایا ہے۔ اب اس فرقہ کا زور ٹوٹ گیا ہے۔ جولائی ۱۹۶۶ء میں اس جماعت کے عقائد کے خلاف علماء احناف کی زیر سرکردگی علاقہ چارسدہ مردان اور پشاور میں ایک زبردست طوفان اٹھا اور اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ شہباز خاں نے ہر فریق کے سرکردہ علماء اور ان کے حمایتیوں کو نقص امن کے پیش نظر گرفتار کرکے پشاور جیل بھیج دیا۔ احناف کی جانب سے مولانا مولوی فضل صمدانی ساکن بابڑہ تحصیل چارسدہ، مولوی محمد اللہ صاحب، مولوی فضل ربی معدن صاحب، مولوی رضوان اللہ صاحب چارسدہ اور پنجپیری جماعت کی طرف سے مولوی خانبادشاہ صاحب گرفتار کئے گئے تھے۔ کافی کوشش کے بعد اسسٹنٹ کمشنر صاحب نے الفرخاں صاحب چیئرمین چارسدہ اور سید محمد فصیح بادشاہ صاحب کو مقرر کیا تاکہ جیل میں دونوں گروہوں سے مل کر شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق فیصلہ کروائیں۔ چنانچہ اہل سنّت وجماعت کی طرف سے مولانا مولوی حمد اللہ صاحب ڈاگی مردان اور مولانا زین اللہ صاحب ترلاندی اور پنجپیری گروہ کی طرف سے مولوی محمد طاہر صاحب پنجپیر صوابی اور مولوی عنایت الرحمٰن سکنہ خوشحال گڑھ وکلاء مقرر ہوئے اور مولانا شمس الحق صاحب افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور کو قاضی مقرر کیا گیا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے ہر دو فریق کو کہا کہ وہ یکم اکتوبر ۶۶ء سے پہلے پہلے اپنے تحریری دلائل قلمبند کرکے مجھے بھیج دیں۔ مولانا موصوف ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو ہر دو فریق کو اپنا فیصلہ بھیج دیا۔ اس فیصلہ کے بعد اس گروہ پنجپیر یہ کو بہت ہی سخت کوفت ہوئی کیونکہ اکثر جوابات میں ان کے عقائد کا رد تھا۔ اگرچہ دیوبندی مسلک کے علماء اس فیصلہ سے مطمئن تھے مگر بعض احناف علماء کو قاضی صاحب کے بعض جوابات سے اختلاف تھا۔ بہرحال ایک فائدہ عوام الناس کو ضرور پہنچا اور وہ یہ کہ فرقہ پنج پیریہ کے عقائد خوب واضح ہوگئے۔ علماء اہل سنت والجماعت چارسدہ نے اس فتویٰ کو ایک پمفلٹ کی شکل میں بعنوان "معدن السرور فتویٰ بہاولپور" مندرجہ ذیل مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے:

(۱) "ملا پنجپیر کھلم کھلا محمد بن عبدالوہاب نجدی (وہابی تحریک کا موجد) کے معتقدات کی اشاعت کرتا ہے اور (باقی برصفحہ آئندہ)

جمعیۃ العلماءِ اسلام (ہزاروی گروپ) سے تعلق رکھتے ہیں اور اس جماعت کے سرگرم رکن ہیں۔ نہایت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اپنے وہابی ہونے پر فخر کرتا ہے اسی طرح زمانہ ماضی میں مشہور ملحد و زندیق بایزید بن عبد اللہ الانصاری مشہور بہ پیر تاریک کو بڑا معلم، داعی توحید و سنت اور مصلح قرار دیتا ہے اور اس وقت کے مصلحین اور علماء کو علماءِ سوء قرار دیتا ہے مثلاً حضرت پیر بابا سید علی ترمذی اخون درویزہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(ب) "سرحد کے اکابر علماء نے بار بار ملا پنجپیر کو اصلاح عقیدہ کا مشورہ دیا اور بڑے بڑے اجتماعات میں معتقدات پنجپیر کو غلط قرار دیا۔"

(ج) ضلع مردان میں بمقام تور ڈھیر تحصیل صوابی، مقام ہوسی تحصیل مردان اور خود ایک بڑے عظیم اجتماع میں ڈپٹی کمشنر مردان نے مولانا سید گل بادشاہ صاحب امیر جمعیۃ العلماءِ اسلام سرحد کو ثالث اور حکم مقرر کیا۔ امیر جمعیۃ العلماء سرحد نے سرحد کے اکابر علماء حضرت مفتی سرحد مولانا عبد القیوم صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا امین گل صاحب، شیخ الحدیث دار العلوم ٹل شیخ الحدیث مولانا عبد الغنی صاحب کوہاٹ، شیخ الحدیث مولانا عبد الرؤف صاحب دار العلوم چارسدہ، مولانا محمد قاسم صاحب کوہاٹ، شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے تصدیقات سے ملا پنجپیر کے معتقدات کے خلاف فیصلہ دیا (جو کہ "السیف المبیر علیٰ اتباع ملا پنج پیر" کے نام سے ان تمام فتووں کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔ یہ تمام علماء دیوبندی مسلک کے ہیں)۔"

(د) "علاقہ پختون کے مشہور استاد العلماء شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتوی (جنہوں نے پچاس سال تک درسِ حدیث دیا۔ جن کے ہزاروں علماء و فضلاء شاگرد ہیں۔ یہ بھی اکابرینِ دیوبند سے شمار کئے جاتے ہیں) نے معتقدات ملا پنجپیر کے خلاف فتویٰ دیا اور عام مسلمانوں کو نصیحت و ہدایات کیں کہ ملا پنج پیر کی تحریک سے بچیں۔"

(ھ) "قبائلی علاقہ باجوڑ، مہمند، اتمان خیل کے علماء اور شیوخ اور ملکوں نے تحریکِ پنجپیر کے متعلق اعلان کیا کہ جس علاقہ میں پنجپیر ملا کے عقیدہ کے لوگ ہوں ان کو ایک لاکھ روپیہ جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔"

سے پاکیزہ اخلاق کے مالک ہیں، صاحبِ زہد و تقویٰ ہیں۔ طلبہ پر انتہائی شفیق اور مہربان ہیں۔ اپنی اولاد سے زیادہ طلبہ کی ضروریات پورا کرنے پر توجہ دیتے ہیں۔ تمام علاقہ کا قضاء اور افتاء آپ ہی کے ذمہ ہے۔

طبیہ کالج سہارنپور سے طب کا امتحان بھی پاس کیا ہے۔ طب کے ساتھ ساتھ زراعت اور تجارت بھی کرتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۵ سال ہے۔

شجرہ طیّبہ سادات

موضع میاں ڈھیری تحصیل صوابی ضلع مردان

سیّد علی حیدر شاہ ابن سیّد حسین شاہ ابن سیّد زیور شاہ ابن سید شاہ رخ شاہ ابن سید فیروز شاہ ابن سیّد غلام شاہ میاں جی صاحب ابن سیّد مصطفیٰ شاہ بوخہ صاحب ابن سید شاہ داد شاہ ابن سیّد نفراب شاہ ابن سید شاہ جی ابن سیّد امیر شاہ ابن سیّد رسول شاہ ابن سیّد نور محمد ابن سیّد خلیل ابن سیّد زندہ شاہ ابن سید لعل شاہ ابن سید بہاؤ الدین ابن سیّد قطب شاہ ابن سید مبارک شاہ ابن سیّد محمود شاہ ابن سید زند علی ابن سید عبد الوہاب ابن سید عبد القادر ابن سید عبد المومن ابن سید عبد الشکور ابن سیّد عبد الرزاق ابن سیّد علی ابن سید عیسیٰ ابن سید عبد اللطیف ابن سیّد محمد ابن سیّد عبد اللہ ابن سیّد احمد ابن سید جعفر ابن سید محمد ابن سید شاہ محی الدین ابو محمد شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز اللّٰھم ارحمہم واغفرہم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نوٹ: شجرہ طیبہ لالاجی صاحب بام خیل جن کا تعلق سلسلہ اویسیہ قادریہ صاحبان مذکور کے ساتھ ہے جناب عبد الحکم صاحب عرف جی لالا ابن جناب عبد القیوم صاحب عرف باچہ صاحب ابن جناب عبد الحیؒ عرف لالاجی صاحب ابن محمد بشیر صاحب عرف باباجی صاحب باجہ بام خیل اللّٰھم ارحمہم واغفرہم اجمعین۔

تشریح بیعت ہائے طریقہ اویسیہ قادریہ

۱۔ ہر ایک صاحب پشت در پشت طریقہ سلسلہ قادریہ میں اپنے اپنے والد بزرگوار سے بیعت ہوئے۔

۲۔ علاوہ ازیں سید فیروز شاہ صاحبؒ سے محمد بشیر عرف باباجی صاحب بام خیل نے بھی بیعت کی تھی۔

۳۔ سید زیور شاہ صاحبؒ اپنے والد بزرگوار کے علاوہ باباجی صاحب مذکور سے بھی یہی طریقہ بیعت کیا تھا۔

۴۔ اسی طرح سید حسین شاہ صاحبؒ نے اپنے والد بزرگوار کے علاوہ لالہ جی صاحب بام خیل سے یہ طریقہ بیعت کیا تھا۔

بام خیل کے لالہ جی صاحب مرحوم ایک مشہور و معروف ہستی ہیں جو آستانہ سادات میاں ڈھیری سے فیض حاصل کر چکے ہیں۔

موضع میاں ڈھیری مضافات تحصیل صوابی کی ایک بستی ہے اور اس میں تقریباً دو سو پچاس[250] سال سے حسنی سادات آباد ہیں۔

ان کا شجرۂ نسب بواسطۂ سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملتا ہے ان کا مذہب حنفی ہے اور ان کا مشرب اویسی قادری ہے۔

چونکہ ان دنوں ہندوستان پر کفر کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس لئے یہ صاحبان بنا بر مقاصد شرعیہ امر بالمعروف

ونہی عن المنکر تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن وسنّت کی غرض سے بغداد سے سندھ تشریف لائے۔ چنانچہ ان کی کئی پشتیں ملک سندھ میں زندگیاں گزار چکی ہیں۔ بعد میں اُس جگہ سے لاہور (پنجاب) میں جلوہ افروز ہُوئے۔

سیّد عبدالقادر حسنی صاحب خوارق تھے۔ اس لیے بادشاہِ وقت آپ کا عقیدت مند تھا اور بڑے عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ حرمِ بادشاہ صبح وشام آپ کے دربار میں حاضر ہوتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کے مزید حالاتِ زندگی "تحقیقاتِ چشتی" میں مفصّل درج ہیں۔ آپ کا روضہ شریف لاہور میں ہے۔ لاہور میں کئی پشت گزارنے کے بعد سیّد نصراب شاہ ابن سیّد شاہ جی صاحبؒ بغیر صلاح ومشورہ کے لاہور سے ہجرت فرما کر پوٹھوار تشریف لائے۔ اور سب متعلقین اور پیروکار آپ کے ساتھ شریک تھے۔ کسی نے آپ سے وجۂ ہجرت دریافت کی۔ فرمایا کہ لاہور میں ہماری اولاد خراب ہو جائے گی جو محلّہ گیلانیاں لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ پوٹھوار میں آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ یادِ الٰہی، اشاعتِ اسلام اور تبلیغ میں صرف کیا اور اسی جگہ وفات پائی۔

آپ کے بعد آپ کے لایق اور قابل ترین فرزند حضرت سید شاہ داد صاحبؒ نے اپنے کاروبار کا انتظام سنبھالا۔ آپ جہاد کے کام سے کسی وقت بھی بے فکر نہیں رہتے تھے۔ اور جہاد کی ضروریات پورا کرنے کی غرض سے کافی تعداد میں گھوڑے پال رکھے تھے۔ آپ کے دل میں آخرت کی محبت زیادہ تھی۔ دنیاوی جاہ وجلال سے نفرت تھی۔ اسی وجہ سے آپ نے بدخشان کے بادشاہ کی بیٹی (شاہزادگی) کا رشتہ اپنے بیٹے سیّد مصطفٰے شاہ صاحب کے لیے نامنظور کیا کہ اس رشتہ سے فقیری ختم ہو جائے گی۔ آپ موضع کانا علاقہ سوات میں کافروں کے ہاتھ شہید ہوئے اور یہیں آپ کا مزار شریف ہے جو باباصاحب کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخِ شہادت ۲۷ رمضان المبارک ۱۱۱۳ھ ہے۔

ایک دفعہ منصور نے سادات کو سندھ میں ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ جس وقت محمدؒ اور ابراہیمؒ شہید کر دیے گئے اس وقت موسٰی جیون صاحب کو ماں اپنی گود میں لے آئی تھی۔

منصور نے کافی کوشش کی مگر چونکہ سندھ کا راجہ آپ کا بڑا معتقد اور حامی تھا اس نے منصور کی دشمنی اپنے

کرلے لی۔ لیکن آپ کو واپس نہ کیا اور کئی پشتیں سندھ میں گزر گئیں۔ جب عباسی خاندان میں کینہ اور بغض کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو ایک مرتبہ آپ پھر عراق تشریف لے گئے مگر کچھ عرصہ بعد واپس پھر سندھ تشریف لائے۔ مزار شریف کا نا حدہ سوات میں ہے جیسا کہ اُوپر ذکر ہُوا۔ آپ کے عقیدت مند زیارت سے فیض حاصل کرتے ہیں اور ذیل کے اشعار سے اظہارِ عقیدت کیا کرتے ہیں۔ پشتو ؎

والله په نبا دو نباده په با با صاحب مشهوره
وحضرت حسن اولاد ! په خیل فقر کنبی معموره
اے شهیده سیّد شاه دادا نبه روضه دے په کانا ده
مانیو لے لمن ستاده مانیو لے لمن ستاده

آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند سیّد مصطفےٰ شاہ عرف بوقہ بابا صاحب کو یہ امانت حوالہ ہُوئی۔ آپ نے اپنی جوانی کا زمانہ طالب علمی میں صرف کیا۔ آپ پرہیزگار علماؑ کی صحبت میں بھی رہے ہیں اور ان سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ نے کچھ عرصہ موضع بابڑہ ہشت نگر میں بھی قیام کیا۔ آپ کے محترم استاد شمس العلماؒ کے لقب سے ملقب تھے۔ طریقہ اویسیہ قادریہ اپنے والد ماجد سے حاصل ہُوا تھا۔ آپ فیض رسان تھے اور بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ دور دراز ممالک کے اہل اللہ باطنی علوم سے فیض یاب ہونے کے بعد کامیاب اور مالامال واپس جاتے تھے۔ آپ قائم اللیل اور صائم النہار تھے، مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی دُعا سے بیمار صحت یاب ہوتے تھے اور خدا بے اولاد لوگوں کو آپ کی دُعا کی بدولت اولاد عطا فرمایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ خونہ میاں صاحبؒ علاقہ سوات آپ کی ملاقات کے لیے آئے تھے۔ ان کو کسی نے کہا تھا کہ آپ کو بسط وقت ہوتا ہے اور رات میں کئی دفعہ قرآن شریف ختم کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میاں صاحب نے یہ کرامت خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ وہ خود بھی رات میں ایک قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ ان کی یہ ملاقات موضع مانیری مسجد موتی خیل میں ہُوئی تھی۔ آپ کے معتقد بہت تھے جنہوں نے بام خیل، عثمان خیل، اباخیل، عمر خیل میں بڑی بڑی

اراضیات بطور عطیہ آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ علاقہ افغانستان سے آپ کے معتقدین اب بھی آپ کی زیارت کے لیے آیا کرتے ہیں اور فیض حاصل کر کے جاتے ہیں۔ آپ کا روضہ شریف موضع بوقہ میں اپنی مسجد میں ہے۔ خدا نے آپ کو پورے کمالات اور فضائل عطا کیے تھے۔ آپ طریقت کے چاروں مسلک کی ترویج کرتے تھے۔ آپ کا کتب خانہ نادر شاہ کی شیعہ فوج نے پامال کیا تھا اور جو کچھ باقی بچا اُس میں تصوّف، معارف المعارف، فقہ، حدیث، نحو، منطق کے قلمی نسخے اب بھی موجود ہیں۔ نادر شاہ کی شیعہ فوج میں سے ایک شقی القلب آپ کی مسجد میں داخل ہوا۔ آپ پر کلہاڑے کے پے در پے وار کر کے شدید زخمی کر ڈالا۔ اس فوج میں آپ کا ایک مخلص موجود تھا۔ اس واقعہ کی خبر سن کر اُس کو بیحد رنج ہوا اور ایک فریادی کی صورت میں نادر شاہ کے پاس گیا۔ نادر شاہ کو جب معلوم ہوا تو بے تحاشہ اُٹھ کھڑا ہوا اور فریادی کو کہا کہ میں خود حضرت کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ جب مسجد کے نزدیک پہنچے تو فریادی نے کہا کہ صاحب ذرا ٹھہریئے، فقیر لوگوں کی طبیعت نازک ہوتی ہے۔ میں آپ کے داخلہ کے لیے اجازت لے لوں۔ چنانچہ مُرید نے حضرت کے پاس آکر التجا کی کہ بادشاہ آپ کی ملاقات کے لیے آیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ظالم ہے، اُس کو میرے سامنے نہ لاؤ۔ مگر مرید کے اصرار پر بادشاہ کو ملنے کی اجازت دی گئی۔ آپ نے زخموں کی پرواہ نہ کی اور نادر شاہ کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئے اور اُن کو معاف کر دیا۔ نادر شاہ نے روپوں کی ایک بوری بھی اپنے ساتھ لا کر حضور کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ میرے ذمّہ کوئی خدمت ڈالیے۔ آپ نے فرمایا کہ جنگِ خیبر اور اس کے بعد کے سب قیدیوں کو رہا کر کے میرے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ بادشاہ نے سب قیدی رہا کر کے حضور کے پاس بھیج دیے۔ آپ نے وُہ سب رقم اُن پر تقسیم کی وُہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

اس موقعہ پر حضرت دمنبر میں تھے اور دو تین دن کے بعد اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

آپ کو قبیلہ اتمان زئی کے ساتھ بہت محبّت تھی۔ آخری عمر میں اپنی اولاد کو فرمایا تھا کہ میری جگہ بوقہ ہے اور تمھاری جگہ میاں ڈھیری ہے۔

آپ کی دو بیبیاں تھیں، ایک موضع سیلبی کی اور دوسری موضع ڈاگی موسیٰ خیل خاندان سے تھیں۔ موضع سیلبی والی بی بی سے دو بیٹے تھے جو عالم اور بزرگ تھے جن کے مزار شریف موضع میاں ڈھیری میں ہیں۔ دُور دراز سے زیارت کے لیے آتے ہیں اور بہرہ ور ہو کر جاتے ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ موضع میاں ڈھیری کے جملہ سادات آپ کی دوسری بیبی موضع ڈاگی والی کی اولاد ہیں۔ اس بی بی کا صرف ایک بیٹا سید غلام شاہ صاحب ہے سب سے چھوٹے تھے۔

جب آپ د بوقہ صاحب، پیوندِ خاک ہوئے۔ اس وقت پنجاب کے خاص مرید موجود تھے۔ سخت پریشان تھے کہ ایسی بڑی ہستی دُنیا سے رحلت کر گئی اور اپنی اولاد کو کچھ نہ دیا اور پریشانی کی حالت میں آپ کے صاحبزادوں سے پُوچھا گیا تو انہوں نے لاعلمی ظاہر کی مگر اس چھوٹے صاحبزادے نے جو میاں جی صاحب کے نام سے مشہور تھے بتایا کہ میرے والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اس محراب میں مجھے حضرت علی صاحب سے فیض حاصل ہوا ہے اور میں نے آپ کے پاؤں مبارک کے تلوے چاٹ لیے ہیں۔ تم بھی میرے پاؤں کے تلوے سے چاٹ کر یہ امانت سنبھال لینا۔ پنجاب کے مخلصین یہ سن کر خوش ہوئے اور ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور مسجد میں زور زور سے چلّانے لگے: بس کام ہو گیا، کام ہو گیا۔

آپ کی تاریخ وصال ۱۳ رمضان المبارک ۱۱۵۱ھ ہے اور آپ کا روضہ مبارک اپنی مسجد شریف موضع بوقہ میں خاص و عام کا مرجع ہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے فرزند سید غلام شاہ صاحب عرف میاں جی صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی ابتدائی عمر تعلیم و تعلّم میں صرف ہوئی۔ آپ نے آخری شرح وقایہ تک فقہ پڑھی تھی۔ پھر آپ نے مشفق استادوں کے مشورہ سے سبق چھوڑ دیا۔ استادوں نے آپ کو کہا تھا کہ اے صاحبزادہ! چونکہ آپ پر حال غالب ہے اور فقیری آپ کی طبیعت میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے اس لیے سبق چھوڑ دو۔ خدا نے آپ کو سو سال کی دراز عمر عطا کی تھی۔ صاحبِ لفظ تھے۔ آپ کی دُعا سے پہاڑ سرنگوں ہو تے تھے۔

مخلص مریدوں میں اکثر علماء اور سادات شامل تھے اور سب فیض یاب اور کامیاب تھے، جن میں سے کنگو میاں صاحب، ستنانی کا ضامن شاہ میاں صاحب، نوانکلی کا عبدالشکور میاں صاحب کامٹی کا حافظ جی صاحب گندف قاضی صاحب اور سواہا کا اخون صاحب وغیرہ قابلِ ذکر اور ممتاز ہستیاں تھیں۔

خواص کے علاوہ عوام بھی مخلص اور معتقد تھے۔ ملاقات سے اطمینان اور فیض حاصل کرتے تھے۔ موضع صوابی کا نامدار خاں اور پنج پیر کا محب اللہ خاں آپ کے بڑے مخلص اور معتقد تھے۔ آپ کا وصال ۲۴ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ کو ہُوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ ذیل زرّیں ملفوظات اپنی اولاد کے لیے بطور وصیّت چھوڑ گئے جس سے آپ کا تقویٰ، پابندیٔ شریعت حُبّ جہاد اور فقیرانہ زندگی عیاں ہے،

۱۔ قبر کښې بر په درته غوږ ایښې وی۔ چه د شریعت لمې وغاړی نه او نه باسئ

۲۔ دا بر بنډ سپاهی که تخلیق باک مې نشته۔ په دی زغره پوش سپاهی به تیغته خار واده

۳۔ که ملک ټولی او کره شي۔ ده فقیر خو تر بېړیه ده۔

سید غلام شاہ عرف میاں جی صاحب کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند سید فیروز شاہ صاحب کو یہ امانت سپرد ہُوئی۔ آپ نے اپنا عزیز وقت اکثر یادِ الٰہی میں گزارا۔ خدا نے آپ کو کرامات اور فضائل کی بخشش عطا فرمائی تھی۔ فاخرہ لباس زیبِ تن فرماتے تھے اور گھوڑے پر سواری کرتے تھے ؎

لَا تَخۡشَ اَحَدًا سِوَی اللہ

لَا ترجی اَحَدًا اِلَّا اللہ

آپ کا عقیدہ اور اصول تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ؎

که پردي لګ دے واغست

نو څپل لګ به په بائیلے

چا تہ بد وعـامہ کوئی

پہ خائی وخفی خان تہ دعا کوئی

اس قسم کی بہت سی قیمتی باتیں نصیحت فرما گئے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ "جب حلال کی روزی میسر نہ ہو تو چادر اوڑھ کر بھوکے مرنا بہتر ہے مگر حرام منظور نہ کرو"۔ جہاد سے بہت دل چسپی تھی۔ مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان جتنی لڑائیاں لڑی ہیں آپ ان میں شامل رہے اور بفضل خدا اکثر فتح یاب ہوتے تھے۔ کابل نعمان میں آپ کے بہت عقیدت مند اور مخلص تھے، جن میں سے بعض باکر خیل سرداران اور بعض عوام تھے جو آپ کی حیات میں ملاقات کے لیے آیا کرتے تھے اور اب بھی ان کی اولاد زیارت شریف کے لیے آیا کرتی ہے۔ آپ ۴۔ ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۲ھ کو وفات پا گئے۔ آپ اپنے مریدوں سے دنیاوی چیزیں نہیں لیتے تھے۔ زراعت کے کاموں سے دلچسپی تھی اور اہل اللہ سے محبت رکھتے تھے۔ اہل دنیا سے قطعاً محبت نہ تھی اور تنہائی پسند کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ خدائے دِے وخان۔ ملک او نواب دَ اُس کڑپ خما پہ کوحُرگنی نہ کوی۔ آپ کے والد بزرگوار میاں جی صاحب اور دادا ابو قر صاحب کے روضہ ہائے مبارک میں سنگِ مرمر کے کَتَبے آپ کے مُرید غزنی سے لائے تھے جو آپ کے افغانستان کے مریدوں کا کارنامہ ہے۔

آپ کے مریدوں میں محمد بشیر صاحب عرف باباجی صاحب بام خیل امتیازی حیثیت کے مالک تھے، اور موضع صوابی کے محلہ نظر خیل کا حافظ جی صاحب اور موضع مانیری کا حکم خان صاحب آپ کے ماذون تھے۔ باقی آپ کے چھ بیٹے بھی آپ کے ماذون تھے۔ خدا ان سب پر رحم فرمائے، سب کے سب اچھے کمالات کے مالک تھے۔ آپ کے بیٹوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ سید شاہ مدار صاحب

۲۔ سید شاہ رُخ شاہ صاحب

۳۔ سید محبوب شاہ صاحب

۴۔ سید سکندر شاہ صاحب

۵۔ سید اورنگ شاہ صاحب

۶۔ سید میراں شاہ صاحب

۱۔ سید شاہ ہمدار صاحبؒ فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ روحانی علم کے علاوہ ظاہری علم کے بھی مالک تھے۔ ذکر، فکر اور تنہائی کو پسند کرتے تھے۔ ان کی اولاد میں عالم سید حاجی سید نظیف صاحب موجود ہیں۔

۲۔ سید شاہ رُخ شاہ صاحبؒ بڑے دانشمند تھے۔ رُوحانی علم کے علاوہ ظاہری علم کے بھی مالک تھے۔ علم دوست اور اقارب نواز تھے۔ بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ خدا نے مال و دولت بھی عطا کی تھی۔ آپ کے فرزند ارجمند سید زیور شاہ صاحب اپنے وقت میں علامہ یاد کیے جاتے تھے اور جامع علوم کے مدرس تھے۔ دُور دراز کے علما، شرح، مطلع، غفور، بیضاوی شریف مطوّل پڑھنے کے لیے ان کی خدمت میں آتے تھے اور کامیاب ہو کر واپس جاتے تھے۔ اس کے علاوہ طریقت میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کے بیٹے سید زیور شاہ صاحب بھی علم کے بڑے قدر دان تھے۔ انہوں نے بھی اپنے چاروں بیٹوں کو کمال علم تک پہنچایا، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ سید حسین شاہ قدس اللہ سرہٗ

۲۔ سید عنبر شاہ صاحب

۳۔ سید میاں شاہ صاحب

۴۔ سید حسن شاہ صاحب

۱۔ سید حسین شاہ صاحب سب علوم ظاہری میں خاصی دستگاہ اور تجربہ رکھتے تھے۔ آپ کا فیض تدریس بلخ اور وزیرستان میں پہنچ چکا ہے اور خراسان میں بھی اکثر مقامات آپ کے فیض سے خالی نہ ہوں گے۔

آپ اپنے اقارب پر تا زیست نوازشات فرماتے رہے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں کسی قسم کا دریغ نہیں کیا۔ آپ کا ایک بھتیجا سیّد عبد الجبّار آپ کے متعلق ذیل شکریہ کے الفاظ بیان کرتے ہیں؛ ؎

نازم بہ چشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است رفتم بہ پائے خود کہ بہ کویت رسیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ زنم دستِ خویش را کو دامنت گرفتہ لبسویم کشیدہ است

۲۔ سیّد عنبر شاہ صاحبؒ۔ آپ ظاہری علوم سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے، صاحبِ طریقت تھے، دو دفعہ حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے تھے۔ عبادات کے ساتھ کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ تدریس کم تھی۔

۳۔ سیّد میاں شاہ صاحب فارغ التحصیل تھے۔ جوانی کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

۴۔ سیّد حسن شاہ صاحب حافظ قرآن تھے۔ چونکہ دائم المریض تھے اس لیے دُوسرے علوم حاصل نہ کر سکے۔ کم گو اور مخلص اِنسان تھے۔

۳۔ سیّد محبوب شاہ صاحب

بڑے فقیر طبع اور غیور انسان تھے۔ سجّادہ نشین تھے۔ بارُعب اور دیانت دار تھے۔ باعزّت اور بابرکت زندگی گزار چکے ہیں۔ والد بزرگوار کی دُعا شاملِ حال رہی۔ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔

۴۔ سیّد سکندر شاہ صاحب

صاحبِ قال اور صاحبِ حال تھے۔ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کے بیٹے سیّد اعظم شاہ، سیّد اکبر شاہ، سیّد بہاؤ الدین، سیّد جلال الدّین ہر چار صاحبِ کشف و صاحبِ کرامات تھے۔

۵۔ سیّد اورنگ شاہ صاحب

آپ کا روضہ مبارک نعمان کابل کرغائی نامی گاؤں میں ہے۔ آپ کی اولاد بھی وہاں آباد ہے۔ آپ کا ایک لڑکا سیّد سر سیّد باچہ نامی عالم ہے جو طریقہ قادریہ میں سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ماذون ہے۔ آپ کی اولاد موضع میانڈھیری

میں بھی ہے۔ آپ کا ایک بیٹا سیّد سرور شاہ ان میں سے بڑی شخصیت کا مالک تھا، جو بزرگ بابا کے نام سے مشہور تھے مستجاب الدعوات، فقیر منش اور عارف باللہ تھے۔ آپ کے حق میں سیّد حسین شاہ صاحب مرحوم نے ذیل شعر فرمایا ہے: ؎

پس بہ اورنگ شاہ سرور شاہ عارف باصفا

عاشق حضرت محمد عاشق پروردگار!!

سیّد سرور شاہ صاحب ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ کو وفات پا چکے ہیں۔

۶۔ سیّد میران شاہ صاحب

آپ جوانی کی عمر میں وفات پا چکے ہیں۔ فارغ التحصیل نہ ہوئے تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ اس لیے کوئی اولاد نہ تھی۔

موجودہ دور میں سیّد علی حیدر شاہ صاحب خلف الرشید ارجمند جناب سیّد حسین شاہ صاحب مرحوم اپنے والد بزرگوار کے حین حیات میں فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ آپ نے تفاسیر اور احادیث کے علوم مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتی سے حاصل کیے تھے۔

آپ نے اپنے والد ماجد صاحب سے بیعت کی تھی۔ علم طب میں بھی کامل تجربہ رکھتے ہیں۔ انسانوں اور مویشیوں ہر قسم کے مریضوں کا علاج اعلیٰ پیمانہ پر کرتے ہیں اور اکثر شفا پاتے ہیں۔ سجادہ نشین ہیں۔ دُور دور سے لوگ دُعا اور علاج کے لیے آتے ہیں۔ درس و تدریس کا بھی سلسلہ جاری ہے۔ خدا کے فضل سے جوانی میں حج بیت اللہ شریف کو گئے ہیں یعنی آبا و اجداد کی امانت آپ ہی کے سپرد ہو چکی ہے۔ آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تزکیۂ نفس اور خانگی معاملات میں مشورہ اور دُعا کے لیے گرد و نواح کے مواضعات کے لوگ آتے رہتے ہیں اور کامیاب واپس جاتے ہیں گویا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری ہے۔ خاص کر ہر جمعہ کے دن نمازِ جمعہ ادا کرنے اور شرف ملاقات حاصل کرنے بہت لوگ آتے ہیں اور فیض یاب ہو کر جاتے ہیں۔

حضرت شیخ طریقت سیّد امیر صاحب[۱]

المعروف کوٹھہ ملّا صاحب رح

آپ کا اسم شریف سیّد امیر، والد کا نام محمد سعید، دادا کا نام یار محمد، پردادا کا نام عبدالغفور اور جدِ اعلیٰ کا نام مہربیگ تھا۔ آپ علاقہ یوسف زئی ضلع مردان تحصیل صوابی موضع کوٹھہ کے رہنے والے تھے۔ گاؤں کے نام کی مناسبت سے "کوٹھہ ملا صاحب" کے نام سے ہی مشہور ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۰ھ[۲] میں ہوئی۔ بقول یوسف زئی پٹھان ص۵۴۷ "وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت سید امیر صاحب کا کس قبیلہ سے تعلق تھا۔"

---

[۱] آپ کی والدہ کا باپ یعنی نانا سادات سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے نسبت مادری سے آپ کو آپ کی سوانح حیات میں سید لکھا جاتا ہے۔ نظم الدرر ص۶۵

[۲] نظم الدرر فی سلک السیر از ملا صفی اللہ المعروف ملا بانڈہ۔ یہ کتاب آپ کے حالات پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے۔ مطبع فاروقی دہلی میں ۱۳۰۵ھ میں چھپی ہے۔

[۳] ایضاً ص۵

قرآن مجید پڑھنے کے بعد مختلف اساتذہ سے تمام علومِ مروّجہ کی تکمیل اٹھائیس[1] برس کی عمر میں کر لی۔ فقہ، اصول، صرف، نحو، منطق، فصاحت، بلاغت، بیان اور بدیع کے بعد حدیث شریف پڑھنے کے لئے حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم صاحب المعروف بہ میاں صاحب گنج والے کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔[2]

آپ اپنے دور کے بے بدل عالم تھے۔ مشکل سے مشکل اور دقیق سے دقیق مسائل آن واحد میں حل کر دیتے۔ بعض لوگوں نے آپ پر بدعقیدگی کے الزامات لگائے۔ آپ کمال ضبط و تحمل کا ثبوت دیتے ہوئے ایسے لوگوں کے اجتماعات میں جاتے اور نہایت ہی شائستگی کے ساتھ عالمانہ انداز میں اتہام تراشی کا رد کرتے۔

مولف تاریخ پشاور آپ کی تعریف و توصیف میں لکھتا ہے[3]: " مولوی سیّد امیر کوٹھا والا علم میں کامل ہیں۔ ان کا ثانی ملنا ذرا دشوار امر ہے۔" آپ کے علم، عمل اور فراست دینی کے متعلق جناب اللہ بخش صاحب یوسفی نے لکھا[4] " اپنے وقت کے ایک جید عالم دین، صاحب علم و عمل اور مالک فہم و فراست تھے۔"

حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ حضرت قطب وقت فضل احمد صاحب معصومی المعروف حضرت جی صاحب پشاوری کے فرزند ارجمند حضرت فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

اتفاقاً حضرت اخوندزادہ صاحب کابلی[5] یعنی حضرت یار محمد صاحب کابل سے پشاور تشریف لائے۔ آپ

---

[1] ایضاً صـ٦ [2] " اسماعیل شہید" از مولوی غلام رسول صاحب مہر جلد دوم صـ٢٨٢-٢٨١

[3] تاریخ پشاور صـ٤٧٥، از کپتان اے جی ہسٹنگز زیر اہتمام رائے بہادر منشی گوپال داس صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

[4] یوسف زئی پٹھان صـ٥٤٢

[5] حضرت اخوندزادہ صاحب، حضرت سراج الاسلام کے مُرید تھے۔ یہ حضرت ضیاءُ اللہ صاحب کشمیری کے مرید تھے اور یہ شاہ نقشبند ثانی حضرت محمد زبیر کے مُرید تھے اور یہ حضرت خواجہ معصوم صاحب کے مُرید تھے اور یہ اپنے والد حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مُرید تھے۔

جب ان سے ملے تو ان کی ملاقات سے بہت متاثر ہو کر ان سے بھی سلسلۂ عُلیۂ نقشبندیہ میں بیعت کر لی ۔[1] آپ نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں منازلِ سلوک طے کر لیے اور صاحبِ مجاز ہو کر مقاماتِ عُلیا پر فائز ہوئے۔ نیز قطبیت[2] کے مقام پر مامور ہو کر اطرافِ عالم میں مشہور ہوئے۔ صاحب نظم الدرر نے ص۸۵ سے لے کر ص۸۶ تک آپ کے کافی کشف جو کہ عیانی بھی ہیں اور کوئی بھی، نقل کیے ہیں اور ص۸۶ کے آخر میں لکھتے ہیں:

"ازیں نوع مکاشفات ازاں حضرت رضی اللہ عنہ وارضاہ حدی و نہایتے ندارد۔"

یعنی اس قسم کے آپ کے مکاشفات بے حساب ہیں۔ لکھتے ہیں:

"و روزے آں حضرت بزبانِ مبارک خود می فرمودند کہ اقوال و افعال مریدانِ خود از مشرق تا مغرب بمن ہمچو کفِ دست ظاہر و مبرہن ہستند و جمیع دائرۂ زمین و زمان بنظرِ من چوں کفِ دست می نماید۔"

ایک دن آپ نے فرمایا کہ "مریدین کے اقوال اور افعال از مشرق تا مغرب میرے سامنے ظاہر اور واضح ہیں جس طرح میری یہ ہتھیلی ہے نیز روئے زمین و زمان بھی میری نظر میں ہتھیلی کی طرح ہیں۔"

---

[1] صاحب نظم الدرر تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ اخونزادہ صاحب کابلی کے پاس پہنچے تو "اخونزادہ صاحب بآں حضرت گفت کہ بیا مرید شو و حال آں کہ آں حضرت باصاحبزادہ صاحب موصوف (یعنی حضرت جی پشاوری بیعت کردہ بُود اما ذکر گرفتہ نبود) و اخونزادہ صاحب کابل نیز مرید شد و باو بیعت نمود" یعنی اخونزادہ صاحب کابلی نے آپ کو فرمایا کہ آؤ اور مُرید ہو جاؤ۔ حالانکہ آپ حضرت جی صاحب پشاوری کے مرید تھے مگر (ابھی) ذکر کی اجازت حاصل نہیں کی تھی۔ کوڑ ملا صاحب نے اخونزادہ صاحب سے بیعت کر لی۔ ص۸۶

[2] "در ماہ رمضان در تراویح غنچۂ باغ ربانیت شگوفۂ گلستان مجددیت متبع سنت نبوی حضرت صاحبزادہ صاحب فضل الحق پسر محبوب سبحانی معشوق ربانی حضرت جی صاحب پشاوری کہ پیر و مرشد من بود بقطبیت من بشارت کردہ بود" نظم الدرر ص۲۰۹ یعنی رمضان شریف کی تراویح میں میرے مرشد و پیر حضرت صاحبزادہ فضل حق صاحب بن حضرت جی صاحب پشاوری نے مجھے قطبیت کی بشارت سے نوازا۔

آپ نے تبلیغ اسلام، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اشاعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ایک لمحہ بھی فروگزاشت نہیں کیا بلکہ اپنی زندگی اسی عظیم وجلیل مقصد کے لیے وقف کر دی۔ اتباع سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ تھے۔ یادِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن مجید سے گھڑی بھر غفلت نہ کرتے۔ اپنے مشائخ کے مسلک کے ساتھ وابستگی آپ کی زندگی کا مقصدِ اوّلین تھا۔

جس طرح آپ نے اس اعلیٰ وارفع روحانی مشن کو کامیاب بنانے کے لیے انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام لیا اسی طرح اپنے زمانہ میں آپ کی شخصیت سیاسی اعتبار سے بھی کافی اہم شمار کی جاتی تھی۔ آپ نے وطن عزیز میں اسلامی اور رُوحانی اقدار کو عملاً نافذ کرنے کے لیے مجاہدانہ عزم واستقلال کا ثبوت دیا اور ہر اس تحریک کی حمایت، اعانت اور پُشت پناہی کی جس کے ذریعہ یہ قدریں غالب اور روشن ہوتی تھیں۔ یہی آپ کا للّٰہیّت اور خلوص سے بھرپُور جذبہ تھا جس نے آپ کو اس میدان میں بھی حیات جاودانی بخشی۔ چناں چہ محدثینِ ہندوستان کی تحریک میں آپ نے نہ صرف ایک مشیر کی حیثیت سے بلکہ ایک مردِ مجاہد کی طرح میدانِ کارزار میں شجاعت کے کارنامے سرانجام دیے اور اس تحریک کے آخری ایّام تک اس سے وابستہ رہے۔ اس تحریک کی اسی وابستگی کی وجہ سے آپ پر "وہابی" ہونے کا فتویٰ لگایا گیا۔ پشاور شہر کے فاضل اجل حضرت مولٰنا مولوی غلام جیلانی صاحب المعروف "میاں صاحب آسیا" نے آپ کی مکمل تائید وحمایت کی اور اُن فتاویٰ کا رد لکھا۔ نظم الدرر کے مطالعہ کے بعد ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ نے واشگاف الفاظ میں ان تمام عقاید باطلہ کا جن کا آپ پر الزام لگایا جاتا تھا رد کیا اور بیزاری کا اظہار کیا۔ یقیناً آپ توحید وسنّت کے علمبردار اور بدعت وگمراہی کے دشمن تھے۔ تحریک محدّثین کے بعد بھی آپ نے ہر ممکن طریقہ پر انگریزوں کی مخالفت کی تاکہ ان کے ناپاک قدم اس وطن میں نہ جم سکیں۔

چناں چہ جب شاہ شجاع نے دوبارہ افغانستان کی حکومت سنبھالی تو آپ نے اسے لکھا:

"انگریز کی بیخ کنی کا کام مکمل کر لیا گیا ہے لیکن اس کی ابتدا تم کر لو تاکہ نیک نام ہو جاؤ اور خواص وعوام میں ہر دلعزیز، بصورتِ دیگر اگر تم نے اس میں کاہلی سے کام لیا تو تم خود معزول ہو جاؤ گے۔ یہ کام یقیناً شدنی ہے

میرا اس پر محکم عقیدہ ہے"۔ مگر افسوس کہ شاہ افغانستان کی بے ہمتی سے یہ کام سرانجام نہ ہوا۔

صاحب تاریخ پشاور لکھتا ہے "اس گاؤں میں (کوٹھہ) ایک شخص سید امیر ملا، صاحب علم و عمل ہے۔ اکثر اشخاص ضلع پشاور تو اس کو وہابی کہہ کر اس کے افعال کو ناپسندیدہ جانتے ہیں، مگر بعضے ساکنین ضلع مذکور اور بہت لوگ متوطن اضلاع غیر اس کو درویش بایُمن برکت جان کر بصلاح حال و مال منسوب کرتے ہیں اور اس کی بزرگی پر اعتقاد رکھتے ہیں"۔ آپ کی وفات بقول صاحبِ نظم الدرر بروز جمعہ آخر ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ بوقت عصر ہوئی، اور یکم محرم ۱۲۹۵ھ کو ۸۵ برس کی عمر میں موضع کوٹہ میں ہی اپنی مسجد میں دفن کیے گئے۔ آپ کے خلفاء بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلتے رہے تبلیغ اسلام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف ہوئے۔

اخوزادہ صاحب کھلابٹ، اخوزادہ نور محمد صاحب، صاحبزادہ مدثر صاحب اور آپ کے داماد مولانا عبدالرؤف صاحب بہت ہی قابل قدر ہستیاں ہوئی ہیں۔ مولانا عبدالرؤف صاحب سر سید سرحد سر صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب بانی اسلامیہ کالج پشاور کے والد تھے۔

۱ـ یوسف زئی پٹھان ص۲۴۵ بحوالہ اقتباس خلیفہ فیض اللہ خان "بنسخہ قلمی"

۲ـ ص۲۲۰۔ از کپتان اے جی ہسٹنگز صاحب بہادر زیر اہتمام رائے بہادر منشی گوپال داس۔

۳ـ ص۲۳۵

۴ـ مولانا عبدالرؤف صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ علوم معقول و منقول کا درس دیتے۔ سینکڑوں طلباء نے آپ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی، چونکہ آپ کی نسبت بھی کوٹہ ملا صاحب کے ساتھ تھی۔ اس لیے آپ پر بھی "وہابی" کا فتویٰ لگایا گیا۔ آپ توحید و سنت کی تبلیغ میں قریہ قریہ پھرتے اور اصلاحِ احوال کرتے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ مصنف یوسف زئی پٹھان ص۵۵ پر یوں لکھتے ہیں،

"عبدالرؤف صاحب کو قتل کر دینے کی کوششیں ہوئیں لیکن مخالفین کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر علاقہ پکھلی (ہزارہ) سے تین افراد نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وقت حضرت کوٹہ ملا، مولوی اشرف علی ندوی جو اپنے وقت کے مشہور عالم تھے اور مولوی عبدالرؤف کو قتل کر دیا جائے۔ اول الذکر دونوں بزرگ دشمنوں کے ہاتھوں میں پھنس نہ سکے لیکن تیسرے نے مولوی عبدالرؤف کے آستانہ پر دستک دی وہ باہر نکلے تو ابھی بات کر بھی نہ پائے تھے کہ ان پر مسلسل خنجر کے وار کیے گئے تو وہ وہیں شہید ہو گئے۔

حضرت مولٰنا شائستہ گل صاحب المعروف متہ ملّا صاحب

۱۳۰۴ھ ۔ (ابھی زندہ ہیں)

آپ کا اسم گرامی شائستہ گل، والد کا نام مولٰنا محمد علی صاحب اور دادا جناب ملک العلماء مولٰنا عمر دراز صاحب تھے۔ آپ یوسف زئی مندڑ افغان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے القاب شیخ العلماء، مفتی[1] اعظم سرحد اور مناظر اہل سنّت و جماعت ہیں۔ آپ سلسلہ عالیہ، قادریہ، زاہدیہ میں حضرت شیخ المشائخ مولٰنا عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر صاحب مانکی شریف کے دست گرفتہ ہیں۔ آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ "میں نے ہر ایک کتاب آپ سے شروع کی" اور کتاب شروع کرواتے وقت یہ دُعا کرتے "اے اللہ اس کو عالم بنا تاکہ یہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کا قلع قمع کرے"۔

آپ نے اپنے والد مولٰنا محمد علی[2] صاحب مرحوم سے علم پڑھنا شروع کیا۔ والد صاحب کے علاوہ مختلف نامور علماء سے تکمیل علم کیا۔ ایلئ مولٰنا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے "ڈاہیئ بنیر میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کے

---

[1] آپ کو یہ لقب مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ صدر جمعیت العلماء پاکستان لاہور نے دیا۔

[2] آپ کی پیدائش ۱۲۵۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۴۳ھ میں۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے۔

استاد اسی گاؤں کے نام سے مشہور ہیں۔ ایلئی مولٰنا صاحب کے درس میں چھ سات سو طلباء ہوتے۔ آپ علم نحو میں علامہ تھے۔ آپ نے نحو کی مشہور درسی کتاب کافیہ پر پشتو میں شرح لکھی جو کہ چھپ چکی ہے) اور علمِ نحو آپ سے پڑھا۔ لالہ کا لا[1] مولٰنا صاحب کے پاس علم صرف کی تکمیل کی۔

حضرت قاضی[2] صاحب بڈھنی سے معقول اور منقول پڑھا۔ مولٰنا صاحب[3] ڈاگئ یار حسین سے تفسیر اور حدیث کا درس لیا۔ سند حدیث مولٰنا مولوی عبدالعلی صاحب دہلوی سے حاصل کی۔ نیز جون پور کے دارالعلوم حنفیہ میں مولٰنا مولوی ماجد علی[4] صاحب سے بھی دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی اور قرأت مولٰنا مولوی قاری عبدالسلام[5] بن قاری عبدالرحمان پانی پتی سے پڑھی۔ تقریباً انیس برس کی عمر میں تمام علوم مروّجہ معقول و منقول میں کمال حاصل کر لیا۔ فراغتِ علم کے بعد درس تدریس اور افتاء میں اپنی تمام زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اپنے گاؤں لنڈی شاہ متہ" میں ایک دارالعلوم قائم کیا، جس کا نام " دارالعلوم حنفیہ سنیہ لنڈی شاہ متہ" ہے۔ اس دارالعلوم میں درس نظامی کا مکمل درس دیا جاتا ہے۔ تقریباً پچاس طلباء بیک وقت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے علاوہ چار اور مدرس بھی درس دیتے ہیں۔ آپ نے صرف درس تدریس ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ سلسلۂ تصنیف و تالیف بھی جاری رکھا۔

---

[1] حضرت لالہ کالا مولٰنا صاحب، موضع لالہ کے رہنے والے تھے۔ یہ موضع پشاور سے مغرب کی طرف جی۔ ٹی روڈ پر چھ میل پر واقع ہے آپ اپنے وقت کے علامہ تھے۔ مفتاح الصرف اور صرف کی کتاب زرادی پر فوائدِ حقیہ اور کافیہ کی شرح لکھی ہے۔ یہ کتابیں قلمی ہیں۔ آپ بڑے عابد و زاہد تھے۔ حضرت صوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

[2] قاضی صاحب علوم معقول و منقول کے علامہ تھے۔ ڈیڑھ سو کے قریب طلباء ہر وقت آپ کے درس میں ہوتے۔

[3] یہ بہت بڑے متبحر عالم تھے۔ آپ کے درس میں پانچسو طلباء موجود رہتے۔ میبذی پر شرح لکھی ہے۔

[4] مولٰنا صاحب موصوف نے نخبہ کی شرح لکھی ہے۔

[5] آپ استاذ القرأ تھے۔ تمام ہندوستان و پاکستان میں آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے علمِ قرأت پر بہت رسائل لکھے ہیں۔

آپ تقریباً چالیس برس سے مسلسل اہل سنت والجماعت کی تائید وحمایت اور وہابیوں، چکڑالویوں اور پنج پیریوں اور منکرین تصوف کے رد میں لکھ رہے ہیں۔ اس وقت تک ان فرقوں کی تردید میں ساڑھے چار سو رسائل لکھ چکے ہیں۔ اس میں کچھ رسائل چھپ چکے ہیں اور بہت سے ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے آپ نے ایک کتاب سیر الملوک فی مسائل السلوک عربی میں لکھی ہے جس میں تصوف کے مسائل کی وضاحت آیاتِ کریمہ کی مدد سے کی گئی ہے۔ صوبہ سرحد میں اس اہم عظیم الشان کام کی سعادت آپ ہی کے حصے میں آئی۔

مضامین القرآن! یہ کتاب قرآن مجید کے مضامین پر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ہر سورت میں جتنی آیتیں مختلف آئی ہیں ان کو اپنے موضوع پر بیان کیا ہے۔

مطالب القرآن! اس کتاب میں ہر ایک لفظ یا اسم کا پورا پورا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ گویا تمام قرآن مجید کا حل اس کتاب میں موجود ہے نیز جو لفظ یا اسم جس جس پارہ، جس جس رکوع اور جس جس آیت میں آیا ہے اس کا حوالہ بھی موجود ہے۔

قرأت القرآن! یہ کتاب قرآن پاک کے تمام مسائلِ قرأت کو حل کرتی ہے۔

حاشیہ مدارک التنزیل! تفسیر مدارک پر عربی میں حاشیہ تحریر کیا ہے۔ یہ تمام حواشی اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ کی روشنی اور تائید وحمایت میں لکھے ہیں۔ آپ نے تمام کتب تفاسیر کے مطالعہ کے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ انتہائی جامع اور مدلل ہے اور علوم عقائد کی حامل ہے۔

حاشیہ جلالین! مشہور تفسیر جلالین پر مسمی جمالین حاشیہ لکھ رہے ہیں۔ یہ بھی تفصیلی حاشیہ ہے۔

مرادی شرح زرادی: صرف کی مشہور کتاب زرادی کی شرح عربی میں لکھی ہے۔

شرح جزری: جزری کی شرح اردو میں لکھی ہے۔

الاستفسارات المیراث: مسائل کا ایک ضخیم مجموعہ ہے جس میں علمِ میراث کے تمام مسائل کا بیان ہے۔

مجموعۃ الفتاوی: اس ضخیم مسودہ میں سینکڑوں مسائل پر استفتاء کے جوابات ہیں۔

تفسیر قرآن مجید (اردو) : قرآن مجید کا ترجمہ اور فوائد لکھ رہے ہیں جو اپنی نظیر آپ ہے۔

تنپہ بائی زئی ضلع مردان میں آپ نے "جمعیۃ العلماء احناف" نامی علماء کی جماعت بنائی جس میں چیدہ چیدہ علماء کو اکٹھا کیا۔ ہر ماہ جمعیت کا اجتماع کیا جاتا ہے۔ جس میں عقائد حقہ پر ایک رسالہ مرتب کرواتے ہیں۔ اس میں عقائد باطلہ کی تردید قرآن و سنّت کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا یہ کام اکتیس برس سے سرانجام دے رہے ہیں۔ جمعیۃ العلماء احناف سیاسیات میں بھی لوگوں کی رہنمائی کرتی ہے۔

۱۳۷۰ھ میں حج بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے۔ کراچی میں حجاج کے ایک عظیم اجتماع میں جس کی صدارت مولانا عبیداللہ سندھی نے کی تھی۔ جناب شیخ حاجی محمد امین صاحبؒ کی تائید سے آپ کو امیرالحاج مقرر کیا گیا۔ نیز خود بنفس نفیس حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی نے آپ کو قاضی حجاج بھی مقرر کیا۔ اثناء سفر میں آپ سے جتنے مسائل پوچھے گئے ان سب کا تحریری جواب دیا اور ان تمام جوابات کو "استفتاءات الحج" کے نام سے مرتب کیا۔

حرم شریف کے امام عبدالمہیمن مصری کے ساتھ مختلف مسائل پر آپ کی گفتگو ہوئی۔ مثلاً عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اور پڑھانی مسنون ہے۔ چاروں مذاہب کے مصلے ہونے چاہئیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکبرالائمہ ہیں۔ قہقہہ کے ساتھ نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ مقامات متبرکہ کی زیارت کرنے پر، ان تمام مسائل پر جو کہ مناظرہ کی صورت اختیار کر چکے تھے امام حرم لاجوابؔ ہوگیا۔

جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کی جگہ پر قیام کیا۔ چونکہ آپ کے علم و فضل سے مولانا عبدالغفور صاحب واقف تھے۔ انہوں نے آپ کے اعزاز میں ایک دعوت کی جس میں عربی اور موجود مصری علماء کو بھی مدعو کیا۔ یہ مجلس ظہر سے لے کر عصر کی نماز تک قائم رہی۔ آپ پر سیاسی، معاشی، عقاید و اعمال کے مختلف سوالات کیے گئے۔ آپ نے ان سب کے جوابات انتہائی فصیح و بلیغ عربی میں دیئے۔

ؔ اس تمام مناظرانہ گفتگو کو آپ نے قلم بند کر کے محفوظ کر لیا ہے۔

عربی علماء آپ کی قادر الکلامی سے حد درجہ متاثر ہوئے اور آپ کے علم کے معترف ہو گئے۔ اس مجلس میں جو مسئلہ خوب موضوعِ بحث بنا، وُہ یہ تھا کہ آپ نماز جماعت پڑھنے کے بعد اعادہ کرتے تھے۔ لہٰذا آپ نے ان تمام علماء کو لاجواب کر دیا کہ لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ نے اس مسئلہ کو مدینہ منورہ میں ہی قلم بند کیا اور پھر یہاں آکر چھپوایا۔

جس طرح آپ نے عقائد حقہ کی نشر و اشاعت میں انتہائی مستعدی اور یقین محکم کا ثبوت دیا اسی طرح سیاسیات میں بھی سرگرمِ عمل رہے۔ تحریک ”خدائی خدمتگار“ میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خاں کے دوش بدوش آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا مگر جب خان موصوف نے اپنی تنظیم کو انڈین نیشنل کانگریس میں مدغم کر دیا تو آپ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لی۔ جس وقت مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کیا تو آپ نے دلیری، ہمت اور شجاعت کے ساتھ اس مطالبہ کی حمایت کی۔ آپ کے مشورہ کے ساتھ حضرت محمد امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف کی صدارت میں مشائخ اور علماء کی ایک جمعیت تشکیل کی گئی جس کا نام ”جمعیۃ الاصفیا“ رکھا گیا۔ اس جمعیت کے ناظم آپ ہی تھے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف کی قیادت میں تمام ہندوستان کا دورہ کر کے واپس مانکی شریف حضرت پیر صاحب چورہ شریف کی صدارت میں اس جمعیۃ کا اجتماع کیا گیا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر مسلم لیگ ہمارے اصولوں سے اتفاق کرے گی تو ہم اس کے ساتھ الحاق کریں گے اور اس جماعت کا یہ مقصد ہے کہ پاکستان میں قرآن و سنت کے مطابق حکومت ہو اور شریعت عملاً نافذ ہو۔ قائداعظم محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خاں نے تحریری[۱] طور پر اس اصول کو تسلیم کر لیا۔ اس فیصلہ کے بعد پیر صاحب مانکی شریف کے کہنے پر آپ نے تمام مشائخ کرام کو اکٹھا کرنے کیلئے مسلسل پانچ ماہ کا دورہ کیا اور اپنی مفصل رپورٹ پیر صاحب کو پیش کی۔ جب پاکستان بن گیا اور مسلم لیگی وزارت خان عبدالقیوم خان نے سنبھال لی تو بموجب وعدہ کے آپ نے اپنی تقاریر میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ

---

[۱] یہ کاغذات دستخط شدہ مانکی شریف میں موجود ہیں۔

شروع کر دیا۔ کوہاٹ میں مسلم لیگ کے جلسہ میں آپ شامل ہوئے اور مسلم لیگ کو اپنا وعدہ یاد دلا کر مطالبہ کیا۔ حکومت کو آپ کی یہ بات بہت ناگوار گزری اور واپسی پر درہ کوہاٹ کی چوٹی پر آپ کو پکڑ کر تین دن تک حوالات میں بند کیا گیا اور پھر گیارہ ماہ کے لیے خارج از پاکستان کر دیا۔ آپ وہاں سے سیدھے صوات میں تھانہ کے مقام پر گئے اور اسی طرح وہاں وعظ و نصیحت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو اب مسلم لیگ سے کلی طور پر مایوسی ہو گئی۔ اس لیے آپ سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے اور تبلیغ عقاید حقہ میں مصروف ہو گئے۔

آپ کے کافی سے زیادہ شاگرد ہیں اور یہ سلسلہ کابل، چکیسر، اسمار، صوات، چترال تک پھیلا ہوا ہے مولٰنا مولوی عبدالودود صاحب قریشی مہتمم دارالعلوم اشرفیہ مسجد مہابت خاں پشاور، مولٰنا مولوی محمد گل رحیم صاحب اسماری مالک مکتبہ رحیمیہ اور مولٰنا مولوی غلام نبی صاحب، مدرس مدرسہ ٹل (کوہاٹ) ساکن سنگو (سربند) آپ کے نامور شاگردوں سے ہیں۔

آپ کے چار فرزند ہیں:

مولٰنا عبدالحنان صاحب: دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف کے فاضل ہیں۔ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ مولٰنا مولوی ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب صدر جمعیت العلماء پاکستان اور مولٰنا مولوی غلام علی صاحب اوکاڑوی سے بھی سند فراغت حاصل کی ہے۔ فاضل واکمل ہیں۔ علوم معقول و منقول کے ماہر ہیں۔

عبدالسبحان صاحب: آپ بھی علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر ہیں۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے فاضل ہیں۔ آپ کی سند بھی حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علاّمہ سید ابوالبرکات سے ہے۔ اس وقت دارالعلوم حنفیہ سُنیہ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

عبدالدیان صاحب: آپ بھی عالم اجل اور فاضل اکمل ہیں۔ حضرت ابوالبیان غلام علی صاحب اوکاڑوی سے سند فراغت حاصل کی ہے اور دارالعلوم حنفیہ سنیہ میں مدرس ہیں۔

فضل سبحان صاحب: آپ بھی عالم و فاضل ہیں۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی سے فضیلت کی سند حاصل

کی ہے۔ کراچی کی مسجد میں خطیب بھی ہیں۔ اس وقت بہاول پور میں جامعہ عثمانیہ میں تخصص قرآن وحدیث کی سند حاصل کی۔

حضرت مولنا مولوی شائستہ گل صاحب المعروف متہ ملا صاحب انتہائی متبع سنت، صاحب زہد و ورع ملنسار، متواضع، انتہائی کم نفس، صاحب اخلاق حمیدہ اور اوصافِ کریمانہ ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۱ برس ہے۔

حضرت شیخ المشائخ علامہ عبدالحنان صاحب

(موضع یارحسین تحصیل صوابی ضلع مردان)

آپ کا اسم گرامی عبدالحنان، والد کا نام احمد[1] بابا اور دادا کا نام قاسم[2] بابا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ باقی علوم متداولہ صوبہ سرحد کے مختلف مقامات پر مشہور و معروف اساتذہ سے مکمل کئے۔ موضع سوڑبزی میں فقہ پڑھی۔ تکمیل علم کے بعد صوات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ طریقت کا پہلا سبق انہی سے پڑھا، پھر باقی اسباق کی تکمیل حضرت علامہ شیخ المشائخ مولنا مولوی عبدالوہاب صاحب مانکی شریف سے پورے کرکے ماذون ہوئے۔ حضرت مانکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہر چہار سلاسل میں صاحبِ اجازت کیا مگر آپ نے خصوصی طور پر سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کی۔ تمام عمر درس و تدریس، ذکر و فکر، مراقبہ و مجاہدہ اور تزکیۂ نفس میں بسر ہوئی۔ زہد و ورع کو آپ پر ناز تھا۔ آپ کا دامن دنیا کی محبت اور آلایش سے پاک تھا۔ درویشانہ اور فقیرانہ زندگی گزاری، استغنا کا یہ عالم تھا کہ معتقدین و مخلصین آپ کی خدمت میں ہزاروں روپے اور زمین

---

[1] احمد بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ المشائخ حافظ عبدالغفور صاحب المعروف صوات باباجی صاحبؒ کے مرید خلیفہ اور ماذون تھے۔

[2] قاسم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ طریقت تورڈھیری باباصاحبؒ کے مرید، خلیفہ اور ماذون تھے ان ہر دو بزرگوں کے مزار مقبرہ یارحسین

پیش کرتے مگر آپ قبول نہ فرماتے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا خاص وصف تھا۔ تمام علاقہ کے جھگڑے اور تنازعات شریعت حقہ اسلامیہ کے تحت آپ فیصلہ فرماتے۔ عقد بیوگان کرتے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع پر انتہائی زور دیتے۔ عقاید حقہ اہل سنت وجماعت کی پابندی پر پوری پوری توجہ کرواتے۔ فرق باطلہ اور خصوصاً منکرین اولیاء کرام ومنکرین کراماتِ اولیاء کے خیالات کا شدت سے رد فرماتے۔ اس علاقہ میں آپ کی موجودگی میں کسی بدعقیدہ نیچری، قادیانی، چکڑالوی، نجدی، وہابی کی جرأت نہیں تھی کہ سر اٹھاتا۔

آپ کے پاس ہر وقت چالیس سے لے کر پچاس تک طلباء موجود رہتے جنھیں تمام درس نظامی خود بہ نفس نفیس پڑھاتے۔ ان طلبا کے کھانے پینے، پہننے اور دیگر ضروریات کا انتظام آپ خود کرتے۔

آپ کے شاگرد بھی صاحب درس وافتا ہوئے بلکہ استاذ الاساتذہ ہوئے۔ وہ حضرات جو کہ بہت ہی نامور علماء میں شمار ہوئے ہیں یہ ہیں:

حضرت علامہ مولنا محمد غفران صاحب شہباز گھڑا، جناب علامہ مولنا غازی الدین صاحب امازوگھڑی، جناب حضرت علامہ مولنا عبدالعلی صاحب "یعقوبی حق صاحب"، علامہ مولنا محمود صاحب "صاحبِ حق صاحب مردان" حضرت مانکی صاحب وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے زہد وریاضت، تقویٰ وپرہیزگاری اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے آپ کو نورِ باطنی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ سلسلہ قادریہ کی آپ نے خوب ترویج واشاعت فرمائی۔ آپ کا وجود ذکر الٰہی اور اصول طریقت وتصوف کی تبلیغ میں غایت درجہ انہماک کی وجہ سے سراپا کرامت بن چکا تھا۔ آپ کے ہزارہا مریدین تھے اور بکثرت خلفائے تھے جو کہ تمام صوبہ سرحد میں امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں مصروف تھے۔ ضلع بنّوں میں جناب عبدالواسع فقیر صاحب، علاقہ مردان میں جناب مولنا جلال الدین صاحب لوی کلی والے، تحصیل پشاور میں چرخہ خیل فقیر صاحب، تحصیل نوشہرہ

میں ابوالحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف، مولٰنا فضل حق صاحب المعروف تاشقار باباصاحب، شاہ جی صاحب مرحوم تاشقار، عبدالخالق بادشاہ صاحب محب بانڈہ مردان، پشاور شہر کے مشہور عالم اور مالک مکتبۂ رحیمیہ، مولٰنا مولوی گل رحیم صاحب اسماری نے بھی آپ ہی سے طریقت کے اسباق پڑھے۔

آپ کے صاحبزادہ صاحب حق عبدالحمید صاحب فرماتے ہیں کہ جس کوٹھڑی میں آپ ذکر الٰہی اور مراقبہ فرماتے تھے وہ رات کی تاریکی میں جبکہ لالٹین وغیرہ گُل کردی جاتی، بقعۂ نور بن جاتی۔ یہاں تک کہ ہر شے اس نورانی روشنی میں نظر آتی۔

آپ کے دو صاحبزادے ہیں، صاحبزادہ صاحب حق عبدالحمید صاحب اور صاحبزادہ صاحب حق عبدالستار صاحب، ہر دو حضرات نے اپنے والد سے ہی طریقت کے اسباق پڑھے ہیں۔ اول الذکر صاحب حق صاحب صاحب سجادہ ہیں اور ہر وارد وصادر کی خدمت کرتے ہیں۔ لنگر دیتے ہیں۔ انتہائی ملنسار اور خوش خلق ہیں۔ ۵۶ برس کی عمر ہوگی۔

حضرت علّامہ مولٰنا مولوی عبدالمنان صاحب

صاحبِ حق
(موضع شہباز گڑھ تحصیل و ضلع مردان)

آپ کا اسم گرامی عبدالمنان، والد کا نام مولٰنا مولوی اوّل خان صاحب مرحوم ہے اور صاحبِ حق کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ۱۸۹۵ء میں شہباز گڑھ میں پیدا ہوئے۔

مولٰنا اوّل خان صاحب

آپ ضلع مردان کے معروف علمائیں سے تھے۔ آپ نے مقامی علمائ سے علومِ متداولہ کی تکمیل کی تھی۔ موضع لنڈی، کالوخان، رجڑ موضع شیوہ تحصیل صوابی، گھڑی کپورہ کے علماء کی خدمت میں رہ کر علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر کے موضع شہباز گڑھ تشریف لائے اور یہیں مقیم ہو گئے۔

آپ نے شرح ملّا جامی اور کافیہ (جو کہ نحو کی درسی کتابیں ہیں) اپنی قلم سے لکھیں اور ان پر کتب مختلفہ سے حواشی مفیدہ، سوال و جواب اور نکات غریبہ و عجیبہ لکھے۔ یہ قلمی نسخہ آپ کے فرزند کے پاس موجود ہے۔ شرح حسامی بھی اپنی قلم سے لکھی اور اسی طرح مختلف اصول و فقہ کے کتب معتبرہ سے حواشی نقل کر کے کتاب مذکورہ کو بہت ہی وقیع بنا دیا ہے۔ آپ فقہ، اصول اور صرف و نحو میں کمال علم کے مالک تھے۔ آپ کو

اسی علمی شہرت کی بدولت کوہستان، ننگرھار، ملیزے، دیر، سوات، بنیر، قندھار، کابل غرض دُور و دراز ممالک سے طلبا آپ کے پاس آتے اور فیض یاب ہو کر جاتے۔ نور الانوار شرح منار پر سوال و جواب کی صورت میں شرح لکھی۔ یہ ضخیم کتاب ہے۔

آپ نصف رات سے تدریس شروع کرتے اور اشراق کی نماز تک اسباق پڑھانے سے فارغ ہو جاتے اور دن میں اپنی زمین پر کھیتی باڑی میں مصروف رہتے۔ ۳۰ برس کی عمر سے باقاعدہ تدریس شروع کی اور چالیس برس تک پڑھاتے رہے یعنی ۷۰ برس کی عمر تک درس تدریس میں مصروف رہے۔

آپ بڑے سخی، جواں ہمت، متواضع، انتہائی مہمان نواز اور اخلاقِ حسنہ کے مالک تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ان میں اکثر صاحبان درس ہیں اور صاحبانِ افتا ہیں۔ اس علاقہ میں آپ کی ذات ستودہ صفات اہل سنت و جماعت کے عقاید حقہ کی اشاعت و ترویج کی عظیم شخصیت تھی۔ آزاد قبائل کے مشہور و معروف ولی اللہ حضرت اسوٹا باباجی صاحب آپ پر بہت ہی مہربان تھے اور آپ ان کے خصوصی معتقدین میں سے تھے۔ آپ نے ان سے فیوض و برکات کے لیے دعا حاصل کی۔

یہ آفتاب اہل سنّت و جماعت ۷۰ برس کی عمر میں ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ میں اپنے مقامی گاؤں شہباز گڑھا میں غروب ہو گیا اور مسجد بہرام خیل کے شمالی کونے میں دفن کیے گئے۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے: عبدالغفران، عبدالمنان، عبدالبرہان اور عبدالسبحان۔ عبدالسبحان، عبدالغفران اور عبدالبرہان آپ کی زندگی میں فوت ہو گئے ہیں اور مولٰنا مولوی عبدالمنان صاحب زندہ ہیں۔

مولٰنا مولوی عبدالمنان صاحب

مولٰنا مولوی عبدالمنان صاحب کا لقب بھی "صاحبِ حق" ہے۔ آپ حضرت والا مولٰنا مولوی اوّل خان صاحب کے گھر ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے صرف، نحو، اصول اور فقہ اپنے والد سے ہی پڑھا۔

بیس برس کی عمر میں مزید تحصیل علم کیلیے سفر اختیار کیا۔ موضع کالوخان ضلع مردان میں مولنا مولوی سنپیری نواں کلی تحصیل صوابی ضلع مردان میں مولنا مولوی قریب اللہ صاحب، موضع غازی میں مولنا مولوی فضل احمد صاحب سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کرکے ۱۳۴۰ھ میں ہندوستان تشریف لے گئے۔ مدرسہ اندرکوٹ میرٹھ میں ان دنوں حضرت مولنا مولوی عبدالسلام صاحب قندھاری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ منطق، ریاضی، اقلیدس کی آخری کتابیں پڑھ کر دورۂ حدیث آپ سے کیا۔ سند حدیث اور دیگر علوم درس نظامی کی بھی سند حاصل کی۔

مولنا نے موصوف سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مدرسہ نصرت الاسلام آگرہ میں مدرس ہوئے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد بریلی شریف کے اہل سنت وجماعت کے مرکزی دارالعلوم منظر الاسلام میں مدرس ہوئے اور درس نظامی کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ یہاں آپ کے تلامذہ میں نبیرۂ اعلحضرت احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں صاحب، حضرت علامہ ابرار حسن صاحب، داماد اعلیحضرت مجدد مائتہ حاضرہ مولنا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولنا تقدس علی خاں صاحب شامل تھے۔ بریلی میں کافی عرصہ تدریس کے بعد اپنے آبائی گاؤں واپس آئے۔ پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں اہل سنت وجماعت کا مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف تھا۔ آپ کو حضرت علامہ امام اہلسنت مولنا دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طلب کرکے مدرس مقرر کیا۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات صاحب مدظلہ العالیہ اس وقت اس دارالعلوم کے مہتمم تھے۔ یہاں حضرت مولنا مولوی محبوب علی صاحب لکھنوی اور حضرت مولنا مولوی غلام دین صاحب خطیب لوکوشیڈ لاہور مرحوم آپ سے درس پڑھتے۔ وہاں سے واپس آکر اپنے گاؤں تدریس شروع کردی اور اب تک مصروفِ تدریس ہیں۔ آپ کے شاگرد غزنی، کابل، قندھار، ہرات، ننگرہار، سوات، دیر، پنجاب، یوپی، سی پی اور دیگر ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر تو اس وقت بھی صدر المدرسین اور مسند افتاء پر

فائز ہیں۔

آپ نہ صرف تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول میں مہارت تامہ رکھتے ہیں بلکہ میراث، ادب، صرف، نحو، منطق، ہیئت، ریاضی، معانی وغیرہ علوم متداولہ میں بھی بے نظیر ہیں۔

عقاید حقہ اہل سنّت وجماعت کی ترویج واشاعت اس تمام علاقہ میں آپ نہایت ہی تن دہی سے کرتے ہیں۔ باوجود ضعیف اور کمزور ہونے کے تبلیغ اسلام میں جواں ہمّت ہیں۔

آپ نہایت ہی کریمانہ اخلاق کے مالک ہیں۔ نہایت صابر، حلیم، بُردبار، خندہ رو، مہمان نواز اور صاحبِ قلبِ سلیم ہیں۔ آپ نے ایک رسالہ بنام القول الصحیح فی فساد الصوم بالتنقیح یعنی "انجکشن سے روزہ ٹوٹتا ہے" لکھا ہے جو کہ چھپ گیا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال کے قریب ہے۔ آپ کے تین فرزند ہیں: محمد امین، رُوح الامین اور محمد نعیم۔ اوّل الذکر ہر دو محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں اور تیسرے صاحب فوج میں ملازم ہیں۔

مولانا مولوی عبد العلی صاحب المعروف بنیر مولانا صاحب

موضع یعقوبی، تحصیل صوابی، ضلع مردان

آپ کا اسم مولانا عبد العلی، والد کا نام مولانا جام دار صاحب تھا، "بنیر صاحب حق" کے نام سے مشہور تھے۔

مولانا جام دار صاحب

مولانا جام دار صاحب خاص بنیر، کڑپہ علاقہ پنج پاوے کے رہنے والے تھے اپنے علاقہ کے مختلف اساتذہ سے علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی، بنیر سے آکر موضع یعقوبی تحصیل صوابی ضلع مردان میں قیام کیا۔ علم عقاید، ریاضی، فقہ اور اصول میں یکتا تھے۔ ۲۰ برس کی عمر سے درس دینا شروع کیا تھا اور ۷۰ برس کی عمر تک پڑھاتے رہے۔ تقریباً تین سو طلبہ کو سحری سے لے کر عشا کی نماز تک پڑھاتے۔ اکثر طلبہ قرب و جوار کے دیہات سے آتے اور باہر کے طلبہ آپ کے پاس ہی قیام کرتے۔ ان کے کھانے پینے، کپڑے اور دیگر ضروریات کا انتظام آپ خود کرتے۔ حضرت اسوٹا ملا صاحب (جو کہ صوات صاحب کے ماذون تھے) جناب حسن علی خاں صاحب کا نوخیل، پڑمولی مولانا صاحب (تحصیل صوابی)، جناب مولانا قریب اللہ صاحب نوی کلی، جناب عبد الحلیم صاحب ڈاگی اور مولانا تاج الدین صاحب کابلی مہتمم دار العلوم متوکلین دہلی (بھارت) آپ کے ہی شاگرد تھے۔ درس کے ساتھ ساتھ

آپ نے خیالی پر عربی میں حاشیہ لکھا، ہدایۃ الحکمۃ پر حاشیہ لکھا جو کہ دہلی سے آپ کے شاگرد مولانا تاج الدین صاحب نے چھاپا، شرح چغمنی اور قاضی مبارک پر حواشی تحریر کئے (جو کہ قلمی موجود ہیں) آپ اہل سنت و جماعت کے عقائد میں بہت ہی متشدد اور مضبوط تھے۔ ہر بدعقیدہ مولوی سے مناظرہ اور بحث کرتے، خصوصاً کرامات اولیاء اور حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت وشان پر سب کچھ قربان کر دیتے۔ تقریباً ۷۰ برس پیشتر یعنی ۱۱۹۱ء میں انتقال فرمایا۔

مولانا عبدالعلی صاحب

مولانا جام دار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا عبدالعلی صاحب اور دوسرے مولانا سلطان محمود صاحب تھے۔ اور ''صاحب حق صاحب یعقوبی'' کے نام سے مشہور تھے۔ درس نظامی اور دیگر فنون کی مکمل تعلیم اپنے والد محترم، مولانا مولوی محمود صاحب، ریاضی کے مشہور عالم باجوڑ قاضی صاحب اور صاحب تحریر پوستہ مولانا مولوی محمد گل زمان صاحب سے کی۔ طب، جفر اور رمل کے علوم سے بھی بہرہ ور تھے۔ فراغت کے بعد تدریس میں مصروف ہو گئے۔ میرٹھ (بھارت) میں بھائی احسان کی دعوت پر خصوصی درس علم ریاضی کا تین برس تک دیا۔ دہلی (بھارت) میں چھپیر کے مقام پر ۱½ برس تک علوم متداولہ پڑھائے۔ چکیسر علاقہ پورن میں ۵ برس تک درس نظامی کا مکمل درس دیا۔ پشاور میں مدرسہ طورہ قل بائے، رجڑ میں (تحصیل چارسدہ) صاحب حق صاحب رجڑ کے ہاں علاقہ بنیر میں نوی کلی کے مدرسہ میں درس دیتے رہے۔ پھر اپنے گھر آئے اور باقی عمر یہیں درس تدریس میں گزار دی۔

سلم پر تقریر لکھی، ہدایۃ الحکمۃ اور شرح چغمنی پر حاشیہ لکھا۔ صدرا، شرح عقائد، خیالی، تتمہ پر بھی حواشی لکھے اور یہ تمام عربی میں ہیں۔ دیوبندی مولوی محمد طاہر ساکن پنجپیر المعروف پنجپیری ملا کے ساتھ کرامات اولیاء، اسقاط، علم غیب وغیرہ وغیرہ مسائل پر بحث و مناظرہ کئے۔ مولوی شاہ محمد صاحب دیوبندی فاضل جامعہ ازہر (مصر) ساکن ترلاندی سے بھی مناظرے کئے اور بقول ان کے صاحبزادہ احسان الحق صاحب کے ہمیشہ مولانا صاحب کو فتح نصیب ہوئی اور یہ ہر دو دیگر منکرین بزرگان آپ کو دیکھ کر ہی بھاگ جاتے۔ انگریزوں کے

انتہائی مخالف تھے، مجاہد اسلام حضرت حاجی ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ملاکنڈ کی لڑائی لڑی۔ آٹھ برس تک آزاد قبائل میں رہے، جہاد بالسیف اور امر بالمعروف آپ کا خاص وصف تھا۔ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں کسی صاحب سے طریقہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی تھی۔ بزرگانِ کرام کے معتقد تھے اور وہ گروہ جو کہ بزرگانِ کرام کا منکر تھا، بحث و مناظرہ کے ذریعہ اس کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔

آپ کے شاگرد بھی آپ کے نقشِ قدم پر چل کر آسمانِ علم کے روشن ستارے بنے۔ مشہور شاگرد یہ ہیں

- حضرت مولٰنا ذکی الدین صاحب المعروف "صاحبِ حق صاحب رجڑ" تحصیل چارسدہ، ضلع پشاور۔
- حضرت مولٰنا مصلح الدین صاحب المعرف "صاحب حق صاحب مردان"۔
- حضرت مولٰنا عبدالجلیل صاحب بن مولٰنا اسمٰعیل صاحب مانڑکی۔
- حضرت مولٰنا عبدالحمید صاحب بازارگی علاقہ بنیر۔
- حضرت مولٰنا مولوی قاضی امان اللہ صاحب ڈاگی مردان۔
- حضرت مولٰنا مولوی صاحبزادہ عبدالباقی صاحب تورڈھیری مردان وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے صاحبزادہ کا نام احسان الحق صاحب ہے۔

مولٰنا احسان الحق صاحب

مولٰنا احسان الحق صاحب المعروف "صاحبِ حق صاحب یعقوبی" نے اپنے والد صاحب، صاحبِ حق رضی الدین صاحب رجڑ اور علاقہ کے دیگر علماءِ کرام سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے دارالعلوم عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث و فقہ کی تکمیل کر کے سند حدیث حاصل کی۔ طبیہ کالج دہلی سے طب کی سند حاصل کی۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج، مہمان نواز اور اخلاقِ حسنہ کے مالک ہیں۔ ۵ برس تک علومِ متداولہ کا درس دیتے رہے۔ اب حکمت کا کام کرتے ہیں۔ اپنے علاقہ میں بہت ہی قابل احترام بزرگ ہیں۔ اپنے بزرگوں کی روش پر قائم ہیں۔ عقائد حقہ اہل سنت و جماعت کے پُرجوش مبلغ ہیں۔

منکرین کرامات اولیاء اللہ اور خصوصاً فرقِ پنجپیریہ کا خوب ردّ کرتے ہیں۔ ۶۰ یا ۵۵ برس کے قریب عمر ہوگی۔

آپ کے دو صاحبزادے ہیں:

محمد عالم زیب اور محمد انوار الحق صاحب۔ اوّل الذکر فقہ حنفی پڑھ چکے ہیں اور میٹرک پاس کر کے چارسدہ

پیپر مل میں ملازم ہیں۔

حضرت مولنا مولوی عبدالعلی صاحب کے دوسرے فرزند فدا محمد صاحب ہیں۔

مولوی فدا محمد صاحب — مولنا مولوی فدا محمد صاحب نے بھی اپنے والد سے علومِ متداولہ پڑھ کر مولنا زرُوبی صاحب (تحصیل صوابی) سے علم کو مکمل کیا۔ آپ زمینداری

کرتے ہیں۔ صاحبِ اخلاقِ حمیدہ ہیں، درس نہیں دیا۔

مولنا سلطان محمود صاحب — آپ مولنا جام دار صاحب کے دوسرے صاحبزادہ ہیں۔ آپ نے اپنے بھائی مولنا عبدالعلی صاحب سے علومِ درسیہ پڑھے۔ ۵ برس

تک زروبی صاحب حق صاحب سے منطق، ریاضی، فلسفہ پڑھا۔ فقہ مولنا محمد غفران صاحب سے اور اصول وغیرہ

دھوبیاں استاد صاحب جناب مولنا اوّل خان صاحب سے پڑھا۔ پھر دہلی (بھارت) میں دار العلوم امینیہ

میں دورۂ حدیث مکمل کیا۔ صوبہ سرحد کے مختلف مقامات پر درس دیا خصوصاً سکندری ضلع مردان میں ۲۰ برس

تک علومِ متداولہ پڑھائے۔ جماعت اسلامی (جو کہ جناب مولنا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی کی جماعت ہے) سے

گہرا تعلق ہے اسی لئے مقامی علماء جمعیۃ العلماء اسلام سے آپ کا بحث و مناظرہ رہتا ہے۔ تکمیل الایمان

اور وضاحت القرآن نامی دو کتابیں لکھی ہیں جن پر مقامی علمائے تنقید کی ہے۔ ۷۰ سال عمر ہوگی۔ لکڑی کا

کاروبار مردان میں کرتے ہیں۔

مولٰنا مولوی فیض رسان صاحب
(نوی کلی تحصیل ضلع مردان)

آپ کا اسم گرامی مولٰنا فیض رسان صاحب اور والد کا نام مولٰنا مولوی فضل حق صاحب تھا۔ آپ نے[1] اپنے والد محترم اور چھچھ ضلع کیمبلپور موضع غورغشتی میں مولٰنا مولوی قطب الدین صاحب سے علوم متداولہ کی کتابیں پڑھ کر دہلی (بھارت) میں دار العلوم امینیہ میں داخلہ لیا، وہاں سے روانہ ہو کر بریلی (بھارت) میں دار العلوم اشاعت العلوم میں داخل ہوئے مولٰنا مولوی محمد یٰسین صاحب اور مولٰنا عبد الرحمان صاحب سے تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی میں ہی دار العلوم اشاعت العلوم میں مدرس ہو گئے۔ درس نظامی پڑھاتے رہے۔ معقول میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور اس علم کی آخری کتب خصوصیت سے پڑھاتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء سے لے کر اب تک باقاعدہ تدریس کر رہے ہیں۔ سینکڑوں طلباء آپ سے فیض پا کر صاحب درس و افتا ہوئے۔ آپ کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل مدرس اور خطیب ہیں۔ مولوی فضل الرحیم صاحب اوبنہ، مولوی عبد الواحد یار حسین، مولوی عبد الحیٔ سنگ بھٹی، مولوی عبد الحکیم اسماعیلہ، مولوی موسیٰ خان صدر مدرس و خطیب کراچی، آپ نہایت ہی نیک طینت، خندہ رو، پاکیزہ نفس اور بلند اخلاق کے حامل ہیں۔

---

[1] مولٰنا مولوی فضل حق صاحب کا انتقال ۸۰ برس کی عمر میں ۲۳ - ۱۹۲۲ء میں ہوا۔

اس وقت جبکہ عمر ۸۰ برس کے لگ بھگ ہے۔ ہر وقت درس میں مصروف ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔

جناب نورالوہاب صاحب

جناب مولنا نورالوہاب صاحب نے اسلامیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے اور تعلیمی ڈگری بی ایڈ بھی لی ہے۔ محکمہ تعلیم میں نوی کلی ہائی سکول میں مدرس ہیں۔

جناب نورالبصر صاحب

جناب نورالبصر صاحب بی۔ اے، بی۔ ایڈ ہیں۔ یہ بھی نوی کلی ہائی سکول میں مدرس ہیں۔

مولنٰنا مولوی قاضی قریب اللہ صاحب

(نوِی کلی ضلع مردان)

آپ کا نام مولوی قاضی قریب اللہ صاحب اور والد کا نام مولنٰنا مولوی سعادت صاحب تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ حضرت مولنٰنا جام دار خاں صاحب ساکن لیعقوبی، مرغز کے ٹنڈ کوہی کے شارع مولوی صاحب، قاضی صاحب شمس آبادی نورورسک کے بنیر مولنٰنا صاحب سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے اپنے گاؤں نوِی کلی آکر درس میں مصروف ہو گئے۔ آپ جامع علوم و فنون عالم علوم متداولہ، صاحب درس نظامی اور خصوصاً فلسفہ، منطق، ریاضی اور علم کلام میں یکتا تھے۔ تمام عمر پڑھاتے گزار دی، صوات، چکیسر، بخارا، کابل، قندھار، گلگت، آزاد قبائل اور صوبہ سرحد کے ہزاروں طلبائ نے آپ سے تکمیل کی۔ صبح کی نماز سے لے کر عشار کی نماز تک طلبہ کو پڑھاتے۔ علاقہ کے تمام جھگڑے اور تنازعات شریعت حقہ اسلامیہ کے مطابق فیصلہ کرتے۔ کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے۔ حق کلمہ کا اظہار اپنا فرض اول سمجھتے۔ انتہائی تبع سنت تھے۔ آپ کے شاگرد استاذ الاساتذہ بنے۔ خصوصاً قاضی صاحب عبدالخالق اسماعیلیہ مردان، مولنٰنا سیف الرحمٰن صاحب شہباز گھڑا، مولنٰنا امام اہل سنت عبدالمنان صاحب دھوبیاں، قندھار قاضی صاحب، جناب قاضی فضل الٰہی صاحب مرغز، مولنٰنا محمد شاہ صاحب اور مولنٰنا محمد صابر صاحب

ساکن کوٹہ تحصیل صوابی آپ کے شاگردوں میں نامور گزرے ہیں اور بعض موجود ہیں۔ آپ بہترین طبیب تھے۔ درس و تدریس کی وجہ سے عملاً طبابت نہیں کی مگر ماہر تشخیص ہونے کی وجہ سے بہترین نسخہ تجویز کر دیتے تھے۔ عیسائیوں سے مناظرے بھی کئے۔ ایک بار ایک عیسائی پادری سے "حقیقت قرآن" کے عنوان پر مدلل مناظرہ کیا اور اس کو شکست فاش دی۔ اسی برس کی عمر میں ۱۹۲۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا قاضی محمد شاہ فاضل صاحب ہیں۔

مولانا قاضی محمد شاہ فاضل صاحب

جناب مولانا مولوی قاضی محمد شاہ فاضل صاحب علم معانی، کچھ علم منطق، صرف و نحو مکمل اپنے والد سے پڑھا، مختلف اساتذہ سے فقہ پڑھ کر دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی (بھارت) میں دار العلوم فتحپوری میں داخلہ لیا۔ ان دنوں حضرت مولانا امجد علی صاحب صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔ ۵۔ برس تک دار العلوم میں قیام کر کے سند حدیث حاصل کی، ۱۹۲۸ء میں واپس آ کر ۱۹۴۱ء تک درس نظامی پڑھاتے رہے ۱۹۴۲ء میں عملاً سیاسیات میں آ گئے اور مسلم لیگ کی تحریک میں سرگرمی سے کام کیا اور اب اسی طرح مسلم لیگ کے گرم جوش لیڈر رہیں۔

آپ کے شاگردوں میں مولانا انعام اللہ صاحب المشہور "اگرور مولانا صاحب"، مولانا عبدالرحمٰن صاحب ساکن لفہ ہزارہ اور مولانا عبدالواحد صاحب داؤدزئی صاحبان درس و تدریس ہیں۔

آپ کی عمر ۶۸ برس ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے ثمین الحق اور ضیاء الحق ہیں۔

حضرت گُل محمّد صاحب

المعروف تورڈھیری باباؒ

آپ کا اسم گرامی گُل محمد، والد کا نام مراد اور لقب تورڈھیری[1] بابا ہے۔ آپ حضرت شیخ رحمکار[2] المعروف کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ[3] تھے۔ انتہائی عابد و زاہد تھے۔ تبلیغ اسلام اور اشاعت تصوّف میں کمال انہماک تھا۔ زندگی بھر اوراد و اعمال میں مستغرق رہے، اسی لیے آپ کا شمار صوبہ سرحد کے اکابر مشائخ میں ہوتا ہے۔ بیمار آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو شفا مرحمت فرما دیتا۔ چنانچہ آج تک آپ کے مزار پر خارش، پھوڑے، چنبل والے اور دیگر کئی بیمار حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے انھیں شفا عطا فرما دیتا ہے۔ چونکہ آپ مستجاب الدعوات تھے اس لیے ہر وقت آپ کے لنگر خانہ میں مخلوق کا اژدہام رہتا ہے۔ صاحب بحر الانوار پروفیسر عبدالرؤف صاحب نوشہروی ص۲۱۷ پر تحریر کرتے ہیں: "وائی چہ احمد شاہ

---

[1] موضع تورڈھیری دریائے لنڈہ کے کنارے تحصیل صوابی ضلع مردان میں واقع ہے۔

[2] آپ کے حالات "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" جلد اول میں دیکھئے۔

[3] بحر الانوار دپشتو) ص۲۱۷ از جناب عبدالرؤف نوشہروی پروفیسر علم کیمیا پشاور یونیورسٹی۔

ابدالی زپانی پت دویم جنگ پہ موقع دو ئی لہ دعاد پارہ تورڈھیری تہ راغلے وو۔" یعنی یہ بات کہی جاتی ہے کہ دوئے بابا احمد شاہ ابدالی درانی پانی پت کی دوسری لڑائی کے موقع پر بمقام تورڈھیری آپ کی خدمت میں طلب دُعا کے لیے حاضر ہوا تھا۔"

۱۰۔ رمضان ۱۱۸۰ھ میں بمقام تورڈھیری وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

حضرت علّامہ حافظ محمّد ادریس صاحب

صدر شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

آپ کا اسم شریف محمد ادریس، والد کا نام حافظ احمد شاہ صاحب، دادا کا نام حافظ نقاب شاہ صاحب اور پر دادا کا نام حافظ سمیع اللہ صاحب المعروف باجڑے بابا صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھا۔ جناب حافظ محمّد ادریس صاحب بقول عبدالحلیم صاحب اثر "حافظ محمّد ادریس کے والد ماجد کی طرف سے اس شجرۂ نسب میں تمام آبا و اجداد کی ایک خصوصی تعریف یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک فاضل، عالم اور صاحبِ طریقت بزرگ ہونے کے علاوہ حافظ قرآن بھی ہیں اور پچھلی سات پشتوں سے حافظ قرآن چلے آ رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑی سعادت ہے"[1]

جناب حافظ محمد ادریس صاحب جس طرح والد کی طرف سے عالم و فاضل چلے آ رہے تھے اسی طرح والدہ کی جانب سے آپ کا گھرانا علماء و مجاہدین کے شرف سے مشرف تھا۔ آپ ۱۹۱۵ء میں تولّد ہوئے۔ آپ نے سات برس کی عمر میں اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا۔ حفظ قرآن کے بعد علوم مذہبی کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔

---

[1] تذکرہ حافظ محمد ادریس — روزنامہ انجام پشاور ۸ر جون ۱۹۶۵ء

مولنا مولوی محمد اسمعیلؒ صاحب سے مختلف علوم کی کتابیں پڑھیں۔ ابتداء ہی سے آپ کے چہرہ پر سے وقار و متنت اور علمی وجاہت کے آثار ہویدا تھے، آپ کے وہ بزرگ جو آپ کی تربیت فرما رہے تھے ان کی یہ رائے تھی کہ یہ بھولا بھالا لڑکا اگر زندہ رہا تو ہماری محنت کو رائیگاں نہیں جانے دے گا۔[1] اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابتدائے طالب علمی کے زمانے سے ہی ذہانت و فراست عطا فرمائی تھی کہ جس پر آپ کے دوسرے ہم سبق طلباء ہمیشہ رشک کرتے۔ جناب عبدالحلیم صاحب اثر تحریر فرماتے ہیں: "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرا یہ ہم عمر اور ہم درس محمد ادریس جبکہ ہم دونوں کی عمریں چودہ پندرہ سال سے زائد نہیں تھیں اس چھوٹی سی عمر میں بظاہر حد درجہ بھولا بھالا مگر حد درجہ ذہین، تیز فکر، مضبوط قوتِ حافظہ کا مالک تھا۔ اس قدر اچھا مقرر تھا، اتنی اچھی نکتہ چینی اور پختہ سوالات کیا کرتا تھا بحث و مناظرہ میں اس قدر مہارت رکھتا تھا کہ پختہ عمر اور علم رکھنے والے طالب علم بھی دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔ اور استاد مرحوم حضرت مولنا مولوی محمد اسرائیل علیہ الرحمۃ اس کی ذہانت پر خوشی کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکتے۔"[2]

آپ یہاں سے علم معقول و منقول سے فراغت حاصل کر کے ہندوستان تشریف لے گئے۔ آپ نے منطق دہلی میں مولنا عبدالجلیل صاحب ٹونکی مرحوم سے پڑھا (مولنا عبدالجلیل صاحب، مولنا مولوی حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی کے شاگرد تھے) پھر آپ ڈابھیل کے دارالعلوم میں شیخ الحدیث شاہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری اور شیخ التفسیر حضرت شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند حاصل کی۔ حصولِ سند کے بعد آپ پشاور واپس آئے مگر طلب علم کی تشنگی ابھی باقی تھی اور بقول جناب اثر صاحب افغانی "یہاں آکر آپ کو چند ایک تلخ

---

[1] حافظ محمد ادریس صاحب کے نانا مولنا محمد اسرائیل شہید (متولد ۹ ۱۲ھ) محمد اسحاق (متولد ۱۲۰۷ھ) مولنا محمد اسمٰعیل متولد ۱۲۰۴ھ) اور مولنا عبدالجمیل (متولد ۱۲۸۱ھ) یہ چاروں بھائی تھے اور یہ حضرات جناب ذکری میاں صاحب جو کہ حضرت اخون پنجو صاحب کی اولاد سے تھے کے شاگرد تھے نیز مولنا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین جناب عبدالغفور صاحب المشہور صوات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔

[2] تذکرہ حافظ محمد ادریس (روزنامہ انجام مورخہ ۸ جون ۱۹۶۵ء) ص۳ ایضاً

تجربات سے دوچار ہونا پڑا اور یہ معلوم کر کے آپ کو دُکھ ہُوا کہ بعض علمی مرکزوں میں آدمیوں کو علم کی بجائے پیسوں کے ترازو سے تولا جاتا ہے"۔ آپ واپس ہندوستان تشریف لے گئے۔

۱۹۳۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل (عربی) کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے تین سو روپیہ اور تمغہ حاصل کیا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے عالم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۵ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ۱۹۴۰ء میں ادیب فاضل (اُردو) کیا۔ عربی، فارسی اور اردو میں کمال فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ نے انگریزی امتحانات دینے شروع کیے۔ چنانچہ ۱۹۴۰ء میں میٹرک، ۱۹۴۲ء میں ایف۔ اے، ۱۹۴۴ء میں بی۔ اے، ۱۹۴۶ء میں ایم۔ اے فارسی اور ۱۹۴۷ء میں ایم۔ اے عربی فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے انعامی طلائی تمغہ حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے وظیفہ حاصل کر کے بہاولپور کالج میں ریسرچ سکالر بھی مقرر کئے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں ایم۔ اے۔ او کالج امرتسر میں دینیات اور عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

۱۹۴۲ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں عربی اور اردو کے پروفیسر مقرر کیے گئے۔

۱۹۴۳ء میں اسلامیہ کالج میں اُردو کی کلاسیں پڑھانے کے ساتھ ساتھ اسلامیہ کالجیٹ میں پشتو کی کلاسیں بھی لے لیں۔

۱۹۴۷ء میں آپ محکمہ اطلاعات سرحد میں ملازم ہو گئے۔ چند سال محکمہ اطلاعات سرحد کی ملازمت کر کے ۱۹۵۲ء میں محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کر لی۔ مردان کالج اور ایبٹ آباد کالج میں پروفیسر رہے۔ آپ گورنمنٹ کالج مردان میں ۶۰ء اور ۶۱ء میں پرنسپل بھی رہے۔ ۱۹۶۲ء میں شعبۂ اسلامیات کے پشاور یونیورسٹی میں صدر مقرر کئے گئے۔ یونیورسٹی نے آپ کی قابلیت کی بنا پر آپ کی خدمات مستعار لی تھیں۔ آپ عربی، اردو اور پشتو زبانوں میں نہایت ہی فاضلانہ اور فصیحانہ انداز میں انتہائی مدلّل تقریر فرماتے جس سے سامعین خوب مستفید ہوتے۔ ایک بار اکوڑہ میں جامعہ اسلامیہ کے سالانہ اجلاس میں امیر شریعت مولنا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی موجودگی میں آپ نے کمال دلنشین پیرائے میں تقریر فرمائی۔ جب آپ تقریر کر چکے تو مولنا بخاری مرحوم نے آپ کی تعریف

توصیف فرماتے ہوئے کہا کہ " الحمدُ لِلہ صوبہ سرحد میں بھی کوئی حق گو فصیح، فاضل ترین علامہ موجود ہے۔" صوبہ سرحد کے دینی مدارس میں ہمیشہ آپ کو خصوصی دعوتوں پر مدعو کیا جاتا اور آپ کے مشوروں کو قبول کیا جاتا۔ پشاور شہر میں سول کوارٹرز کی مسجد میں آپ نے ہی سب سے پہلے دورۂ حدیث جاری فرمایا ورنہ اس سے پہلے باقاعدہ دورۂ حدیث موجود نہیں تھا۔[1]

یہ ایک حقیقت ہے کہ منظم طور پر حدیث شریف کے دورہ کی ابتدا آپ نے ہی کی۔ دار العلوم اشرفیہ یا دار العلوم سرحد اس کے بعد بنے۔ یہ آپ ہی کے فیض کا نتیجہ ہیں۔ جس طرح آپ کو قدرت نے تقریر کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحریر کی قوت بھی مرحمت فرمائی تھی۔ محکمہ اطلاعات کے ماہوار مجلّہ "کاروان سرحد" کی ادارت کی۔ مشہور و معروف مذہبی رسائل میں آپ کے تحقیقی مضامین باقاعدگی سے چھپتے اور شوق سے پڑھے جاتے۔

آپ کئی کتابوں کے مولّف اور مصنّف ہیں۔ چنانچہ آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف قرآن مجید کی پشتو زبان میں تفسیر ہے جس کا نام " الکشاف القرآن" ہے۔ آپ کے فرزند ارجمند جناب ولی اللہ صاحب کے کہنے کے مطابق اس تفسیر کا بیشتر حصہ آپ نے خود مکمل کیا ہے۔ یہ پورے قرآن پاک کی تفسیر ہے۔

آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں اردو اور پشتو میں لکھیں:

جمال الدین افغانی۔ دراستہ القرآن۔ خطبات نبویؐ کا ترجمہ۔ النحو الواضح (تین حصوں میں)۔ میرا لڑکپن (یہ طٰہٰ حسین مصری نے لکھی اور آپ نے ترجمہ کیا)۔ معجزاتِ رسول۔ خلو یتبت احادیث (پشتو میں چالیس احادیث کا ترجمہ کیا ہے) کپری۔ نادیدہ۔ تعلیمی قصے۔ اسلامی قصے۔ ذرے فیصلے۔ خوبزے لطیفے۔

۱۹۶۵ء میں پشاور یونیورسٹی کی طرف سے آپ جامعہ ازہر (قاہرہ) میں تین ماہ کے لیے ریسرچ سکالر

---

[1] حضرت علامہ محدث جلیل مولینا مولوی استاذی گل فقیر احمد صاحب مرحوم مغرب کے بعد حدیث شریف کا درس دیتے۔

بن کر تشریف لے گئے۔ ۲۰-مئی ۱۹۶۵ء کو آپ پاکستان کے ایک بوئنگ طیارہ کے ذریعہ کراچی سے روانہ ہوئے جب یہ جہاز قاہرہ کے ہوائی اڈہ کے قریب پہنچا تو اچانک اس میں ایک دھماکہ ہوا اور جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اسی جہاز میں آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اس حادثۂ عظیم میں بعمر ۵۰ برس ۲۱ مئی ۱۹۶۵ء رات کے دو بجکر دس منٹ پر یہ آفتابِ علم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ آپ کے چار فرزند (ولی اللہ، اسد اللہ، ضیاء اللہ، ذکاء اللہ) اور تین لڑکیاں ہیں۔ آپ کی وفات پر تمام سرحد میں غم کا اظہار کیا گیا اور اخبارات نے اپنے شذرات میں آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اردو اور پشتو شاعروں نے اپنے کلام میں نظم اور تاریخ کی صورت میں آپ کے روح کے حضور میں اپنی محبت پیش کی۔

حضرت علامہ مولٰنا محمد اسرائیل صاحب شہیدؒ

(طورو ۔ مردان)

آپ کا اسم گرامی محمد اسرائیل، والد کا اسم شریف مولٰنا حفیظ اللہ صاحب تھا۔ لقب حضرت علامہ طوطی شکر زبان اور ذکاء العلماء ہے۔ آپ بقول جناب عبدالحلیم صاحب اثر افغانی مولف روحانی رابطہ گیلانی سید[1] ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت پر جناب مولٰنا مولوی نور محمد[2] صاحب المعروف اخوند یونس صاحب غازی رحمۃ اللہ علیہ سے مل جاتا ہے۔

آپ نے علوم مروجہ کی ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم نیز مولٰنا حمید اللہ، مولٰنا فیض اللہ، مولٰنا محمد غلام، مولٰنا بہاؤالدین سے (جو کہ آپ کے چچے تھے) پڑھیں اور تکمیل مختلف اکابر علماء سے کی۔ حافظ مدد صاحب نمبری مقیم طورو ومیاں صاحب غلہ ڈھیر، میاں جی عبدالرشید صاحب طورو، علامۂ دہر میر عالم خان طورو، قاضی نور سید صاحب طورو، مولٰنا عصمت اللہ صاحب میار (مردان) مولٰنا صاحب موضع دھوبیان (مردان) مولٰنا سید اکبر شاہ گیلانی کوہاٹی، علامہ قاضی محمد غلام صاحب کڑوی اکبر پورہ[3] وغیرہ وغیرہ۔

آپ طریقہ قادریہ میں جناب مجاہد اسلام حضرت اخون عبدالغفور صاحب یعنی صوات باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے

---

[1] ص۱۰۰ [2] دیکھو حالات ص۲۸ پر [3] روحانی رابطہ از قاضی عبدالحلیم صاحب اثر مختصراً ص۱۰۱۳

بیعت ہوئے اور اعاظم خلفاء جناب خواجہ نجم الدین صاحب المعروف ہڈہ ملا صاحب، حضرت شیخ ولی اللہ صاحب ماموزائی (تیراہ) اور حضرت شیخ محمد عمر شاہ صاحب کربوغہ (کوہاٹ) سے تکمیل سلوک کر کے خلافت حاصل کی۔

آپ کی زندگی کا بیشتر حصّہ پختونوں کے آزاد علاقہ میں گزرا۔ بدعات، رسم و رواج کے خلاف ہر وقت مصروفِ جہاد رہے۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ تشہیر و ترویج عیسائیت کے خلاف ہر وقت برسرِ پیکار رہے۔ حضرت مجاہد کبیر صوات بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں فرنگیوں کے ساتھ لڑتے رہے۔ آپ کے بعد پھر حضرت خواجہ نجم الدین صاحب المعروف ہڈہ مولانا صاحب کی معیت میں بھی مختلف محاذوں پر انگریزوں سے لڑے اور خوب داد شجاعت دی۔ عمرا خان کی معیت میں دیر و باجوڑ کے معرکوں میں شامل ہوئے۔ بعض مقامات پر تو اکیلے اپنے ساتھیوں کو لے کر میدانِ جہاد میں گئے اور کافروں کا کمال بے جگری سے مقابلہ کیا۔

آپ نے ۱۲۹۳ھ میں ہجرت کر کے افغانستان کے علاقہ خوگیان میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ چونکہ آپ فرنگیوں کے دشمن تھے اور عیسائیت کی مخالفت کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی، اس لیے انگریزوں نے بھی آپ کی مخالفت اور دشمنی میں کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو استعمال نہ کیا ہو۔ انگریز جب آپ کو شکست نہ دے سکے تو انہوں نے ایک ذلیل چال چلی۔ چند خود غرض لالچیوں کو آپ کے قتل پر آمادہ کیا۔ ایک رات آپ حسب معمول تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے کہ ایک شقی القلب غدار قوم نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ آپ کی "تاریخ شہادت ۳۰۔ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ تھی۔ آپ کا مزار حکیم آباد موضع خوگیاں، افغانستان میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، میدانِ جہاد میں درس دیتے۔ جو مشہور و معروف "تلامذہ اس وقت بقید حیات ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مولانا مولوی کفیل صاحب رئیس جمعیۃ العلماء افغانستان۔

۲۔ مولانا مولوی قاضی عبدالرب صاحب زیارت کا کا صاحبؒ نوشہرہ۔

۳۔ مولٰنا مولوی عبدالجلیل صاحب ۔ صدرمدرس دارالعلوم اسلامیہ چارسدّہ ۔

۴۔ مولٰنا مولوی محمد اسرائیل صاحب صدرالعلماء ترنگزئی چارسدّہ ۔

۵۔ مولٰنا مولوی قاضی صاحب کڑوی قاضئ پشاور ضلع ۔

آپ سادات کرام کے ایک نہایت ہی اعلیٰ وارفع خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ بہت عظیم مبلغ اور کبیر مجاہد تھے ۔ علاقہ یوسف زئی کے لوگ آپ کے بلند کردار اور اخلاق حمیدہ کو مشعلِ راہ سمجھتے ہیں اور اپنی اولاد کا نام آپ کے نام پر رکھتے ہیں ۔

آپ کے دو فرزند زندہ ہیں ؛ بڑا بیٹا الحاج محمد امین خاں خوگیانی رئیس تمیز افغانستان کے معزز عہدہ پر مامور ہے اور دوسرا بیٹا محمد انس جاں اپنی جائداد کی دیکھ بھال کرتا ہے ۔

مولٰنا مولوی الحاج سیّد محمد امین الحق صاحب

(ساکن طورو مردان)

آپ کا اسم گرامی سید امین الحق صاحب اور والد کا نام مولٰنا محمد اسحاق صاحب مرحوم ہے، حضرت سید مولٰنا نور محمد صاحب غازی المعروف اخون یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت قطب الاقطاب محبوب سبحانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے آپ کا سلسلۂ نسب جا ملتا ہے۔ آپ ۱۹۰۷ء میں بمقام قصبہ طورو ضلع مردان پیدا ہوئے۔

اپنے چچا جناب حضرت مولٰنا عبدالجلیل صاحب مرحوم سے گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی اور متوسط درجہ کی کتابیں مولٰنا مولوی الحاج محمد اسماعیل صاحب مرحوم اور مولٰنا مولوی عبدالجلیل صاحب مرحوم سے پڑھیں۔ ۱۳۳۶ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) مزید حصول علم کے لیے گئے وہاں پر حضرت مولٰنا سید محمد انور شاہ صاحب محدث سے دورہ حدیث پڑھا اور زیادہ وقت انہی کی صحبت میں گزارا۔ ۱۳۴۲ھ میں فراغت حاصل کر کے دارالعلوم کی طرف سے تبلیغی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ چار سال تک سعد آباد ضلع متھرا میں بطور مدرس قیام رہا۔ ۱۹۴۰ء میں قلعہ شیخوپورہ میں بطور خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو آپ اپنے گاؤں واپس تشریف لائے۔ ۱۹۵۱ء میں دوبارہ قلعہ شیخوپورہ کے ڈسٹرکٹ خطیب

ور کیے گئے۔ تبلیغ کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں:

۱۔ مجالسہ نافعہ : تنقیص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے والوں کے جواب میں۔

۲۔ بائبل اور قرآن : مشہور عیسائی مبلغ ایس ایم پال کے رسالہ "ہمارا قرآن" کا جواب۔

۳۔ بصائر السنۃ (حصہ اول ودوم): مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کے لٹریچر کا جواب۔

۴۔ السہم الحدید فی نحر العنید: فرقہ غیر مقلدین کی کتاب نتائج التقلید کا جواب۔

۵۔ صحابہ معیارِ حق ہیں: مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے لٹریچر کا جواب۔

۶۔ تنبیہ الاغبیاء فی حیاۃ الانبیاء: غیر مقلدین کے عقیدہ کا رد۔

۷۔ تذکرۃ الرسول

۸۔ زمینداری کا شرعی نظام

۹۔ اسلام اور قربانی

آپ کے تین صاحبزادے ہیں: سراج الحق، انعام الحق اور سمیع الحق۔ اوّل الذکر ہر دو کاروبار کرتے ہیں تیسرے صاحبزادہ مصروفِ تعلیم ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ محمد شعیب صاحبؒ

(تورڈھیری)

آپ کا نام نامی و اسم گرامی محمد شعیب، والد کا نام رفیع القدر المعروف حافظ گل صاحب اور دادا کا نام حضرت اخون[1] غازی بابا صاحب تھا۔

احمد شاہ ابدالی[2] (لوٹے بابا) جب سکھوں سے لڑنے کے لیے ۱۷۴۸ء میں قندھار سے براستہ پشاور آیا تو آپ کے دادا اور والد بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ سکھوں کے ساتھ سرہند شریف تک لڑتے ہوئے گئے۔ واپسی پر آپ کے دادا اور والد تورڈھیری میں مستقل سکونت پذیر ہو گئے۔

جناب حافظ گل صاحب کی شادی اخون صاحب صوابی کی لڑکی سے ہوئی جس کے بطن سے آپ پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش اور تربیت بہت ہی اچھے طریقہ پر کی گئی۔ آپ کے والد کی بھی یہ خواہش تھی۔ یہ لڑکا دین اسلام کا مبلغ اور مردِ مجاہد بنے چنانچہ اسی نیک جذبہ کے تحت آپ کو بزرگان کرام کی خدمت میں طلب دعا کیلئے بھی لے جاتے۔ صاحب بحرالانوار[3] لکھتے ہیں کہ آپ کے والد آپ کو کبھی کبھی حضرت میاں محمد عمر صاحب المعروف

---

[1] اخونؒ اخوند کا مرخم ہے یعنی آخری حرف گرا دیا گیا ہے۔ اخوند تورانی لفظ ہے اور تبحر عالم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ کے معنی بھی دیتا ہے۔

[2] حضرت شیخ محمد شعیب" (پشتو) از نصر اللہ خاں نصرؔ۔ ادبی ٹولہ سرحد سلسلہ اشاعت ص ۲۳۔

[3] مصنفہ پروفیسر عبدالرؤف صاحب نوشہروی پشاور یونیورسٹی شعبہ کیمیا ص ۲۱۵۔

چکنی میاں صاحب کی خدمت میں دُعا کے لیے پیش کرتے۔ میاں صاحب جب اُن کو دیکھتے تو فرماتے " دے هلک نه یه خدائی پاک لوی مرتبے ورکوی "۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اس ہونہار بچے کو بلند مدارج اور مقامات عُلیا سے نوازے گا۔"

چناں چہ ایسا ہی ہُوا۔ آپ کو کمالات روحانی نصیب ہوئے یہاں تک کہ مقامِ شہادت نصیب ہوا۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

بزرگانِ کرام کی دُعا اور فیضان و تربیت پدری سے آپ کی طبیعت میں علم کی لگن تیز ہوگئی اور حصولِ علم کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہُوئے۔ مختلف اساتذہ سے علوم متداولہ پڑھنے کے بعد آپ اسی علاقہ میں بمقام عمرزئی جناب حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے درس میں جناب شیخ محمد شعیب صاحب کی طبیعت مطمئن ہوگئی اور تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ آپ کافی عرصہ بحیثیت ایک طالب علم کے رہے اور علوم مروجہ کی تکمیل کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کے دستِ حق پر بیعت ہوگئے۔ اپنے شیخ کے حضور میں رہ کر سلسلہ مبارکہ کے اسباق کو پُورا کیا۔ چلّے کاٹے۔ مجاہدات اور ریاضات کیں۔ مرید ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں نہیں گزارا۔ شریعت مطہرہ کے انتہائی پابند تھے۔ بال برابر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت سے انحراف نہیں کیا۔ آپ کا چہرۂ اقدس اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلّیات سے ہر وقت جگمگاتا رہتا۔ بقول جناب نصراللہ صاحب نصر " مخ ئے لکه وستوری زلیدہ شروع کرہ، چا به چه اولیدو بیا به ئی نظرہ نه کیده چه دبل چا مخ ته اوکوری "۔ یعنی (عبادت اور یادِ الٰہی کی بدولت) آپ کا رخِ انور چاند کی طرح چمکنا شروع ہُوا اور جو بھی آپ کا چہرہ ایک بار دیکھ پاتا تو پھر کسی دوسرے بزرگ کا رُخ نہ کرتا۔ جب آپ نے سلوک و معرفت اور

لہ حافظ صاحب، سلسلہ قادریہ میں جناب محمد صدیق صاحب پشوزئی (بُنیر) کے مرید و خلیفہ تھے۔ جناب محمد صدیق صاحب حضرت غوث وقت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جلد اول میں دیکھئے۔ جناب حضرت شیخ حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمقام عمرزئی ۲۶۔ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ میں فوت ہُوئے۔

علم کی تکمیل کر لی تو آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو خلیفہ اور ماذون بنا کر آپ کے آبائی گاؤں تورڈھیر میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت دے دی۔

تورڈھیر پہنچ کر اپنے مشائخ کے سلسلہ کے طریقہ کے مطابق درس تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے دیہات کے دورے شروع کر دیئے۔ مریدین کا حلقہ قائم کیا۔ لنگر جاری کر دیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت اور تبلیغ اخلاق حسنہ کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے، آپ کی ذات مبارک علاقہ یوسف زئی میں رشد و ہدایت کا محور اور مرکز بن گئی۔

سیاسی اعتبار سے آپ کا دور انتہائی غیر اطمینان بخش تھا۔ گھر گھر بادشاہت قائم تھی۔ افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ عوام مصائب اور آلام میں پھنسے ہوئے تھے۔ تیمور شاہ فوت ہو چکا تھا۔ شاہ محمود، شاہ زمان اور شجاع الملک آپس میں بر سرِ پیکار تھے۔ شاہ شجاع مسلسل شکستیں کھا رہا تھا جس کی وجہ سے پشاور تباہی و بربادی کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ اس ابتری کا ذکر تاریخ یوسف زئی پٹھان میں جناب اللہ بخش صاحب یوسفی صـ۳۴۵ پر اس طرح کرتے ہیں "پشاور کے علاقہ میں قیامِ امن کی کوئی صورت نہ تھی، کوئی نظام قائم نہ رہ سکتا تھا۔" صـ۳۴۶ پر لکھتے ہیں "افغانستان میں بادشاہ گردی کا دور دورہ تھا۔ حصولِ اقتدار کے لیے کشمکش ہو رہی تھی، بھائی کے خون کا بھائی پیاسا نظر آ رہا تھا۔"

سردار فتح محمد خان بارک زئی کو کابل میں سازشوں کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا تھا۔ سردار محمد عظیم خان صاحب کشمیر میں تھے جب ان کو پتہ چلا کہ اس کا بھائی کابل میں قتل کر دیا گیا ہے تو وہ کابل چلے آئے۔ ادھر پنجاب پر سکھوں کا تسلط تھا۔ انہوں نے اس طوائف الملوکی، بے اتفاقی اور اندرونی خلفشار کو دیکھ کر وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو ہر قسم کے اسلحہ سے مسلح کر کے نہایت تنظیم کے ساتھ صوبہ سرحد کا رخ کرنے کا ارادہ کیا اور لڑائی کی تیاری کی۔

جناب حضرت محمد شعیب صاحب اس اندرون ملک کی "بربادی اور بیرونِ ملک سے سکھوں کی یورش کا

گہری نظر سے مطالعہ کر رہے تھے۔ آپ نے عملی طور پر قدم اٹھایا اور علاقہ یوسف زئی کے لوگوں کو آپ نے یکجا کیا۔ آپ ہی کی ذات گرامی تھی جس کی بدولت اس علاقہ میں ایک بار پھر اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہو گئی۔ سکھوں کے حملہ کے خلاف کابل کی طرف سے سردار محمد عظیم خان لشکر لے کر پشاور کی طرف آیا۔ ادھر یوسف زئی آپ کی قیادت میں علم جہاد لے کر نکلے، سکھ اپنے مشہور و معروف جرنیل پھولا سنگھ کی قیادت میں دریائے اٹک کو عبور کر کے نوشہرہ کے قریب پیر سباق کے مقام پر پہنچے۔ ۱۴۔ مارچ ۱۸۲۳ء مطابق ۱۲۳۸ھ کو مسلمانوں اور سکھوں میں میدانِ کارزار گرم ہُوا۔ اس لڑائی میں آپ نے خُوب دادِ شجاعت دی۔ گھمسان کا رَن پڑا۔ مسلمان اور سکھ دونوں بے جگری سے لڑے۔ سکھوں کا جرنیل پھُولا سنگھ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ رنجیت سنگھ خود جھنڈا لے کر میدان میں اپنے لشکر کی قیادت کے لیے آ گیا۔ بقول تاریخ یوسف زئی پٹھان" اس حالت میں بھی افغان یا پٹھان اس شدّت سے مصروفِ جنگ ہُوئے کہ ایک ہندو مصنف کو لکھنا پڑا کہ "افغانوں نے کمال بہادری سے جنگ لڑتے ہُوئے سکھوں کے چھکّے چھڑا دیے۔ حتّٰی کہ اُن کے پاؤں اکھڑنے لگے"۔ رنجیت سنگھ نے جب یہ عالم دیکھا تو بقول نصر اللہ خاں صاحب نصر یار محمد خان صاحب سے ساز باز کر کے یُوسف زئی کے لشکر پر شدّت کے ساتھ حملہ کیا۔ یوسف زئی کا لشکر بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ لڑا۔ صاحبِ تاریخ یوسفؔ زئی پٹھان لکھتے ہیں: اس جنگ میں یوسف زئیوں کی بہادری کا مورّخین نے خاص طور پر ذکر کیا اور بتایا کہ شام کے قریب آخری حملہ دو ہزار یوسف زئی مجاہدین نے اس جرأت و دلیری سے کیا کہ جس کی مثال مشکل سے ملے گی اور جس میں وُہ ایک ایک کر کے سب ہی مارے گئے"۔ نصر صاحب لکھتے ہیں: "یوسف زو لښکر چہ د سردار عظیم خان او یار محمد خان بے ننګی تہ او کتل نو ډیر زیات خفا شو"۔ یعنی جب یوسف زئی کے مجاہدوں نے سردار عظیم خان اور یار محمد خان کی اس بے حمیتی کو دیکھا تو بہت ہی خفا ہوئے "جنګ ئے پہ خاۓ پرینبو، خپل مړی او زخمیان خپل کلو تہ یوړہ" یعنی لڑائی کو خیر باد کہہ کر اپنے مُردے اور زخمی لے کر اپنے اپنے گاؤں کو چلے گئے۔ سکھوں نے

لہ صفحہ ۳۴۷ و صفحہ ۳۴۸

پشاور پر قبضہ کر لیا۔ پشاور کو لوٹ کر خوب تاراج کیا۔ جناب حضرت محمد شعیب صاحب بھی اس لڑائی میں بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے۔ آپ بمعہ اپنے مریدین اور معتقدین کے جب واپس اپنے گاؤں پہنچے تو زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (۱۲۳۸ھ میں شہید ہوئے)

آپ کو تورڈھیر ہی میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں سے بھی زیادہ تھی۔ سینکڑوں آپ کے خلفا تھے جنہوں نے آپ کے نقش قدم پر چل کر تبلیغ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد اور سلسلہ کی نشر و اشاعت کی اور سلسلہ قادریہ کو کمال عروج تک پہنچایا۔ ان میں[1] جناب حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حافظ عبدالغفور صاحب اعنی صوات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو آپ کی زندگی کا مکمل نمونہ تھے۔

---

[1] آپ کے حالات "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" جلد اول میں دیکھئے۔

مولٰنا مولوی محمد شعیب صاحب

(خطیب ضلع مردان)

آپ کا اسم گرامی محمد شعیب، والدِ گرامی کا نام مولٰنا مولوی میر حسین، دادا کا نام مولٰنا مولوی محمد اعظم الدین صاحب تھا۔

مولٰنا میر حسین صاحب جناب میر حسین صاحب نے علمائے ہندوستان اور خصوصًا علمائے بنگال سے علومِ درسیہ کی تکمیل کی تھی۔ چونکہ آپ کا خاندان علم و فضل کے لحاظ سے مشہور تھا، اس لیے تحصیل علم کے بعد جب واپس اپنے وطن پہنچے تو درس و تدریس کا سلسلہ قائم کر دیا۔ ابتدا ہی سے آپ کو فقہ حنفی میں کافی شغف تھا۔ اس لیے آپ نے فقاہت میں کمال حاصل کر لیا اور فقہ حنفی کا درس دینا شروع کر دیا۔ کافی سے زیادہ طلبا، آپ کے درس فقہ کی کُل کتابیں پڑھتے بلکہ جب علماء تعلیم کی تکمیل کر لیتے تو پھر آپ کی خدمت میں رہ کر فقہ حنفی کے مشکل مقامات کو پڑھتے اور سمجھتے۔ پینتالیس برس تک درس دیا۔ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ زہد و ریاضت، مجاہدات اور سلوک کی طرف بھی پوری پوری توجہ دی، حضرت امام المجاہدین حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ قادریہ و نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔

ستر برس کی عمر میں بمقام مردان ۶۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء بروز دوشنبہ انتقال کیا۔ آپ کے دور میں علماء

بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی نیک جذبہ کے تحت معاصرین بھی آپ کو ادب و احترام سے دیکھتے۔ چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو حضرت صاحبزادہ مولنا مولوی مصلح الدین صاحب کے والد حضرت مولنا مولوی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھی اور آپ کی علمی خدمات کو بیحد سراہا۔

مولنا محمد شعیب صاحب

مولنا محمد شعیب ۱۹۰۱ء میں مولوی میر حسین صاحب کے گھر تولد ہوئے ہوش سنبھالتے ہی تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ صوات میں گٹ پیچار کے مقام پر ایک بڑے صاحب درس عالم کی خدمت میں پہنچ کر علومِ متداولہ کی تکمیل کی۔ پھر غورغشتی میں شیخ الحدیث مولنا نصیر الدین صاحب سے حدیث شریف کی سند حاصل کی، ۱۹۶۲ء میں کوئٹہ اکیڈیمی کے مولنا شمس الحق صاحب سے بھی اخذ علم کیا۔ اپنے والد کی مسند پر درس تدریس کرتے ہیں۔ فقہ حنفی پر کمال دسترس ہے۔ ضروریاتِ زندگی کے تمام مسائل فقہ حنفی کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "مسائل اختلافیہ جو آجکل پیدا ہوئے ہیں بجائے بحث و مناظرہ اور جدل کے باہم بیٹھ کر اعتدال اور میانہ روی سے حل کیے جائیں۔ ان میں تطبیق اور توفیق پیدا کی جائے تاکہ اختلافات کم ہوں اور امت مسلمہ انتشار و افتراق سے بچے۔"

آپ نے لونڈ خوڑ میں قیام کے دوران علوم متداولہ کا درس دیا۔ طلباء کے قیام و طعام کا انتظام خود کرتے تھے۔ اس وقت یعنی ۱۹۶۶ء میں آپ حکومت کی جانب سے مردان کے ضلع میں خطیب ہیں اور یہ عہدہ آپ کو ۱۹۵۰ء سے ملا ہے۔ استفسار اور شریعت اسلامیہ کے مطابق بکثرت مقدمات آپ کے پاس آتے ہیں جنہیں آپ فقہ حنفی کی روشنی میں حل فرماتے ہیں۔

۱۹۲۹ء میں مولنا نے موصوف عملی طور پر ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے سیاسیات سرحد میں شامل ہوئے۔ ۱۹۲۹ء سے لے کر ۱۹۳۶ء تک کانگرس میں شامل رہے۔ ۱۹۳۶ء میں جمعیۃ العلماء ہند (سابق) سرحد کے ناظمِ اعلیٰ بھی رہے۔

۱۹۳۷ء میں آپ نے لونڈ خوڑ کے مقام پر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی، ۱۹۴۶ء میں مولانا نے موصوف کو نوشہرہ میں صدر پرادنشل مسلم لیگ منتخب کیا گیا۔ ۱۹۳۸ء سے لے کر قیامِ پاکستان تک آپ نے نہائی سرگرمی اور گرم جوشی کے ساتھ قیامِ پاکستان کے لیے کام کیا۔ قبائلی علاقوں میں جو عنصر پاکستان کی مخالفت میں کام کر رہا تھا اس کے خلاف آپ نے ۱۹۵۰ء میں جنوبی وزیرستان اور باجوڑ کے دشوار گزار علاقوں میں متعدد دورے کیے اور ایک رسالہ بنام " اعصابی جنگ اور اسلام " لکھا جس کو ہزارہا کی تعداد میں تقسیم کیا گیا جس کا نتیجہ بہت اچھا ثابت ہوا۔ ۷ فروری ۱۹۵۵ء میں آپ نے اصلاحِ معاشرہ اور ادب اردو کی ترقی و ترویج کے لئے ایک ہفت روزہ جریدہ بنام ' قیادت ' نکالا جو اب تک شائع ہو رہا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں " اصلاحی جرگہ علماء مردان " کے نام سے قائم کیا گیا۔ آپ کو اس کا صدر چُنا گیا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں جب ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ چھڑی تو آپ نے " جہاد کونسل " ضلع مردان کی تشکیل کی۔ آپ کی صدارت میں اس کونسل نے بہت کام کیا اور گاؤں گاؤں پھر کر آپ نے لوگوں کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۵ برس کے قریب ہے۔

مولٰنا مولوی مدرار اللہ صاحب

جناب مولٰنا مولوی مدرار اللہ صاحب، جناب مولٰنا مولوی میر حسین صاحب کے دوسرے فرزند ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے والد سے علم پڑھا اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل پاس کیا۔ اپنے بھائی جناب مولٰنا محمد شعیب صاحب کی معیّت میں ۱۹۲۶ء سے اب تک ملک و ملّت کی خدمت کر رہے ہیں۔ سیاست سرحد اور مذہبی زندگی میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، حتّٰی کہ کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہ کی۔ قادیانی تحریک کے خلاف آپ عزمِ صمیم کے ساتھ برسرِپیکار رہے اور اس سلسلہ میں جیل کی صعوبتیں اور مشقتیں بھی اٹھائیں۔ شہید گنج کی تحریک میں بھی آپ پیش پیش تھے۔ آپ ہفت روزہ قیادت میں بصیرت افروز مقالے لکھ کر مسلمانانِ سرحد کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس وقت ۶۰ برس کا سِن ہوگا۔

حضرت مولانا مولوی محمّد رسول صاحب مرحوم

بالاگھڑی ــــ شہباز گھڑا ــــ تحصیل و ضلع مردان

آپ کا اسم محمد رسول اور " فقیہہ مولانا صاحب " کے نام سے مشہور تھے ۔ فقہ حنفی میں خصوصی مقام حاصل تھا ۔ دور دراز ممالک کے طلباء فقہ شریف پڑھنے کے لیے آپ کے پاس آتے اور فقہ کی تکمیل کرتے ۔ آپ کے خاندان کے تمام افراد صاحب علم و فضل تھے ۔ آپ کے چچا شاہ رسول صاحب پشاور کے مشہور محدث گزرے ہیں ۔ ۱۰۵ برس کی عمر میں ۲۸ ۔ اکتوبر ۵۹ء میں وفات پائی ۔ آپ کے صاحبزادہ کا نام عبدالقدوس تھا ۔

مولانا عبدالقدوس صاحب

آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد پشاور شہر کے مشہور دار العلوم رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں داخلہ لیا ۔ تین برس تک مولانا مولوی محمد ایوب شاہ صاحب جعفری ، مولانا مولوی عبدالواحد صاحب اور خدرخیل مولانا صاحب سے درس نظامی کی تکمیل کی ۔ موضع طورو ضلع مردان میں مولانا مولوی سمندر خان صاحب سے علم منطق پڑھا ۔ پھر مزید تعلیم کے لیے ڈابھیل (سورت بھارت) تشریف لے گئے ۔ وہاں حدیث کا دورہ کیا ۔ واپس آکر اپنے گاؤں کی مسجد میں چھ سال تک تدریس کی ۔ مدرسہ نشر العلوم میں حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے ۔ ہزارہ ، آزاد قبائل اور افغانستان کے طلباء آپ سے مستفید ہوئے ۔ سیاسی طور پر پاکستان بننے سے پہلے

العلماء ہند سے منسلک تھے۔ اسی سلسلہ میں قید بھی گزاری۔ اب جمعیۃ العلماء اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔
رت کرتے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں،

رفیع احمد ، اعجاز احمد ۔ ۵۰ اور ۶۰ برس کے درمیان عمر ہوگی۔

حضرت مولٰنا مولوی محمد غفران صاحب

شہباز گھڑا[1] ـــــــ تحصیل وضلع مردان ،

آپ کا اسم گرامی محمد غفران صاحب اور والد کا نام مولٰنا مولوی محمد معظم صاحب تھا۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد اپنے علاقہ کے مشہور و معروف بزرگ و عالم جناب مولٰنا مولوی عبد الحنان صاحب المعروف یار حسین بابا جی صاحب اور مولٰنا صاحب طوروزسک علاقہ بنیر المعروف جناب حضرت مولوی صاحب بھائی سے علوم معقول ومنقول کی کتابیں پڑھیں۔ آپ اپنے علاقہ میں تقریباً اکثر علماء کے استاذ ہیں اور منطق میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ "منطقی استاد" کے نام سے مشہور تھے۔

آپ کے درس میں ایک سو کے قریب طلباء ہر وقت موجود رہتے۔ مشہور عالم مولٰنا مولوی عبد الرحیم صاحب ڈھکی، مولٰنا مولوی منصور احمدی صاحب ایلئ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ کابل، قندھار، غزنی، ہرات، آزاد قبائل اور صوبہ سرحد کے طلباء کا تو آپ کے گرد جمگھٹ رہتا۔

عربی میں قاضی، سُلّم، امورِ عامہ، جلبی ادق کتب پر اپنے شاگردوں کو حواشی قلمبند کرائے۔ ایسا غوجی پر پشتو میں تقریر املا کروائی۔ نظم میں "ایک سو تیس" مسائل کے عنوان پر چند اشعار پشتو میں لکھے جو کہ چھپ گئے ہیں۔

---

[1] شہباز گھڑا تحصیل وضلع مردان میں صوابی روڈ پر ۹ میل کے فاصلہ پر لب سڑک واقع ہے۔

تمام علاقہ مردان میں آپ کے علم کا سکّہ مانا جاتا ہے اور آپ کے علم و فضل کا ہر ایک معترف ہے۔
آپ نہایت ہی با اخلاق، صاحبِ اوصاف حمیدہ تھے۔ مہمان نواز، ملنسار، منکسر المزاج اور انتہائی متواضع تھے۔

آپ کی عمر ۷۲ برس تھی۔ ۱۱؍ شوال ۱۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ "قمر بخت" سے تاریخِ وفات نکلتی ہے
آپ کے ۲ دو صاحبزادے ہیں۔ جناب مولٰنا مولوی سیف الرحمٰن صاحب اور مولٰنا مولوی لطف الرحمٰن صاحب۔

مولٰنا مولوی سیف الرحمٰن صاحب

مولٰنا مولوی سیف الرحمٰن صاحب جناب مولٰنا مولوی محمد غفران صاحب مرحوم کے بڑے لڑکے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد دیگر فنون صوبہ سرحد کے مختلف اکابر علماء سے پڑھے۔ حضرت شیخ العلماء جناب مولٰنا عبدالحنان صاحب (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ المشائخ مولٰنا عبدالوہاب صاحب مانکی شریف) ساکن موضع یار حسین تحصیل صوابی ضلع مردان، جناب استاذ الاساتذہ مولٰنا مولوی قریب اللہ صاحب ساکن نوی کلی، تحصیل صوابی، ضلع مردان، جناب حضرت مولٰنا مولوی محمد انعام صاحب المعروف لالہ جی صاحب درے اور استاذ العلماء مولٰنا مولوی عبدالرحیم صاحب ڈھکی مردان اور مولٰنا مولوی پٹو بھائی صاحب سے تمام علوم درسی اور دیگر فنون اسلامیہ اور علوم عقلی کی تکمیل کی۔ پھر آپ دیوبند (بھارت) تشریف لے گئے اور ۲ دو برس تک وہاں پڑھتے رہے۔
آپ نے دورۂ حدیث جامع فتحپوری دہلی (بھارت) میں حضرت شیخ الحدیث مولٰنا مولوی احمد علی صاحب کے پاس جاکر کیا۔ مدرسہ عالیہ رامپور میں ایک برس رہ کر فنون میں کمال دستگاہ حاصل کی۔ تعلیم اسلامی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مولٰناءِ موصوف دارالعلوم سلطانیہ کٹک (صدر مقام اڑیسہ) میں چودہ سال مسلسل تدریس کرتے رہے۔ علوم متداولہ کا مکمل درس دیا۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ خُوب پھیلا۔ پھر مدرسہ اشرف المدارس نکان پور (بھارت) میں ایک سال تدریس کی۔ پھر آپ واپس اپنے گاؤں تشریف لائے۔ یہاں پہ بھی سلسلۂ تدریس بدستور جاری رہا۔ چنانچہ مدرسہ فیض الاسلام موضع رستم، تحصیل و ضلع مردان میں ۲ دو سال

مدرسہ خیر المدارس مردان میں دو سال، مدرسہ فیض الاسلام موضع نیستہ تحصیل چارسدہ ضلع مردان میں ایک سال دار العلوم نعمانیہ اتمان زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں ایک سال، لائلپور (پنجاب) میں اہل حدیث کے دار العلوم تعلیم القرآن والحدیث میں ایک سال اور مدرسہ اشرف العلوم لائلپور میں ایک سال، حدیث، فقہ، اصول، فلسفہ، منطق اور مکمل درسِ نظامی پڑھاتے رہے۔

علوم طب کی تکمیل "طبیہ کالج علی گڑھ" میں کی۔

سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شیخ طریقت سید امیر صاحب (جو حضرت نور المشائخ کابلی نور اللہ مرقدہٗ کے مرید خاص اور خلیفہ مجاز تھے) کابل میں بیعت کی اور اسباق طریقت اخذ کیے۔

۷۵ یا ۸۰ برس کے قریب عمر ہو گی۔ بقید حیات ہیں۔ انتہائی متواضع، حلیم، بُردبار، منکسر المزاج اور نہایت ہی اخلاق حسنہ کے مالک ہیں۔ اب اپنے گھر پر ہی گاؤں میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ان گنت ہے بلکہ بعض تو درس نظامی کے مدرس ہیں۔

آپ کے صاحبزادگان فیوض الرحمان، عتیق الرحمان، سعید الرحمان، حمید الرحمان، کفایت الرحمان اور سمیع الرحمان ہیں۔

حضرت مولٰنا مولوی محمد غفران صاحب مرحوم کے دوسرے صاحبزادے لطف الرحمان صاحب ہیں۔

مولٰنا مولوی لطف الرحمان صاحب

مولٰنا صاحب نے ابتدائی تعلیم کے بعد موضع گندف، تحصیل صوابی، ضلع مردان کے مولوی صاحب سے نحو کی تکمیل کی۔ موضع حیدر علاقہ چھچھ حضرو کے مولوی عبد الحکیم صاحب کے پاس فقہ، منطق، صرف اور دیگر علوم پڑھے۔ مولٰنا عبد الرحمان صاحب تحصیل صوابی اور مولٰنا ابرار گل صاحب کیا کھیل دار العلوم امداد الاسلام میرٹھ (بھارت) میں مدرس تھے۔ ان کے پاس جا کر ایک سال تک علوم متداولہ پڑھتے رہے۔ وہاں سے دار العلوم دیوبند آئے اور تین برس تک تکمیل کر کے سند لے کر فارغ التحصیل ہوئے۔ دار العلوم دیوبند میں

دیگر علمائے کے علاوہ صدرا ، شمس بازغہ ، ریاضی مولنا مولوی شمس الحق صاحب افغانی اور مولنا مولوی نافع گل صاحب سے پڑھیں ۔ دارالعلوم کے امتحان میں دوسرے نمبر پر آئے ۔ وہاں سے واپس آکر اپنے گاؤں میں نشر العلوم قایم کیا ۔ تین برس تک بحیثیت مہتمم و مالک کے رہے ۔ دارالعلوم میں صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے ۔ سات برس تک انفرادی طور پر درس دیا ۔

۱۹۴۲ء میں آپ جمعیۃ العلماء ہند کی پشاور شاخ کے نائب صدر تھے ۔ اسی سلسلہ میں ۴۲ء میں قید فرنگ میں بھی وقت گزارا ۔ پاکستان بننے کے بعد سے جمعیۃ العلماء اسلام کے سرگرم رکن ہیں ۔ ضلع مردان کی جمعیت کی شاخ کے امیر ضلع بھی ہیں ۔ ۶۹ء میں اپنے حلقہ کے چیئرمین رہے ہیں ۔ اس وقت سیاسی سرگرمیوں کے علاوہ تمباکو کی تجارت کرتے ہیں ۔ ۵۸ یا ۶۰ برس کی عمر ہو گی ۔ مطیع الرحمان ، تاج الاسلام ، سراج الرحمٰن اور حفظ الرحمٰن چار صاحبزادے ہیں ۔

حضرت مولٰنا مولوی مصلح الدّین صاحب

المعروف

صاحبِ حق صاحب ــــ مردان

آپ کا اسم گرامی مصلح الدین، والد کا نام مولٰنا مولوی محمود صاحب، دادا کا نام حافظ مولٰنا ذاکر اللہ صاحب پردادا کا نام حضرت حافظ مولٰنا شاکر اللہ صاحب تھا۔

حافظ مولٰنا مولوی شاکر اللہ صاحب

مولٰنا شاکر اللہ صاحب آج سے دو سو سال قبل علاقہ بلاق نامہ (افغانستان) سے تحصیل علوم اسلامیہ کے بعد، تحصیل صوابی ضلع مردان، موضع لاہور تشریف لائے اور مستقل قیام کر لیا۔ فقہ، اصول اور تفسیر کے متبحر عالم تھے، تمام عمر درس دیا۔ حسامی، مولوی اور جلالین پڑھاتے۔ طبیعت میں کمال استغناء تھا۔ کسی قسم کا ہدیہ یا تحفہ خوانین سے قبول نہ کرتے۔ مانکی کے نامور اصولی عالم آپ ہی کے شاگرد تھے۔

حضرت شیخ المشائخ محمد شعیب صاحب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ طریقہ عالیہ قادریہ کے اوراد و اشغال کے انتہائی پابند تھے۔ ۱۲۱۷ھ میں انتقال کیا۔

حافظ مولٰنا ذاکر اللہ صاحب

مولٰنا مولوی حافظ ذاکر اللہ صاحب نے تمام علوم درسیہ اپنے والد مرحوم

سے پڑھے۔ اپنے والد کی طرح درس تدریس میں مشغول رہے۔ ہر وقت تلاوت قرآن مجید کرتے رہتے، زمینداری کر کے گزراوقات کرتے، موضع لاہور سے موضع ڈاگی بارحسین جاکر بس گئے تھے۔

پہلے آپ نے حضرت شیخ الاسلام عبدالغفور صاحب یعنی صوات باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور طریقت کے اسباب صوات صاحب کے خلیفہ سوٹا ملا صاحب سے پڑھ کر تکمیل کی۔ انتہائی متقی، صائم الدہر، قائم اللیل اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے والے تھے۔ کسی سے صدقہ وغیرہ نہ لیتے تھے۔ زمینداری کر کے رزق حلال کھاتے اور فرماتے "مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں مسلمان مروں اگرچہ کسی قسم کا کسب کروں۔" امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" آپ کی زندگی کا نمایاں وصف تھا۔ ۱۲۹۰ھ میں انتقال کیا۔

حضرت مولنا مولوی محمود صاحب

مولنا مولوی محمود صاحب نے اپنے والد صاحب سے قرآن مجید یاد کیا اور علوم درسیہ کی تکمیل بھی انہی سے کی۔ اپنے دادا صاحب سے بھی ملاقات کی تھی، والد صاحب کے انتقال کے بعد آپ حضرت مولنا مولوی شاہ منصور سندی سے (جو کہ علم معقول کے علامہ تھے اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے) علوم معقولہ کو پڑھا، مولنا مولوی عبدالعلی صاحب المعروف صاحبِ حق صاحب یعقوبی سے معانی اور عقاید کی کتابیں پڑھیں۔ حدیث شریف اور تفسیر پڑھنے کے لیے کابل تشریف لے گئے اور قندھار و ہرات میں تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس دینا شروع کردیا۔ آپ کے درس سے بڑے بڑے اکابر علماء پیدا ہوئے۔ اسی برس تک علوم متداولہ کا درس دیا۔ آپ "استاذ العلماء" کے معزز لقب سے پکارے گئے، سنتِ نبوی کا مظہر تھے۔ اپنے باپ دادا کی طرح زمینداری کر کے رزقِ حلال کماتے۔ خود بھی وہی کھاتے اور طلباء کو بھی اسی زمینداری کے غلہ سے روٹی اور کپڑا دیتے، کبھی بھی خوانین علاقہ کے آگے دستِ سوال نہیں پھیلایا۔ یہی وجہ تھی کہ مردان اور مضافاتِ مردان کے لوگ آپ کے اخلاق کریمہ کے گرویدہ تھے اور آپ کا انتہائی ادب واحترام کرتے تھے۔ درس میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ فوتیدگی کے وقت بھی آخر ہدایہ طلباء کو پڑھا رہے تھے۔

آپ کے شاگرد

۱۔ عالم وفاضل، مدرس عظیم، عالم علوم ریاضی، معقول اور عقائد، حضرت مولٰنا مولوی عبدالعلی صاحب۔

۲۔ قاضیٔ وقت، عالم بے بدل حضرت مولٰنا مولوی محمّد اسماعیل صاحب مانکی۔

۳۔ فقیہہ عظیم، محدّثِ جلیل حضرت مولٰنا مولوی قاضی صاحب جلبیؒ۔

۴۔ استاذ العلماء، عالم بے نظیر، مفتیٔ اعظم سرحد، حضرت مولٰنا شائستہ گل صاحب المعروف متہ ملّا صاحب۔

۵۔ عالم قرآن وحدیث واعظ خوش بیان، حکیم بے نظیر، حکیم اندرگی کاٹلنگ۔

۶۔ حضرت مولٰنا مولوی عبدالسمیع صاحب کامہ۔

۷۔ حضرت مولٰنا مولوی محمّد شریف صاحب کاموی۔

۸۔ مدرس بے بدل جناب ہرٹ مولٰنا صاحب چارسدّہ۔

۹۔ عالم علوم عقلیہ ونقلیہ جناب بازاگی مولٰنا صاحب نیر۔

۱۰۔ مناظر اسلام، قامع الوہابیہ عالم علوم متداولہ مولٰنا الحاج زین اللہ صاحب تلاندی حال مردان۔

۱۱۔ شیخ طریقت حکیم محمّد نور صاحب ہوتی مردان المعروف حکیم صاحب، خطیب مسجد باجوڑی مردان۔

۱۲۔ حکیم مسیح الوقت، علّہ ڈھیر ملّا صاحب ساکن موضع لاہور مردان۔

۱۳۔ رئیس الاذکیا، عالم اجل حکیم فضل خالق صاحب شاہ منصور۔

۱۴۔ واعظ بے نظیر، مفسّر قرآن، محدث جلیل مولٰنا مولوی شاکراللہ صاحب نوشہروی۔

۱۵۔ حضرت مولٰنا صاحب کوہاٹ المشہور مولٰنا شبقدر صاحب، جوکہ استاذ کل پہ مشہور تھے۔

۱۶۔ علم منطق میں علّامہ حضرت مولٰنا مولوی خیرالامان صاحب منطقی گونگر۔

بیعت آپ صوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں اپنے والد کے پیر سے منسلک تھے۔ پیر صاحب

سے التجا کی مجھے سلسلہ کی اجازت دی جائے۔ آپ نے حضرت عبدالوہاب صاحب مانکی شریف کی طرف متوجہ کیا مگر آپ نے اپنے والد صاحب کی نسبت کو پسند کیا اور مانکی صاحب کے ہاں کی نسبت کو پسند نہ کیا مگر جب آپ جلبی کے مقام پر (جو کہ تور ڈھیری کے قریب ہے) قیام فرما ہوئے اور جلبی کی مسجد میں ایک عظیم درسگاہ بنا لی جس میں تمام علوم درس نظامی پڑھاتے تو آپ کے استاد علامہ سندی شاہ منصور تشریف لائے۔ استاذ محترم نے شاگرد کو حکم دیا کہ آپ مانکی صاحب کی خدمت میں ضرور جائیں۔ چنانچہ آپ مانکی شریف رات کو پہنچے تو خادم آیا اور آپ کو حضرت مانکی صاحب کے پاس لے گیا۔ حضرت مانکی صاحب نے آپ کو فرمایا کہ " اپنے شیخ کی وصیّت ضروریات سے ہے۔" اب آپ کو مانکی آنے جانے میں شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ مسلسل دو برس کے بعد حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب المعروف مانکی باباجی صاحب نے آپ کو تکمیل اسباق کے بعد سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ میں صاحبِ مجاز کیا۔

مردان کے ملک اسماعیل صاحب نے معہ معززین مردان کے حضرت پیر صاحب مانکی شریف کو مجبور کیا کہ جناب مولنٰا صاحب کو جلبی سے مردان آنے پر آمادہ کریں چنانچہ آپ کو پیر صاحب نے مردان آنے پر مجبور کیا اور جلبی سے مردان چلے آئے۔ ایک سَو دو برس کی عمر میں ۱۳۶۶ھ میں انتقال کیا۔ ہزارہا افراد نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور اب تک اہلِ مردان آپ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آپ سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

مولنٰا مولوی مصلح الدین صاحب المعروف صاحب حق صاحب مردان

آپ تمام علوم اپنے والدگرامی سے پڑھ کر ہندوستان تشریف لے گئے۔ میرٹھ میں دارالعلوم امدادالاسلام، ریاست ٹونک میں مدرسہ نواب صاحب اور رام پور میں مدرسہ نواب رام پور میں تکمیل کی اور سندات حاصل کیں، لاہور میں ایک برس تک اچھرہ میں پڑھا، فراغت کے بعد اپنے والد مرحوم کی مسند علم پر درس دینا شروع کر دیا۔ درس

تدریس کو آپ نے مردان میں سب سے پہلے ایک منظّم طریقہ پر دارالعلوم کی صورت دی۔ چنانچہ ایک دارالعلوم بنام ارشادالعلوم بنایا۔ اس میں علاوہ آپ کے چار دیگر علماء بھی تھے جنہیں مشہور و معروف عالم جناب حبیب اللہ صاحب زڑوبی بھی مدرس تھے۔ اس وقت سابق سرحد میں کوئی باقاعدہ دارالعلوم نہیں تھا سوائے اس دارالعلوم کے، سات برس تک باقاعدہ یہ دارالعلوم کام کرتا رہا۔ مولنا صاحب کے بعض ذاتی عقاید کی وجہ سے یہ دارالعلوم بند ہُوا مثلاً آپ کا عقیدہ ہے کہ مدرسہ پر زکوٰۃ نہیں لگتی، مدرسہ کے لیے مانگنا صحیح نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ کمیٔ وسائل کی وجہ سے دارالعلوم بند ہوگیا۔

تحریکِ پاکستان اور آپ کا اشتراک

آپ ابتداہی سے کانگرس کے مخالف تھے جبکہ مسلم لیگ نے مطالبہ پاکستان عوام کے سامنے رکھا تو مخالفتِ کانگرس میں آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہوئے تحریک پاکستان میں انتھک جدوجہد کی اور ہر امکانی کوشش کر کے مسلسل دس برس تک اس تحریک کو صوبہ سرحد میں پھیلایا۔ چونکہ آپ کا تعلق مانکی شریف کے مشائخ کے ساتھ تھا اس لیے جب حافظ محمد امین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف نے بھی مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا تو پھر مولنائے موصوف نے تمام امور کو چھوڑ کر صوبہ سرحد کے قریہ قریہ، دیہہ دیہہ، شہر شہر میں پھر کر مسلم لیگ کو کامیاب و کامران کروایا۔

آپ نے پیر صاحب مانکی شریف کی قیادت میں تمام صوبہ سرحد کے علماء کا مردان میں ایک اجتماع کروایا۔ اس اجتماع میں جمعیۃ العلماء اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ صوبہ سرحد کے ممتاز عالم دین سیّد حبیب شاہ صاحب پھانہ ماڑی کی تحریک پر مولنائے موصوف کو اس جمعیۃ کا جنرل سیکرٹری (ناظم اعلیٰ) مقرر کیا گیا۔

آزاد قبائل میں کانگرس کے اثرات بہت غالب تھے۔ خان عبدالغفار خاں المعروف باچا خان کی لیڈرشپ چھائی ہُوئی تھی۔ مسلم لیگ نے ایک وفد تیار کیا جو کہ آزاد قبائل جا کر مسلم لیگ کے مطالبات سے ان لوگوں کو روشناس کرائے۔ اس وفد کے اخراجات کے لیے پیر صاحب نے تین علماء کے لیے تین تین سو

روپیہ کا عطیہ دیا۔ اس وفد میں جناب مولانا مولوی عبداللہ شاہ صاحب المعروف مازارہ میاں صاحب اور آپ بھی رہ گئے۔ تیسرے صاحب بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے۔ آپ کی مخلصانہ کوششوں سے اور پیر صاحب مانکی شریف کے اس خط کی بدولت جو آپ نے حاجی صاحب ترنگزئی کی وساطت سے آزاد قبائل کو لکھا تھا خاطر خواہ نتیجہ پاکستان کے حق میں نکلا۔

مسلم لیگ نے جب سول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو اس کی ابتدا مردان سے کی گئی۔ اس جلسہ کی صدارت مولانا نے موصوف ہی نے کی۔ پھر مردان میں تحریک چلانے کا کام آپ کو ہی سونپا گیا۔ باحسن وجوہ آپ نے اس تحریک کو چلایا۔ آخر ریفرنڈم پر یہ تحریک ختم ہوئی۔ تمام کارکن جیلوں سے باہر آ گئے اور آپ ریفرنڈم لڑنے کے لئے پھر تمام صوبہ سرحد میں پھرے۔ سُرخ پوش تحریک نے ریفرنڈم کا بائیکاٹ کر دیا۔ ریفرنڈم کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہُوا۔ جب پاکستان بن گیا تو خان عبدالقیوم خان صاحب صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ مقرر کیے گئے۔

آپ نے پیر صاحب کی معیت میں وُہ وعدے جو مسلم لیگ کے لیڈروں نے آپ سے کیے تھے ان کو پُورا کروانے کی جد وجہد شروع کر دی مگر آپ فرماتے ہیں کہ" ان حضرات نے جتنے وعدے کیے تھے ان سے پھر گئے اور ایک مطالبے کو بھی پُورا کرنے پر تیار نہ ہُوئے بلکہ صاحبانِ اقتدار شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے مطالبہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے"۔ چنانچہ ان مشکلات پر قابو پانے کے لیے مسلم لیگی وزارت نے آپ کو گرفتار کر کے دس ماہ قید کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد پھر آپ نے کوشش کی کہ صوبہ سرحد میں کسی ممکن طریقہ پر جو ملّت اسلامیہ میں افتراق ہے اس کو ختم کیا جائے اور مطالبہ کیا کہ" سُرخ پوش تحریک کے کارکنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے"۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ" قائد اعظم نے اس تجویز کو مناسب طریقہ پر پسند فرمایا مگر صوبہ سرحد کے مسلم لیگی کارکنوں نے اپنے مستقبل کے خوف کی وجہ سے یہ تمام کوششیں بے کار کر دیں"۔ بلکہ آپ کو دوبارہ آٹھ ماہ تک جیل میں رکھا۔ دونوں بار عدالت نے ان دونوں مقدمات میں علی الترتیب ۱۰ ماہ اور ۸ ماہ کے بعد رہا کر دیا۔

اب تک آپ تبلیغ اسلام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوشاں ہیں۔ صاحب اخلاق حمیدہ و

اوصاف خریفہ ہیں۔ صاحب وقار اور صاحب عزت ہیں۔ عوام آپ کو انتہائی ادب و احترام سے دیکھتے ہیں۔ آپ کے فتووں پر عمل ہوتا ہے۔ روزے رکھے جاتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۰/۵۵ سال کے لگ بھگ ہوگی۔

حضرت مولٰنا مولوی نعمت اللہ صاحب

المعروف ناظم مولٰنا صاحب ساکن شہباز گھڑ تحصیل ضلع مردان

آپ کا اسم نعمت اللہ صاحب ہے اور لقب "ناظم مولٰنا" صاحب ہے۔ آپ کا خاندان عالمانہ تھا۔ گھڑی کپورہ ضلع مردان سے یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ فقہ، تفسیر، حدیث اور دیگر علوم وفنون کے فارغ التحصیل تھے مگر نظم میں خصوصیت رکھتے تھے۔ تمام گرد و نواح کے علما اور فضلا آپ کے پاس آکر نظم کی کتابیں پڑھتے۔ اسی لیے آپ "ناظم مولٰنا" کے نام سے ہی مشہور تھے۔ آپ نے بہت ہی سادہ اور فقیرانہ زندگی گزاری۔ آپ ایک درویش صفت انسان تھے۔ جو کچھ آپ کے پاس ہوتا خیرات کر دیتے، انتہائی پابند سنّت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ آپ کی خوش خلقی اور خندہ روئی کی بدولت ہر ایک آپ کو 'لالہ جی' کہہ کر پکارتا۔ ۔ ، برس کی عمر میں ۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔

آپ کے دو صاحبزادے ہیں : مولوی عبدالواجد صاحب اور مولوی عبدالرب صاحب۔

مولوی عبدالواجد صاحب

آپ تمام علوم متداولہ کی کتابیں اپنے گاؤں شہباز گھڑ میں حضرت امام اہلسنّت وجماعت علامہ مولٰنا مولوی عبدالمنان صاحب "صاحب حق" سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ اپنے والد کے جانشین ہیں۔ مسجد ملی خیل شہباز گھڑ میں

خطیب ہیں۔ نہایت ہی سادہ اور اخلاقِ حسنہ کے مالک ہیں۔ مدرسہ "نشر العلوم" شہباز گھڑا میں مدرس رہ چکے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً پچاس برس ہوگی۔

مولوی عبدالرب صاحب

مولوی عبدالرب صاحب نے تمام علوم و فنون کی تکمیل حضرت علامہ مولٰنا مولوی عبدالمنّان صاحب سے کی۔ پھر غور غشتی علاقہ چھچھ میں مولٰنا مولوی نصیر الدین صاحب سے دورۂ حدیث کر کے سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد گھر آگئے اور تدریس شروع کر دی۔ مختلف مدارس عربیہ میں مدرس رہ کر اب محکمہ تعلیم میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی ہے اور عربی کے استاد ہیں۔ عام فنون کا درس دیتے ہیں۔ خصوصاً ادب، معانی، صرف اور نحو میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ والد کی طرح سادہ زندگی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ۴۵ برس عمر ہوگی۔

حضرت مولٰنا مولوی نور محمدؒ صاحب غازیؒ

(مردان)

آپ کا اسم شریف سید نور محمد صاحب، والد کا اسم شریف سید محمد درویش تھا۔ آپ اخون یونس کے نام سے بھی مشہور رہیں اور مردان کے علاقہ میں آپ "خاؤ[1] باباجی" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

آپ کا سلسلۂ نسب بوساطت قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نو واسطوں سے حضور سرکار بغداد سید السادات شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

صوبہ سرحد کے عظیم ولی، حضرت سید عبدالوہاب صاحب المعروف "حضرت اخون پنجو صاحب" رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے شادی کی۔ آپ نے موضع سلطان پور (پنجاب) میں دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ پشاور واپس تشریف لائے اور حضرت اخون پنجو صاحب کی صحبت میں رہ کر سلوک و معرفت کو حاصل کر کے خلافت حاصل کی، آپ شجاعت، سخاوت، عزلت اور قناعت میں یگانۂ روزگار تھے۔ اپنے پیر باصفا کی طرح فتنۂ تاریکیت کو مٹانے میں ہمہ تن مصروف جہاد رہے۔ جب اس اہم دینی خدمت سے عہدہ برآ ہوئے تو ارشاد مرشد کی تعمیل میں اشاعت اسلام کے لیے کوہ ہندوکش کے دامن میں تشریف لے گئے۔ آپ نے نعمان،

---

[1] خاؤ ضلع مردان میں ایک گاؤں ہے۔ اسی میں آپ کا مزار ہے۔

کنڑ تک کفار سیاہ پوش کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ جو سیاہ کافر برسرِ پیکار ہوئے ان سے جہاد کیا۔ شکست دے کر ان کی جائدادوں کو صافی اور شینواری اقوام میں تقسیم کیا۔ وہاں سے جب کامیاب و کامران واپس آئے تو مرشد ارشد نے اباسین کے پہاڑوں کی طرف بھیجا۔ آپ کے ساتھ اس معرکہ میں حضرت اخون پنجو صاحب کے دو خلیفہ، سلطان محمد رئیس قبیلہ سالارزو منصور اور مولنا چالاک بھی تھے۔ اس تمام علاقہ میں اسلام کی فتح ہوئی اور ان حضرات کی قدر و منزلت اور ادب و احترام میں اضافہ ہوگیا جس کی وجہ سے مغلیہ بادشاہ شاہجہان اور اس کے عاملین ان سے حسد کرنے لگے اور بقول سلوک الفقراء حضرت مولنا چالاک رحمۃ اللہ علیہ کو حکمران مغلیہ نے کسی شخص کے ذریعہ زہر دے کر شہید کروادیا گیا۔ دیگر خلفاء نے ان کے خلاف باقاعدہ جنگ لڑی۔ آپ نے اشاعت علم و عرفان، خدمت شریعت، تہذیب اخلاق اور تزکیۂ باطن کی بدولت اہالیان یوسفزئی کو اس حد کمال تک پہنچایا کہ کئی افراد درجۂ ولایت کو پہنچے، کئی صالح بنے اور کئی پابند صوم و صلوٰۃ ہوگئے۔ آپ کی انہی بزرگانہ صفات کی وجہ سے آج تک آپ کی اولاد کو علاقہ یوسفزئی میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ حضرت اخون پنجو رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے (جو کہ آپ کی پہلی بیوی تھیں) جو اولاد ہوئی وہ قصبہ طورو، ضلع مردان اور اس موضع کے قرب و جوار کے علاقہ میں آباد ہے اور دوسری شادی آپ کے پیر بھائی مولنا چالاک رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی پیر سباک کی لڑکی سے ہوئی تھی اس کی اولاد کابل گرام (دنیر) میں آباد ہے۔

آپ کی وفات ۱۰۵۹ھ میں ہوئی اور بمقام خاؤ ضلع مردان دفن ہوئے۔ آپ کے مزار پُر انوار کے پاس رہنے والے بیان کرتے ہیں کہ بالعموم تمام راتوں میں اور بالخصوص جمعہ کی رات کو بعد از نماز عشاء آپ کے مزار کی طرف سے ذکر و تسبیح اور قرآن خوانی کی آوازیں آتی ہیں۔

ضلع ہزارہ

حضرت شیخ المشائخ حافظ سید احمد شاہ صاحب قادری

(سرکوٹ ہزارہ)

آپ کا اسم گرامی سید احمد شاہ صاحب تھا، آپ موضع سریوٹ، تحصیل ہری پور، ضلع ہزارہ کے سادات خاندان کے چشم وچراغ تھے۔

قرآن مجید معہ قرأت اپنے وطن مالوف میں حفظ کرنے کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس میں تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ شیخ الہند مولنٰنا مولوی محمود الحسن صاحب کے پہلے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ آپ پر ان کی انتہائی نظرِ عنایت تھی، آپ نے ان سے تکمیلِ علوم کے بعد افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن، زنجبار، ممباسہ میں اشاعتِ اسلام اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لیے عرصۂ دراز تک تبلیغ کی۔ افریقہ سے واپسی کے بعد حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ذکر اذکار کے بعد اور مجاہدات و ریاضات کے بعد علوم باطنی سے سرفراز ہوئے۔ اب آپ کے وجود میں علم ظاہر اور علم باطن کے اجتماع سے فیوض و کمالات کے چشمے پھوٹ رہے تھے اور مخلوقِ خدا فیض و برکات حاصل کر رہی تھی۔ بیعت کرنے کے بعد آپ اشاعت دین اسلام کے لئے رنگون تشریف لے گئے۔ مرکزی مسجد، مسجد ناخدا میں آپ امام وخطیب

ؔ آپ کے حالات تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول صث ۱۸۳

بنائے گئے۔ تبلیغ قرآن وحدیث اور اشاعت سلسلہ قادریہ شروع کر دی۔ تمام علاقہ میں آپ کی شہرت ہوگئی۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ اپنے پیرومرشد خواجہ چھوہروی کو بلائیں۔ جب حضرت صاحب کو لوگوں کے اشتیاق پر آپ نے لکھا تو حضرت چھوہروی صاحب نے اپنا ایک رومال آپ کو رنگون بھیج دیا اور فرمایا کہ سحری کے وقت جو شخص باوضو اس رومال پر ہاتھ رکھے گا وہ میرا مرید ہو جائے گا۔ تین برس کے بعد آپ نے خلافت نامہ مرحمت فرمایا۔

اپنی زندگی میں آپ نے تین نہایت ہی اہم کام سرانجام دیے جن سے دین اسلام، اشاعت علوم متداولہ اور خدمت شیخ بکمال وجوہ ہو رہی ہے اور انشاء اللہ ہوتی رہے گی، ہری پور میں اپنے مرشد کے قائم کردہ مدرسہ کو دارالعلوم کی صورت میں دو منزلہ عظیم الشان عمارت میں تبدیل کروایا، مکانات تعمیر کرائے جس میں اساتذہ سکونت پذیر ہوتے تھے۔ طلباء کی رہائش کے لیے ہاسٹل تعمیر کرایا، مدرسین اور ملازمین کے لیے رنگون سے ہر مہینہ تنخواہ بھیجنے کا بندوبست کروایا۔ چونکہ چودھری فضل القادر سابق سپیکر مرکزی اسمبلی آپ کے معتقد تھے انھوں نے دارالعلوم رحمانیہ کا حسنِ انتظام دیکھا، اس کی عظیم الشان عمارت کو دیکھ کر متاثر ہوئے تو محکمہ تعلیم سے پچاس ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم دارالعلوم کو مرحمت فرمائی۔ سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صاحب نے دارالعلوم کو ملاحظہ فرمایا اور دو لاکھ روپے کے گرانقدر عطیات سے نوازا۔

اسی طرح اقامت دین اور اشاعت اسلام کے لیے مشرقی پاکستان میں چاٹگام کے مقام پر "جامعہ احمدیہ سُنیہ" کے نام سے ایک سہ منزلہ دارالعلوم کی بنیاد رکھی، اس دارالعلوم کے تمام انتظامات اپنے مریدین کے سپرد کیے، جن کی سرکردگی میں یہ مدرسہ ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ مشرقی پاکستان میں آپ کے خلفاء کی وساطت سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خوب اشاعت ہو رہی ہے، جن کا مقصد وحید شریعت کی پابندی، خدمت دین، باہمی اتحاد و اتفاق ہے۔ آپ کے مریدین ڈھاکہ نے ایک انجمن بنام "اہل سنت والجماعت" قائم کی ہے۔ اس انجمن کی زیر سرکردگی ڈھاکہ میں بھی ایک عظیم الشان دارالعلوم بنایا جا رہا ہے۔

آپ کے پیرو مرشد حضرت چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ نے تین جلدوں میں درود شریف مسمّی بہ "مجموعہ صلوٰۃ الرسول" لکھا۔ آپ نے یعنی حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر رقم خرچ کرکے اسے چھپوایا۔ پھر دوسری بار آپ نے مہربانی فرمائی اور اس فقیر سے یہ خدمت لی اور اس درود شریف کی اشاعت پر تقریباً ۸ یا ۹ ہزار روپیہ خرچ کرکے اسے چھپوایا۔

آپ نے تمام عمر ذکرِ الٰہی، عبادتِ الٰہی، تبلیغِ اسلام، اقامتِ دین، خدمتِ خلق اور اشاعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں گزاری، تقریباً سو برس کی عمر پائی مگر وفات تک ایک لحظہ بھی غفلت میں نہیں گزرا، آپ ہمت، استقلال، صبر اور شکر کے پیکر تھے۔ آپ سے سینکڑوں کرامات کا صدور رہا، مگر آپ استقامت فی الدین کو کرامت پر ترجیح دیتے تھے۔

آپ کے دو فرزند ہیں: بڑے فرزند حافظ محمد طیّب صاحب شریعت وطریقت دونوں میں کافی اُونچا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی اپنی زندگی والد صاحب کی طرح خدمت دین اسلام کی اور اشاعت سلسلہ قادریہ کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔ خدمتِ خلق کا جذبہ کُوٹ کُوٹ کر آپ میں بھرا ہُوا ہے۔

جناب حضرت قاری حافظ الحاج سیّد احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۱۔ ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ بمطابق ۲۷ر اپریل ۱۹۶۱ء کو ہُوا۔

حضرت سیّد امان علی شاہ صاحب ترمذی قادری

(گنجیاں شریف)

آپ کا اسم گرامی امان علی شاہ ، والد کا نام سید عبادت علی شاہ صاحب تھا۔ حضرت غوث زمان سید علی ترمذی المعروف پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔

سید عبادت علی شاہ صاحب کے پردادا صاحب بنیر سے موضع گنڈ تر ضلع ہزارہ تشریف لائے۔ سید امان علی شاہ صاحب حصولِ علم کے لیے اپنے گاؤں سے نکلے ۔ موضع گنجاباں میں حضرت مولوی عبدالرحمان صاحبؒ خطیب مسجد ایبٹ آباد کے والد سے تحصیل علم کرتے رہے اور اسی موضع میں قیام پذیر ہو گئے۔

ان دنوں خواجہ عبدالرحمان صاحب چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزارہ میں کافی شہرہ تھا۔ آپ نے ان سے بیعت کی اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ اپنے لیے حویلیاں کے قریب ایک الگ جگہ موضع تنگی میں مقرر کر کے چلہ کشی اور ریاضت شاقہ شروع کر دی۔ جب آپ ریاضت سے فارغ ہوئے تو مرشد ارشد کے حکم سے تبلیغِ دین اور اشاعت سلسلہ میں منہمک ہو گئے۔ موضع تنگی میں اللہ کی مخلوق آپ کے فیض سے فیضیاب ہونے کے لیے جوق در جوق حاضر ہونے لگی۔ اس گاؤں کے باسیوں کو بھی آپ سے بڑی محبت اور اخلاص تھا۔ انھوں نے آپ کو ایک مکان

بنا دیا اور شادی بھی آپ نے وہیں کر لی مگر اس بیوی سے اولاد نہ ہوئی تو آپ نے دوسری شادی کی۔ اس سے ایک لڑکی اور تین[1] لڑکے ہیں۔ آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار نمازِ ظہر قضا ہو گئی چونکہ آپ اس وقت نابینا تھے اس لیے جب آپ کو معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت گزر گیا ہے تو آپ بہت روئے اور تین دن تک کھانا نہ کھایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں مغفرت طلب کرتے رہے۔

آپ صاحبِ کشف اور کثیر الکرامات تھے مگر کبھی آپ نے اظہارِ کرامت نہیں کیا۔ ہاں اگر غیر ارادی طور پر آپ سے خرقِ عادت کا اظہار ہو گیا تو آپ انتہائی طور پر اپنے آپ کو ملامت کرتے۔ چنانچہ ایک بار (جب کہ آپ بیمار تھے) آپ کا ایک مُرید حاجی غلام محمد ساکن بالڈھیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ "حاجی صاحب تم واپس چلے جاؤ۔" وہ آپ کے پاس رہنے پر مصر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ "حاجی صاحب! میں اس بیماری سے نہیں مرتا ہوں۔ تم واپس گھر چلے جاؤ۔" آپ صحت یاب ہو گئے۔ اس اظہارِ کشف پر آپ بہت نادم ہوئے اور فرمایا کہ "امام مسجد کو بُلا لاؤ۔" جب امام صاحب تشریف لے آئے تو فرمایا "مولانا صاحب! مجھ سے شریعت کی حد ٹوٹ گئی ہے لہٰذا مجھ پر شرعی حد مقرر کرو۔" مولوی صاحب نے عرض کیا: "آپ خود بزرگ ہیں۔ اس مسئلہ میں اپنے لیے آپ خود ہی فیصلہ کریں۔" بالآخر فیصلہ ہوا کہ "آپ تین دن تک روزے رکھیں" یہ شرعی حد تھی۔

آپ کی وفات ایک سو بیس برس کی عمر میں ۱۶ صفر ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۲ فروری ۱۹۴۳ء بروز بدھ بوقت ظہر گنجیاں[2] کے مقام پر ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

---

[1] ایک کا نام سید مسکین شاہ، دوسرے کا نام سید محمد شاہ اور تیسرے کا نام سید قدرت شاہ ہے۔

[2] موضع گنجیاں کوٹ نجیب اللہ ضلع ہزارہ میں واقع ہے۔

مولانا مولوی سکندر علی صاحب محدث

(شاہ محمد ہزارہ)

آپ کا نام سکندر علی، والد کا نام مولینا مدد صاحب کوکلی تھا۔ آپ اعوان کھٹر تھے۔ پیدایش موضع کوکل علاقہ تانول ضلع ہزارہ ہے اور سکونت موضع شاہ محمد ہری پور ہزارہ میں اختیار کی۔

ہزارہ میں اپنے والد سے جو کہ مشہور عالم وفاضل تھے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لے گئے۔ رام پور میں مولنا مولوی عبدالحق صاحب اور مولنا مولوی افضال الحق صاحب سے، سہارن پور میں مولنا مولوی فضل حق صاحب سہارن پوری سے اور دیوبند میں مولنا مولوی محمود الحسن صاحب سے تکمیل علوم مروجہ کر کے صاحب درس وافتاء ہوئے۔ سند حدیث شیخ الہند مولنا مولوی محمود الحسن صاحب سے لی۔ مولنا مولوی رشید احمد گنگوہی سے بیعت کی۔

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد مدرسہ دیوبند میں ایک سال تک مختلف کتابوں کا درس دیتے رہے، اس کے بعد مدرسہ رحمانیہ اہل حدیث واقع ہندو راؤ باڑا نزد صدر دہلی میں مدرس مقرر ہوئے۔ آٹھ برس تک علم معقول کی کتابوں کا درس دیا۔ اس مدرسہ میں آپ نے ایک برس تک صحاح ستہ کا درس بھی دیا جو کہ بہت ہی کامیاب رہا۔ نیز جامعہ معینیہ اجمیر شریف میں حضرت مولنا مولوی معین الدین صاحب کے زمانہ میں

بحیثیت شیخ الحدیث کے قیام کیا۔ بھیرہ میں مدرسہ مولوی ظہور احمد صاحب بگوی کے ایک برس تک صدر المدرسین رہے اس وقت مولوی ظہور احمد صاحب بگوی زندہ تھے۔ ایک برس تک مولوی صاحب کھڈ شریف کے مدرسہ میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے۔ آخر میں دار العلوم رحمانیہ ہری پور میں صدر المدرس بنے۔ غرضیکہ تمام عمر درس تدریس میں بسر کی۔

جس طرح آپ میدانِ درس میں آگے آگے تھے اسی طرح مناظرہ و مباحثہ میں بھی ضرورت کے وقت پیش پیش ہوتے۔ چنانچہ مولنا مولوی محمد صاحب غیر مقلد، مولوی عبد الجبار صاحب ساکن بگڑا تحصیل ہری پور کے ساتھ معرکۃ الآراء مناظرے کیے اور فتح حاصل کی اور مولوی مہدی زمان خان کھلابٹ کے ہاں ایک ہندوستانی غیر مقلد مولوی کے ساتھ بھی ہنگامہ آرا مناظرہ کیا تھا۔ ہری پور کے مشہور اہل حدیث عالم مولوی فضل الرحمان کی "تفسیر فضل الرحمان" کا جواب بھی لکھا۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے مگر مشہور شاگردوں کے یہ نام ہیں:

۱۔ مولنا مولوی پیر حضرت شیخ نقشبندیہ صدر الدین صاحب نقشبندی ساکن درویش۔ ہری پور

۲۔ مولنا مولوی خلیل الرحمان صاحب صدر المدرس مدرسہ احمد المدارس سکندر پور ہری پور

۳۔ مولنا مولوی سعید الرحمان صاحب مدرس مدرسہ جامعہ رحمانیہ ہری پور

۴۔ مولنا مولوی محمد اسماعیل صاحب ساکن کوکل برادر مولنا مولوی سکندر علی صاحب

۵۔ مولنا مولوی انور شاہ صاحب ویشالوی مدرس مدرسہ جامعہ لائل پور

۶۔ مولنا مولوی محمد اسرائیل صاحب مہتمم مدرسہ گڑھی حبیب اللہ ہزارہ۔

۷۔ کابل ملا صاحب حال مکہ معظمہ

۸۔ مولنا مولوی عبد اللہ صاحب ساکن مہار ہری پور

۹۔ مولنا مولوی عبد اللہ صاحب ساکن مکھن ہزارہ

۱۰۔ مولنا مولوی عبد اللہ صاحب المشہور پھوہار ملا صاحب ساکن علی خان۔ ہری پور

۱۱۔ مولانا مولوی یعقوب خان صاحب مشہور خان ملا مراد آباد ہری پور۔

۱۲۔ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب صدر المدرس مدرسہ ایبٹ آباد۔

آپ نے ۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔

آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام مولانا مولوی مودود الحق تھا۔ آپ عالم و فاضل اور صاحبِ درس تھے۔

مولانا مودود الحق صاحب کے فرزند مولانا مولوی محمود الحق صاحب ہیں جنھوں نے اپنے دادا سے وافر علم حاصل کیا۔

آپ کے بھائی مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی صاحب درس عالم و فاضل تھے اور علاقہ میں کافی شہرت کے مالک تھے ان کے فرزند مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب ہیں۔ آپ رام پور، سہارن پور اور دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کر کے فراغت حاصل کی ہے۔

حضرت خواجہ سیّد عالم صاحب قادری

(نواں شہر ہزارہ)

آپ کا اسم گرامی سید عالم ہے۔ آپ خواجہ عبدالمقیم صاحب (خلیفہ حضرت خواجہ کنگال صاحب) کے پوتے ہیں۔ آپ بمقام قصبہ نواں شہر، تحصیل ایبٹ آباد، ضلع ہزارہ ۱۲۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداء عمر سے آپ کی طبیعت پر حصول علم اور تزکیہ نفس کا جذبہ غالب تھا۔ آپ موضع خاکی تحصیل مانسہرہ میں خواجہ فقیر اللہ صاحب بکوٹی کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ دورانِ حصول علم آپ نے حضور فخر دو عالم سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضورِ انور سراپا اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مرشد کی طرف اشارہ فرمایا۔ خواب سے بیدار ہو کر اپنے استاذ گرامی قدر سے واقعہ بیان کیا۔ آپ کے استاذ خواجہ فقیر اللہ صاحب نے حضرت غوثِ وقت خواجہ عبدالرحمان صاحب چھوہروی کی طرف آپ کی رہنمائی کی۔ چنانچہ آپ چھوہر شریف حاضر ہو کر خواجہ عبدالرحمان صاحب کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو گئے۔ مرشد نے یادِ الٰہی کی تعلیم دے کر رخصت کر دیا۔ کچھ عرصہ عبادت، ریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہ کر دوبارہ حاضری دی تو آپ نے خلافت سے نواز دیا اور چھوہر شریف ہی میں عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ یہاں پر بھی آپ تمام رات قیام کرتے

اور دن کے وقت روزہ رکھتے۔ بقول بابا محمد دین صاحب خادم چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ " خواجہ سید عالم نواں شہری ستو اور پانی سے روزہ افطار کرتے تھے۔ چلہ کشی اور ریاضت شاقہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ جب اپنے مرشد کی نظر میں آپ نے سلوک کی تکمیل کر لی تو آپ کو مرشد ارشد نے حکم دیا کہ نواں شہر میں ہی قیام کرو اور وہاں پر خانقاہ بنا کر سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت میں لگ جاؤ۔ چنانچہ آپ نے اپنی باقی تمام زندگی وہاں پر ہی عبادت الٰہی میں گزار دی، صرف اپنے مرشد کے عرس کے موقعہ پہ حاضر ہوتے اور جمعہ کی نماز جامع مسجد ایبٹ آباد میں ادا کرتے۔

بڑے بڑے اُمراء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوتے مگر تمام عمر آپ کسی کے دروازہ پر نہیں گئے۔ نہ آپ کی کوئی جائداد تھی اور نہ ہی کوئی ظاہری اسباب آمدن مگر اللہ تعالیٰ غیب سے آپ کے تمام امور سرانجام فرما دیتا تھا۔

جب تک آپ کے شیخ زندہ تھے آپ نے کسی کو ازخود مرید نہیں کیا بلکہ اپنے شیخ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔ مرشد کامل کے وصال کے بعد بعض اصحاب کو مُرید کیا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کا عملی نمونہ تھے

۱۹ر صفر المظفر ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷ر ستمبر ۱۹۵۴ء کو انتقال فرمایا۔ اس تاریخ کو آپ کے بڑے صاحبزادہ جناب مولٰنا مولوی غلام ربانی صاحب کے زیر سرپرستی آپ کا عرس نہایت ہی تزک و احتشام سے منعقد ہوتا ہے۔

حضرت علّامہ قاضی عبدالسبحان صاحب

(کھلابٹی ہزاروی)

آپ کا اسم گرامی محمد عبدالسبحان تھا اور القاب علّامۂ دوراں، فقیہ اعظم، سلطان المناظرین، امام اہل سنت وجماعت، قطب طریقت، محبِ غوث اعظمؓ تھے۔

آپ ۱۸۹۰ء میں بروز جمعہ موضع کھلابٹ[1] میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان قریشی ہاشمی علوی ہے۔ آپ کا تمام خاندان تقریباً علم ومعرفت کا مرکز رہا ہے اور صدیوں سے مسائل شرعیہ کے متعلق لوگ آپ کے آبا و اجداد کی طرف رجوع کرتے رہے ہیں، اسی لیے ہزارہ میں اس خاندان کو خاصی مقبولیت حاصل ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت پر بھی پوری توجہ دی گئی۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد مختلف فنون کے اساتذہ کی خدمت میں پہنچ کر علومِ متداولہ کو مکمل کیا۔ حصول علم کے لیے دُور دراز ممالک کے سفر کیے اور اپنے وقت کے یکتائے زمانہ علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوکر معقول ومنقول میں کمال حاصل کیا۔ علم نحو اور معقولات کی کچھ کتابیں حضرت مولنا ''گرھان[2] والے

[1] موضع کھلابٹ ضلع ہزارہ میں ہری پور سے چھ میل مغرب میں واقع ہے۔ [2] موضع گرہان چار میل پر واقع ہے یہ مولنا اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ یہ حضرت، جناب غوث زمان حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ انھوں نے اعلحضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معقولات کے فن کی کتابیں ۸ برس تک پڑھیں۔ حضرت مولنا بڑی کاوش اور محنت سے اسباق پڑھاتے۔ فن مناظرہ میں بڑی مہارت کے مالک تھے۔ سراپا عجز وانکسار تھے۔ نہایت صاف گو اور دلیر تھے۔

سے پڑھیں۔ اکثر علوم متداولہ کی کتب کی تکمیل حضرت فخر العلماء استاذ الاساتذہ جناب مولٰنا قطب الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ بقول آپ کے صاحبزادہ جناب مولٰنا مولوی ابو الفتح غلام محمود صاحب مدظلہ کے کہ "یہ والد صاحب کے خصوصی اور ممتاز استاذ تھے۔ والد صاحب نے اکثر علوم ان سے حاصل کئے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے انہی کا ہے اور انہی کی نظرِ کرم نے مجھے یہاں تک پہنچایا۔" ہندوستان میں مدرسہ عالیہ ٹونک میں داخل ہوئے وہاں پر جناب حضرت علامہ حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ سے اسباق پڑھے اور ان کی عالمانہ صحبتوں سے خوب فیضیاب ہوئے۔ حضرت مولٰنا شیر بہادر صاحب مارتونگی سے بھی آپ نے علوم اخذ کئے۔ تقریباً ۲ ماہ تک دار العلوم دیو بند میں مولٰنا محمد ابراہیم صاحب سے حمد اللہ کے چند اسباق لیے اور علم معانی کے اسباق مولٰنا عبد السمیع صاحب سے شروع کیے۔ کبھی کبھی مولٰنا مولوی سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے درس حدیث میں بھی سماع کیا مگر آپ چھ مہینہ کے بعد وہاں سے دار العلوم سہارنپور چلے گئے۔ چند ایام گزار کر آپ واپس پنجاب آئے اور تحصیل پھالیہ موضع اٹھی میں ایک عالم و فاضل کے پاس ٹھہر گئے۔ رسالہ میر زاہد وغیرہ کے اسباق ان سے پڑھے۔ مولٰنا حمید الدین[۲] صاحب مانسہروی سے بھی علوم کو پڑھا۔ علوم احادیث اور تفاسیر اپنے چچا اور خسر جناب محدث ہزاروی مولٰنا محمد خلیل صاحب[۳] رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کیے۔ مولٰنا محمد خلیل صاحب، مولٰنا احمد حسن صاحب کانپوری کے شاگرد تھے۔ قطبی اور میر قطبی کے کچھ اسباق حضرت

لہ "مناظرے" صفحہ ۳

۲ہ مولٰنا حمید الدین صاحب مانسہرہ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔

۳ہ مولٰنا محمد خلیل صاحب مولٰنا احمد حسن صاحب کانپوری کے شاگرد تھے، حدیث کی سند ان سے لی۔ مولٰنا ابو الفتح صاحب تحریر فرماتے ہیں "یہ بزرگ فن حدیث اور تفسیر میں بے حد مہارت رکھتے تھے۔ کتب حدیث کا اکثر حصہ ان کو زبانی یاد تھا اور بے شمار تفسیری نکات بھی ازبر تھے۔ کہتے ہیں کہ تفسیر روح البیان ان کو زبانی یاد تھی، جو کہ بڑی ضخیم آٹھ جلدوں میں ہے۔ پڑھاتے وقت کتاب نہیں رکھتے تھے بلکہ طلبہ کے ساتھ ساتھ زبانی عبارت پڑھتے جاتے تھے۔

قاضی حکیم عبدالقیوم صاحب سے پڑھے اور علمِ طب بھی قاضی صاحب موصوف سے مکمل کیا۔ جب آپ حصولِ علم سے فارغ ہو گئے تو جناب حضرت ابوالفتح صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ اپنے آبائی گاؤں کھلابٹ میں طلباء کو فی سبیل اللہ پڑھاتے رہے۔ بڑے ذہین اور لائق لوگوں نے آپ سے پڑھا۔ ہمیشہ آپ کے حلقۂ درس میں شائقین کا ہجوم رہتا۔ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ نعیم پورہ گجرات میں ایک سال پڑھایا پھر گھر آ گئے۔ پھر ۱۹۴۹ء کے آخر میں مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں بعہدہ صدر مدرس تشریف لے گئے۔ تین سال تک طلباء کرام کو پڑھاتے رہے اور پڑھانے کے علاوہ فتاویٰ نویسی کا کام بھی کرتے رہے۔ دو سال شرقپور شریف میں تدریس کا کام کیا۔ ایک سال راولپنڈی میں عارف اللہ صاحب قادری کے مدرسہ احسن المدارس میں تدریس فرمائی۔ پھر ایک سال دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں طلباءِ حدیث کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھائی اور دورۂ حدیث پڑھا کر فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی فرمائی اور اسناد فضیلت عطا فرمائیں۔ پھر گھر واپس تشریف لائے اور مزید دس سال تک گھر ہی میں رہ کر شائقین علم کو سیراب فرماتے رہے۔"[1]

آپ سحری سے لے کر ظہر کی نماز تک طلباء کو درس دیتے۔ آپ شاگردوں کو مطالعہ پر بہت توجہ دلاتے چنانچہ فرمایا کرتے کہ "علم مطالعہ کرنے سے آتا ہے اور کمال اسی سے پیدا ہوتا ہے۔"

درس کے علاوہ آپ نے نہایت ہی اہم علمی نوادرات تحریر کی ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ فائق الانوار شرح معانی الآثار، یہ طحاوی شریف کی شرح ہے۔

۲۔ مواہب الرحمان فی اغلاط جواہر القرآن۔ جواہر القرآن راولپنڈی والے مولوی غلام خان کی تصنیف ہے۔ یہ مواہب الرحمان اس کتاب کے اصطلاحی حصہ کی تردید ہے۔

۳۔ الحق المبین فی شرح متن متین۔ یہ شرح ناقص ہے، افسوس کہ مصنف مرحوم پوری نہ کر سکے۔

---

[1] "مناظرے"۔ ص ۳۸۔ ص ۳۹۔

۴۔ سوی الصراط فی تحقیق حیلۃ الاسقاط۔

۵۔ حاشیہ ہدایہ

۶۔ حاشیہ نورالانوار

۷۔ حل وجود رابطی حمداللہ

۸۔ حل حاصل الحصول ومحصول شرح جامی

۹۔ ضابطۃ التہذیب

۱۰۔ حاشیہ خیالی

۱۱۔ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر

۱۲۔ حاشیہ شریفیہ علی السراجی

۱۳۔ حاشیہ صدرا

۱۴۔ حاشیہ مطول

۱۵۔ حاشیہ مختصر المعانی

۱۶۔ حاشیہ مقامات حریری

۱۷۔ حاشیہ السبع المعلقات

۱۸۔ حاشیہ جامی

۱۹۔ حاشیہ تلویح

۲۰۔ ردّ منکرین سُنّت

۲۱۔ ردّ کتاب الوسیلہ لابن تیمیہ حرانی

۲۲۔ فتاویٰ قادریہ

۲۳۔ حاشیہ قاضی مبارک

۲۴۔ حاشیہ بخاری شریف

۲۵۔ حاشیہ مشکوٰۃ شریف

۲۶۔ حاشیہ بیضاوی شریف

۲۷۔ انوار الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء

۲۸۔ حاشیہ میر زاہد رسالہ

۲۹۔ شرح نظم مائۃ عامل

۳۰۔ شرح ہدایۃ النحو

۳۱۔ محققانہ شرح عبدالرسول

ان میں سے زیادہ عربی میں ہیں اور غیر مطبوعہ ہیں۔ مگر تمام تصانیف قابل دید ہیں۔ انوار الاتقیاء اور مواہب الرحمان چھپ چکی ہیں۔[1]

حضرت سلطان المناظرین نے صرف مدرسہ، خانقاہ اور مسجد کے اندر بیٹھ کر درس اور تدریس اور تحریر پہ اکتفا نہیں کیا بلکہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم پھر کر فرق باطلہ کے علماء کو حق کی طرف بلایا اور ان سے مناظرے کرکے ان کو لاجواب اور خاموش کر دیا، ہزارہ، چھچھ، کیمبلپور، راولپنڈی اور جہلم کے علاقہ میں تو آپ کا وجود مبارک گمراہ اور بدعقیدہ مولویوں کے لیے ایک سوط عذاب الٰہی تھا۔ آپ کے صاحبزادگان نے انتہائی محنت اور کوشش سے ان تمام مناظروں کو کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے جو کہ آپ نے قادیانیوں، مرزائیوں، چکڑالویوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے ساتھ کئے۔ اس کتاب کا نام ہی انہوں نے "۲۷ مناظرے" رکھا ہے۔ اس میں ان مناظروں کو مفصل لکھا گیا ہے۔[2]

---

[1] "۲۷ مناظرے" ص ۳۶، ۴۰ ـ [2] یہ "۲۷ مناظرے" نامی کتاب کتب خانہ غوثیہ مہریہ۔ جی ٹی روڈ چارہ جہلم نے چھاپی ہے۔

آپ نہایت ہی عابد وزاہد اور متقی و متورع تھے۔ انتہائی متبع سنت اور ایثار و قربانی کا مجسمہ تھے۔ غیور، حلیم الطبع اور بیحد بردبار تھے مگر کلمۂ حق کے اظہار کے وقت عزم و ارادہ اور یقین کے مضبوط پہاڑ تھے۔

آپ سلسلۂ قادریہ میں حضرت قاضی صاحب اعوان شریف کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ پر اپنے شیخ کی خاص توجہات اور نظر کریمانہ تھی۔ سلسلۂ قادریہ کے فیوض و برکات سے آپ مالا مال تھے۔ اپنے شیخ کی محبت میں ہر وقت سرشار تھے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی مرتبت سے والہانہ عشق تھا۔ آپ کی ذات مصدر کرامات تھی۔ سب سے بڑی اور شاندار کرامت یہ تھی کہ بڑے بڑے اکابر وہابی، دیوبندی مناظر جب آپ کے سامنے آتے تو خاموش ہو جاتے اور شکست فاش اٹھا کر واپس لوٹتے۔

آپ کے دو صاحبزادہ صاحبان جناب ابوالفتح علامہ مولٰنا مولوی قاضی غلام محمود صاحب اور جناب حضرت مولٰنا ابالفضل اولغنا مولوی محمد یوسف صاحب علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر چکے ہیں اور والد مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور محبت اولیاء کرام کی دعوت دے رہے ہیں۔ اول الذکر جہلم میں جامع عیدگاہ کے خطیب ہیں اور دارالعلوم اسلامیہ عربیہ غوثیہ نیا محلہ جہلم کے بانی اور مہتمم ہیں۔ علوم درسیہ کا درس دیتے ہیں۔

حضرت علامۂ دوراں قاضی محمد سبحان کے ہزارہا شاگرد ہیں۔ کابل، قندھار، ہرات، غزنی، آزاد قبائل، صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ، بلوچستان اور بھارت تک آپ کے شاگردوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ سینکڑوں اس وقت خطیب ہیں۔ مختلف مدارس میں مدرس ہیں اور اپنے دارالعلوم چلا رہے ہیں۔ چند اصحاب کے نام یہ ہیں:

فاضل جلیل مولٰنا قاضی حبیب الرحمان صاحب موضع تھپلہ ضلع ہزارہ، حال صدر المدرسین مدرسہ جامعہ فتحیہ وخطیب جامع مسجد اچھرہ لاہور۔

شیخ التفسیر والحدیث قاضی ابرار شاہ صاحب موضع گیا ضلع ہزارہ، سابق مدرس مدرسہ میرٹھ و اکوڑہ

خٹک ضلع پشاور۔

میاں یحییٰ صاحب جوڑا پنڈ، حال خطیب موضع کرہیڑمان ضلع ہزارہ۔

مولوی سعید الرحمان صاحب کوٹ نجیب اللہ۔ سابق صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ ضلع ہزارہ۔

مولوی غلام رسول صاحب خطیب جامع مسجد کوٹ نجیب اللہ۔ ضلع ہزارہ۔

جناب فاضل گرامی قاضی عبد النبی صاحب کوکب لاہور۔

صاحبزادہ مسعود الحسن صاحب چورہ شریف۔

مشہور مناظر اسلام مولنا عنایت اللہ صاحب سانگلہ ہل۔

صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب گجراتی حال خطیب سرگودھا[1]۔

یہ آفتاب علم و ولایت ۱۲ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ شب جمعہ بمطابق ۲ مئی ۱۹۵۸ء غروب ہوگیا۔ ہزارہا علماء، فضلاء، سجادہ نشین حضرات اور معتقدین نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ سپردِ خاک کیا۔

---

[1] ملخصاً از "۲۷ مناظرے" ص ۳۲ تا ۳۶۔

حضرت علامہ مولانا عمر الدین صاحب

(کوٹ نجیب اللہ، ہزارہ)

آپ کا اسم گرامی مولانا عمر الدین والد کا نام مولانا قمر الدین، دادا صاحب کا نام علاء الدین، پر دادا صاحب کا نام مراد بخش اور ان کے والد صاحب کا نام گل محمد ہے۔

آپ کے جدِ اعلیٰ جناب علاء الدین بن مراد بخش گجرات (ہندوستان) سے تشریف لاکر ھزارہ میں آباد ہوئے۔

مولانا عمر الدین صاحب نے اپنے علاقہ کے مختلف علماء سے علومِ اسلامیہ کا درس لیا، مگر خصوصی طور پر اپنے چچازاد بھائی مولانا فیض عالم سے علوم مروّجہ پڑھے۔ تکمیل علوم کے بعد ۹ محلہ جا ملی بمبئی تشریف لے گئے۔ وہاں پر خطابت، امامت اور افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس علاقہ میں تقریباً ۲۰ برس تک عقائد حقہ اہل سنت وجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ نیز آنجناب حضرت علامہ مولانا شاہ عبد القادر بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ) بن حضرت مولانا شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ) کے بھی مرید تھے اور اسی مناسبت کی وجہ سے اپنے دونوں صاحبزادوں کے نام فضل رسول اور عبد القادر رکھے۔ اخیر عمر میں بمبئی سے واپس ہزارہ تشریف لائے

اور کوٹ نجیب اللہ میں باقی زندگی گزاری۔ بڑے نورانی چہرہ والے اور بزرگ صفت تھے۔

آپ کی تصانیف ہیں :۔

۱۔ الاجازہ فی الذکر مع الجنازہ (جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کی تحقیق)

۲۔ اہلاک الوہابیین بتوہین قبور المسلمین (اس پر اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط تقریظ ہے)

۳۔ فتوی العلماء بتعظیم آثار العظما (۱۳۱۸ھ تحفہ حنفیہ میں شائع ہوا)

۴۔ فتوی الثقاۃ بجواز سجدۃ الشکر بعد الصلوٰۃ۔

۵۔ فوز المومنین بشفاعۃ الشافعین وغیرہ وغیرہ۔

ہزارہ کے علاقہ میں اہل حق اہل سنت وجماعت کے عقائد کی تبلیغ واشاعت میں کافی سے زیادہ محنت ومشقت اٹھائی اور علم وتصوف کی مشعل کو روشن کئے رکھا۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں، ایک کا اسم گرامی قاضی فضل رسول صاحب ہے۔ بقول جناب مولانا مولوی محمد عبدالحکیم صاحب شرؔف " اس وقت ان کی عمر اندازاً ۷۵ سال ہے "۔ دوسرے صاحبزادہ کا نام قاضی عبدالقادر ہے۔ یہ چھوٹے لڑکے ہیں۔ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے ہیں، ہری پور کمیٹی میں ہیڈ کلرک ہیں۔

جناب حضرت علامہ مولانا مولوی عمر الدین صاحب بتاریخ ۲۔ جنوری ۱۹۲۱ء شب قدر کی رات ایک دن بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔

حضرت مفتی مولٰنا مولوی محمد اسماعیل صاحب رح

(کوکلوی ہزاروی)

آپ کا اسم گرامی محمد اسمٰعیل صاحب ، والد کا نام الحاج مولوی مدد خان صاحب ، کنیت ابو الفنون اور القاب مفتیٔ اعظم ، قاضیٔ اکبر تھے ۔ آپ کا سلسلہ نسب بقول آپ کے صاحبزادہ جناب مولٰنا مولوی عبد القیوم صاحب نیّر ہزاروی خطیب جامع مسجد باغ والی بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور "کئی واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ملتا ہے ۔ آپ نسباً علوی مذہباً حنفی اور مشرباً قادری ہیں" چونکہ آپ نحو کے فن میں امام تھے اس لئے "سیبویہ" مشہور رتھے ۔ آپ کے والد گرامی جناب حضرت مولٰنا مولوی مدد خان صاحب گہیولی کھاٹڑی (عثمان کھٹر) سے موضع کوکل[1] تشریف لائے ۔ مولٰنا مولوی محمد اسماعیل صاحب اور آپ کے بھائی مولٰنا مولوی سکندر علی صاحب اپنے والد صاحب کے ساتھ کوکل آگئے ۔ مولٰنا مولوی سکندر علی صاحب معقول کے مشہور و معروف عالم تھے ۔

دہلی میں مدرسہ رحمانیہ ، لاہور میں دار العلوم نعمانیہ ، اجمیر شریف میں دار العلوم معینیہ ، کھڈ شریف کے مدرسہ اور ہری پور میں دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ میں درس دیتے رہے بلکہ بعض مدارس میں تو صدر مدرس کے فرائض بھی سرانجام دیئے ۔

---

[1] موضع کوکل حویلیاں سے (جو کہ ضلع ہزارہ میں ہے) جانب شمال مغرب علاقہ کا چھڑا میں واقع ہے ۔ یہ موضع ضلع ہزارہ کی تحصیل ایبٹ آباد سے تعلق رکھتا ہے ۔

مولٰنا مولوی محمد اسماعیل صاحب مقامی علماؒ سے استفادہ کرنے کے بعد دیو بند تشریف لے گئے اور بقول آپ کے فرزند ارجمند مولٰنا مولوی عبد القیوم صاحب فاضل حزب الاحناف لاہور، دیو بند سے سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ بہت ہی متبحر عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت عطا فرمائی تھی کہ بڑے بڑے اہم اور انتہائی دقیق مسائل نہایت ہی آسان اور سہل طور پر حل فرما دیتے۔ آپ کا فتوٰی تمام ہزارہ میں حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا اور دیگر علماء اس کی تصدیق کر دیتے تھے۔ نکاح، طلاق اور عاق وغیرہ کے جتنے مسائل ہوتے، علماء علاقہ آپ ہی کی ذات کو سند تسلیم کرتے اور آپ سے جواب باصواب پاتے۔ آپ کے تحریر کردہ فتاوٰی پر کسی عالم نے گرفت نہیں کی۔

آپ کا درس بہت وسیع تھا، اپنی مسجد کی بالائی منزل پر طلباء کو درس دیتے۔ بے شمار طلباء کابل، قندھار، ہندوستان یہاں تک کہ ایران سے آئے اور باقاعدہ علوم متداولہ پڑھ کر عالم بن کر گئے اور تمام عمر صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے درس دیا۔

آپ کے شاگردوں میں مولوی حاجی سکندر علی شاہ محمدی مرحوم، قاضی صدر الدین صاحب درویشی، قاضی محمد یونس صاحب بالاکوٹی۔ مولٰنا محمد نعمان صاحب مانسہروی، مولوی محمد اسحاق صاحب ایبٹ آبادی، حضرت مولٰنا پیر محمود شاہ صاحب محدث ہزاروی اور راولپنڈی کا مولوی غلام خاں مشہور و معروف ہیں۔

ہر ایک فرقہ کے عالم سے آپ مناظرہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بقول جناب نیرؔ صاحب "ہمیشہ جیت آپ کی ہی ہوتی رہی۔ اپنے عقیدہ کے علماء میں سے مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی مرحوم سے بھی یحوزلا یحوز پر مناظرہ ہوا اور بالآخر آپ کی ہی جیت ہوئی۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجۂ خواجگان خلیفۂ حضرت شاہ جیلان جناب خواجہ محمد عبد الرحمان صاحب قادری چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ آپ بیحد پرہیزگار، صاحبِ جود و سخا اور ہر دلعزیز تھے۔ کوکل میں اپنے پیر و مرشد کے حکم سے ہی درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا تھا۔

۷۵ برس کی عمر میں ماہِ شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۱۔ نومبر ۱۹۴۰ء بروز جمعہ انتقال کیا۔

مسجد میں آپ کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں:

نائب احمد کہ مشہر با حمد اسماعیل — عمر خود را صرف کردہ در رہِ اللہ جلیل

عالم و فاضل اجل استاد کل آں بے دغا — واں نظیر سیبویہ در علم نحو بے ریا

امام اکبر شدند ایں مسجد ذی شان را — دائما دار دخدا ایں چشمۂ فیضان را

مولانا مولوی عبدالقیوم صاحب نیرؔ ہزاروی نے آپ کی قبر انتہائی خوب صورت سنگِ مرمر اور ٹائلوں سے بنوائی ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کا کتب خانہ نادر و نایاب کتب پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالقیوم صاحب کا ارادہ ہے کہ کتب خانہ کا ایک حصہ اپنے والد مرحوم کے نام پر وقف کر کے لائبریری کی صورت میں دارالعلوم رحمانیہ اسلامیہ ہری پور میں رکھ دیا جائے کہ طلباء اور علماء اس سے فائدہ حاصل کریں۔

آپ کے دو صاحبزادے ہیں: بڑے مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب، یہ فاضل دیوبند ہیں اور کوکل شریف میں ہی والد کی جگہ پر مقیم ہیں۔

دوسرے صاحبزادے مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب ہیں۔ آپ عالم و فاضل اور بہترین خطیب ہیں اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں، منکسر المزاج اور بہت ہی مہمان نواز ہیں، صاحبِ اخلاقِ حمیدہ ہیں۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے فارغ التحصیل ہیں۔ جامع مسجد حنفیہ بیرون شیرانوالہ دروازہ میں خطیب ہیں، عرصہ بیس برس سے لاہور میں تبلیغ و تدریس کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں۔

آپ کی نسبت روحانی بھی دربار چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت حقہ اسلامیہ کی اشاعت و تبلیغ کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماوے۔

حضرت مولٰنا صاحبزادہ محمدؐ امیر خُسرَوْ اشعری چشتی

(ھزارہ)

آپ کا اسم گرامی صاحبزادہ محمدؐ امیر خسرو، کنیت ابوالفیض، تخلص اشعری ہے۔ والد بزرگ کا نام حضرت خواجہ قطب زمان محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ گکھڑ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ پیدائش بمقام ترنوائی شریف تحصیل ایبٹ آباد، ضلع ہزارہ ہے۔ ۱۷ اگست ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔

خواجہ محمدؐ عزیز رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے دادا صاحب کا اسم گرامی حضرت خواجہ محمدؐ عزیز رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ انہوں نے کسی سے بھی لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا۔ جناب محمد امیر خسرو صاحب تحریر فرماتے ہیں "دنیا میں ان کا کوئی استاد نہ تھا، لیکن علماء کی مجلس میں ایک بڑے پایہ کے عالم مانے جاتے تھے۔ دینی مسائل کی گرہ کشائی کے لیے علمائے کرام کا ہروقت ہجوم ان کے پاس لگا رہتا۔" آپ حضرت شہبازِ ولایت وطریقت جناب شاہ محمد سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوکر صاحبِ مجاز اور خلیفہ ہوئے۔ آپ نے علاقہ ہزارہ میں سلسلۂ چشتیہ کی خوب اشاعت فرمائی۔ ہزارہ کے مشہور و معروف عالم مولٰنا احمد صاحب محدث سکندرپوری آپ کے خلیفہ تھے۔ قطب الاولیاء حضرت شمس الدین صاحب سیالوی، قبلۂ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، حضرت میاں بلھو صاحب پھیرکنڈ اور حضرت میاں فقیر اللہ صاحب بکوٹی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین آپ کے ہمعصر تھے۔ آپ نے عربی میں ایک کتاب بنام 'شجرۃ الیقین' لکھی جو کہ نایاب ہے۔ آپ بہت ہی کثیر الکرامت تھے۔ چنانچہ یہ کرامت آپ کی بہت ہی مشہور اور تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ آپ کا جسم تو ایک جگہ پر موجود ہوتا اور اسی وقت آپ جہاں کافروں سے جہاد ہوتا لڑتے، چنانچہ جس وقت آپ کا انتقال ہُوا اور آپ کو غسل دیا جانے لگا تو آپ کے جسم سے دو سکّہ کی گولیاں نکلیں اور متعدد نشانات آپ کے جسم پر گولیوں کے لگے ہُوئے ظاہر ہو رہے تھے۔

جناب محمد امیر خسرو تحریر فرماتے ہیں:

"ایک جگہ حضرت نے نیزہ مار کر لوگوں کے اصرار پر ایک چشمہ پانی کا اُبلتا ہُوا نکالا جو کہ بمقام بلھو لیا تحصیل ایبٹ آباد میں موجود ہے۔"

صاحبزادہ محمّد امیر خسرو شعری چشتی

خواجہ محمد عزیز رحمۃ اللہ کے بارہ فرزند تھے، ان میں حضرت محمد حسین صاحب بڑے صاحبزادے تھے۔ صاحبزادہ محمّد امیر خسرو انہی کے فرزند کلاں ہیں۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا صاحب جناب مولنا مولوی احمد جی صاحب کاکوروی، جناب مولنا مولوی کریم عبد اللہ صاحب منڈھاری اور جناب مولوی محمد اسرائیل صاحب بالاکوٹی سے حاصل کی۔ تکمیل علوم متداولہ حضرت مولنا مولوی مہر محمد صاحب اچھروی، خلیفہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب، حضرت مولنا مولوی غلیل خالدی صاحب، حضرت مولنا مولوی حسین احمد مدنی صاحب اور حضرت مولنا مولوی حمید الدین مانسہروی سے کی۔ تزکیہ نفس کے لیے حضرت حاجی عباد اللہ صاحب قادری، حضرت خواجہ گل رحمٰن صاحب اور اپنے والد محترم جیسے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کی۔

دینی مسائل پر کوکب توحید، کوکب رسالت، کوکب ہدایت، فتاوٰی ابوالفیض، تفسیر سورۂ فاتحہ، رہنمائے تجارت نامی کتابیں آپ نے لکھیں۔ جس طرح آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل کی اسی طرح آپ نے ادب و شاعری میں بھی کمال حاصل کیا اور شکوہ امیر خسرو، ذکر محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم اور مکالمۂ خدا و شیطان نامی کتابیں لکھیں۔

خاندان ترنوائیہ میں سلسلہ بیعت آپ سے جاری ہوا۔ اس وقت درس علوم اسلامیہ اور تہذیب نفوس و تزکیہ میں مصروف ہیں، حکمت بھی کرتے ہیں۔ اپنے آبا کی سجادگی پر رونق افروز ہیں۔ ہر سال ۵، اور ۶، ذی الحجہ کو عرس کرتے ہیں جس میں سینکڑوں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ آپ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بہت ہی روحانی عنایتیں ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں: "سرکارِ مدینہ سے تو ہمیشہ ہی ملاقات کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ خواب میں حضرت رسول اکرم (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے ہی مجھے فرمایا کہ دینی تعلیم کو پڑھنا، اور آپؐ نے مجھے اپنا عمامہ شریف دیا اور میرے سر پر دستار مبارک کو رکھا۔ چنانچہ میں نے بعدازاں دینی تعلیم کی طرف رُخ کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے دستار مبارک کی برکت سے دولت علم نصیب ہوئی۔"

آپ کے خلفاءؑ میں خلیفہ میاں غلام جیلانی المعروف صوفی میاں ڈبریاں علاقہ بالاکوٹ خلیفہ اوّل ہیں اور مولوی الحاج نور حسین صاحب مقام ملکہ ہانس تحصیل پاک پٹن خلیفہ دوئم ہیں۔

آپ کا ایک صاحبزادہ امیر عنایت الرحمٰن ہے۔

مولٰنا مولوی محمّد ایوّب صاحب

(ہزارہ)

آپ کا اسم شریف مولوی محمد ایوب صاحب، والد کا نام مولوی عبدالغنی صاحب، دادا کا نام مولٰنا مولوی حافظ سیّد احمد صاحب تھا۔ آپ کا سلسلہ تینتیس (۳۳) واسطوں سے مولائے کائنات اسداللہ الغالب حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک بواسطہ محمد بن حنیفہ پہنچتا ہے۔ علاقائی طور پر آپ کا خاندان حفّاظ کے نام سے مشہور رہے۔ جس طرح خاندان کے مرد حفظِ قرآن اور علم کا درس دیتے اسی طرح آپ کے خاندان کی خواتین بھی اپنے گھروں میں قرآن پاک ناظرہ اور حفظِ قرآن کا درس دیتیں۔

حافظ سیّد احمد

آپ کے دادا حافظ سید احمد صاحب تک سلسلہ حفظ چلا آتا رہا، حافظ صاحب کا معمول تھا جیسے کہ مولوی محمد ایوّب صاحب تحریر فرماتے ہیں: "سخت جاڑے کی راتوں میں ایک دو بجے کے قریب بستر سے اُٹھ کھڑے ہوتے اور اکثر شیخوخت سے قبل مسجد میں چلے جاتے۔ ذکر وفکر اور بقیہ اوراد لسانی میں نماز فجر تک مشغول رہتے۔ نماز فجر کے بعد اونچی چاشت تک شہر کے بچوں کو قرآن مجید کا درس دیتے۔ اس کے بعد گھر کا چکر لگا کر پھر مسجد تشریف لاتے اور دوپہر تک کتب درسیہ، فقہ، اصولِ فقہ کا درس دیتے۔ نمازِ ظہر پڑھ کر روزانہ قرآن مجید کا ایک پارہ ترتیل کے ساتھ تلاوت فرماتے اور دلائل الخیرات کی

بُک منزل پڑھتے۔"

آپ کی سرحد کی طرف تشریف آوری کے متعلق مولٰنا صاحب تحریر فرماتے ہیں: "جہاں تک بزرگوں سے سنا ہے اسلاف کرام ابتداءً عرب سے گجرات علاقہ سندھ میں اترے، گجرات سے راجاؤں کے انسانیت سوز مظالم کی بناء پر صوبہ سرحد کا رُخ کیا۔ جس دور میں یہاں پہنچے تو یہاں سکھوں کی عملداری تھی۔" سکھوں کے خاتمہ کے بعد انگریزوں کے زمانہ میں آپ نے پُورے طور پر انگریزی تعلیم کے بائیکاٹ کی تحریک میں حصّہ لیا اور دینی تعلیم کی اشاعت میں دن رات مصروف رہے۔ آپ کے سلسلہ بیعت کے متعلق لکھتے ہیں: "آپ کو نسبت باطنی حضرت عارف باللہ خواجہ مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی اور انہی میں فنا تھے۔" آپ کے رُوحانی کمالات اور اتباع شریعت کے بارے میں لکھتے ہیں: "جس وقت آپ کا وصال ہو رہا تھا آپ روزے سے تھے۔ بستی والے عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ کی حالت دیکھ کر تمام حاضرین نے جن میں علماء بھی موجود تھے کہا کہ آپ افطار کرلیں مگر آپ نے فرمایا کہ اگر جناب قاضی عبداللہ صاحب جو کہ فارغ التحصیل عالم ہیں میرا افطار جائز سمجھیں گے تو میں کروں گا، چنانچہ ان کو بلایا گیا۔ آپ نے افطار کیا، جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ سب کو نمازِ جمعہ کے لیے رخصت کیا اور خود خاموش سے ہو گئے۔ احقر کی دادی صاحبہ نے آپ کو بُلایا اور فرمایا کہ آپ ہوش میں تو ہیں۔ جواباً فرمایا تجھے کیا معلوم ہے میرے اردگرد خدا کے فرشتے بیٹھے ہیں مجھے ابھی ایک پالکی میں بٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ ایک باغ میں مجھے اتارا اور کہا کہ یہ تمہاری جگہ ہے اور وہاں سے واپس لے آئے اور میرے اردگرد بیٹھے ہیں غرضیکہ عالم ملکوت آپ پر منکشف ہو گیا۔"

مولٰنا مولوی عبدالغنی صاحب

مولوی عبدالغنی صاحب کی عمر بہت ہی کم تھی کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، ان کی تعلیم و تربیت اپنے چچا کے زیرِ نگرانی ہُوئی ان کے چچا جناب مولوی عبداللہ صاحب بہت ہی اجل عالم و فاضل تھے۔ کتب درسیہ اور مشکلات القرآن ان کو ازبر تھے، میراث اور فقہ کے جزئیات پر کامل عبور تھا۔ آپ نے ایک درسگاہ

قائم کی جوکہ موضع ٹمن نزد قلندر آباد، ایبٹ آباد تھی۔ اس میں بیس بیس تک طلباء موجود رہتے جوکہ تمام علوم و فنون پڑھتے۔ مولٰنا عبدالغنی صاحب نے صرف ونحو، فقہ واصولِ فقہ اپنے چچا سے پڑھے، پوری زندگی توکّل علی اللہ کے مکمل دستور پر گزری۔ آپ صاحب علم وتقویٰ، زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرۃ تھے، ساری زندگی وضعداری اور خوش پوشی میں گزاری۔ غرباء پروری اور مہمان نوازی کے حقوق ادا کرنے میں بہت فیاض تھے۔ شب بیداری، ذکر وفکر، تلاوتِ قرآن آخری دم تک جاری رکھے۔ اخلاق حسنہ کی وجہ سے مسلمان تو ایک طرف ہندو سکھ آپ کا احترام کرتے۔ نسبت چشتیہ کے غلبہ کی وجہ سے گریہ وزاری میں مبتلا رہتے۔ مستجاب الدعوات اور صاحبِ لفظ تھے۔ علماء ومشائخ سے انتہائی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

مولٰنا مولوی محمد ایوّب صاحب

آپ نے اپنے ماموں زاد بھائی مولٰنا مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سے ابتدائی کتابوں سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک پڑھیں۔ پانچ برس تک ان کے زیرسایہ تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند گئے۔ تین سال کے عرصہ میں تکمیل کرکے سند حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں بقول آپ کے "شیخ الفقہ والادب مولٰنا اعزاز علی صاحبؒ حضرت مولٰنا عبدالسمیع صاحبؒ، حضرت مولٰنا محمد یحییٰ صاحبؒ (داماد حضرت مولٰنا شبیر احمد صاحب عثمانی)، شیخ الحدیث حضرت مولٰنا ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولٰنا شیخ التفسیر والحدیث محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت شیخ الحدیث مولٰنا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور خاتم المحدثین شیخ الاسلام مولٰنا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی حضرات ہیں۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد فیض باغ لاہور میں مولوی مطیع الحق صاحب کے مدرسہ میں ایک برس تک پڑھاتے رہے۔ پھر پٹیالہ میں مدرسہ توکلیہ میں مدرس مقرر کیے گئے وہاں خطابت کے فرائض بھی ادا کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں واپس ہزارہ آکر درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جامع مسجد ایبٹ آباد میں "دارالعلوم ہزارہ" قائم کیا، جوکہ آٹھ برس تک کام کرتا رہا۔ ۱۹۶۵ء میں اپنے گاؤں ڈھمتوڑ میں "سراج العلوم" کے نام سے مدرسہ بنایا۔ اس مدرسہ میں آپ کے علاوہ دو اور مدرس مولوی محمد سلیمٰن صاحب گلگتی فاضل

جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک اور مولوی عبدالحیٔ صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ پشاور پڑھاتے ہیں ۔ اس کے ملحق ایک بڑی جامع مسجد بھی آپ نے تعمیر کروائی ، نیز دھمتوڑ کی عیدگاہ کی تعمیر بھی کروائی ۔ آپ سکول میں عربی اور دینیات کے مدرس بھی ہیں ۔

آپ کی بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں جناب حضرت شیخ المشائخ مولٰنا مولوی عبدالمالک صاحب صدیقی سے ہے ، آپ تحریر کرتے ہیں ، " باوجود احقر کی نالائقیوں کے حضرت معظّم نے محض اپنی مہربانی سے احقر کا نام مجازین کی فہرست میں ثبت کر دیا ہے چنانچہ حضرت شیخ کی توجہات کے آثار ہیں کہ گرد ونواح کے کئی ایک دوست ذکر وفکر و مراقبہ میں اس ناچیز کی مدد کرتے ہیں "۔ تحریر کرتے ہیں ، " حضرت شیخ ہی کے توسل کا ثمرہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس ناکارہ و نالائق کو بھی بیت اللہ تعالیٰ و بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دو مرتبہ بلایا ہے ۔ اس وقت آپ کی عمر پینتالیس سال ہے ۔

حافظ محمّد بقا صاحب

حافظ محمد بقا صاحب ، مولٰنا محمد ایوّب صاحب کے پھوپھا تھے ۔ ہزارہ میں " حافظ جی بابا صاحب " کے نام سے مشہور تھے ۔ آپ نے موضع جاگل تحصیل ہری پور میں حضرت صاحب جاگل سے فیض باطنی حاصل کیا تھا ۔ آپ کے شیخ نے بقول مولوی محمد ایوّب صاحب " کسب کفش دوزی کو اپنا شعار برائے ستر حال بنا رکھا تھا " ۔ حافظ جی بابا صاحب پر نسبت باطنی بہت ہی غالب تھی ۔ چنانچہ مولوی محمد ایوّب صاحب اپنے والد محترم کی زبانی تحریر کرتے ہیں ، " احقر سے والد مرحوم نے ذکر کیا کہ گھر میں جو چیز بھی ملتی اپنے شیخ کے قدموں پر جا ڈالتے ، حتّٰی کہ گھر کے برتنوں تک نذر کر دیے ۔ ایک دفعہ آپ کو پکڑ کر لایا گیا اور گھر والوں نے مل کر مشورہ کیا کہ ان کو باندھ دینا چاہیئے ۔ جب یہ بات سُنی تو بے ضبط ہو کر روئے اور فرمایا کہ میں تمہارے کام کا نہیں ۔ چنانچہ کُرتہ اٹھا کر سینہ دکھایا تو محبت الٰہی کی آتش فشاں بھٹّی چھلنی کی طرح ہو چکی تھی ، نیز والد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ بزرگوں سے سُنا ہے واللہ اعلم کہ بائیں پسلی میں ایک سوراخ نظر آتا تھا جس سے ذکر اسم ذات کی آواز آتی تھی " آپ متقی ، متبع سنّت اور صاحب اخلاق حسنہ تھے ۔

آپ کا مزار بستی دھمتوڑ ، مقبرہ جلال پور میں ایک قلندر مجذوب[۱] کے مزار سے متصل ہے ۔

---

[۱] اس مجذوب کا نام حضرت مُلّا پت بابا ہے ۔ آپ کے کرامات دھمتوڑہ کے عوام میں بہت ہی مشہور ہیں ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

مولٰنا حافظ نور احمد صاحب

جناب حافظ جی بابا کے فرزند ارجمند جناب حافظ نور احمد صاحب مختلف علاقائی درس گاہوں میں پڑھ کر لاہور تشریف لے گئے۔ آپ نے تحصیلِ علم کے لیے متحدہ ہندوستان کے مختلف شہروں کے مشہور و معروف اساتذہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کا وافر حصہ پایا۔ آپ کی بعض کتابوں پر پشتو تحریریں ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرحوم کو تلمذ کا شرف سرحد کے علمائے کرام سے بھی حاصل تھا۔ حصول علم کے بعد اپنے وطن واپس تشریف لائے اور تا زیست درس، وعظ اور تبلیغ میں مصروف رہے۔ آپ فقید المثال عالم اور بے بدل واعظ تھے۔ جامع علوم معقول و المنقول تھے۔ مولوی محمد ایوب صاحب فرماتے ہیں: " اس زمانہ میں ابھی تک کاغذ کی ساخت اور طباعت کا رواج دیارِ ہندوستان میں نہیں ہوا تھا اسی لیے ہماری پرانی درسی لائبریری کی اکثر کتب دستی ساخت کے کاغذ اور قلمی غیر مطبوعہ ہیں اور اکثر کتابیں حضرت مولٰنا حافظ نور احمد صاحبؒ کے اپنے قلم سے ہیں اور جا بجا حضرت کی مُہر بھی ثبت ہے۔

مولٰنا مولوی فضل الرحمٰن صاحب

مولوی عبدالغنی صاحب کے چچا جناب مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب کے فرزند جناب مولٰنا مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے ابتدائی کتب درسیہ قطبی، شرح جامی تک اپنے علاقہ کے مختلف علماء سے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت حافظہ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۷) مولوی صاحب موصوف کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں " چنانچہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ (آپ) ندی دوڑ میں کھڑے ہوئے تو پانی کی رفتار یکسر موقوف ہوگئی۔ چونکہ آپ مجذوب الحال تھے اس لیے وارفتگی کے عالم میں پھرا کرتے، علماء اکثر آپ سے شاکی تھے مگر باوجود مجذوبیت کے بھنگ یا چرس وغیرہ اشیاء سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے پاس ایک کشکول اور ایک قرآن مجید ہوتا اور یہی آپ کی کائنات تھی۔ آپ جو بات کہتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کر دیتا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی ایک عجیب واقعہ ہوا۔ جناب مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں " کہا جاتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد علماء میں اختلاف ہوا کہ ان کا جنازہ پڑھیں یا نہ پڑھیں، چنانچہ چہرے سے جب چادر کو ہٹایا گیا تو مُنہ پر پوری داڑھی سنت کے مطابق تھی۔"

وافر قوت مرحمت فرمائی تھی جس کی بدولت صرف ونحو کی کتابیں برنوکِ زبان تھیں۔ تکمیل علوم کے لیے دیوبند گئے۔ فراغت حاصل کی تو بقول مولوی محمد ایوب صاحب "خداداد لیاقت اور قابلیت کو دیکھ کر دیوبند کے رئیس مولٰنا مولوی محمد شریف خان صاحب نے آپ کو رشتہ کی تقریب کی۔ چنانچہ سنت سنیہ کے مطابق رشتہ ہُوا۔ فاضل اساتذہ نے ڈابھیل والوں کی گزارش پر آپ کا انتخاب سورت ڈابھیل میں حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بنا شدہ مدرسہ میں کیا۔ چنانچہ آج تک دیوبند میں رہائش رکھتے ہُوئے مدرسہ ڈابھیل میں تدریسی فرائض ادا کر رہے ہیں"۔

مولٰنا مولوی مقبول الرحمٰن صاحب

مولٰنا مولوی عبداللہ صاحب کے دُوسرے فرزند جناب مولوی مقبول الرحمٰن صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مرحوم سے حاصل کی اور دیگر کتابیں علوم مروّجہ کی مختلف علماء علاقہ سے پڑھ کر لاہور گئے، وہاں سے تکمیل کر کے واپس آئے تو سرائے صالح گورنمنٹ ہائی سکول میں معلّم دینیات کی آسامی پر آپ کا تقرر ہُوا۔ بقول مولوی محمد ایوب صاحب "آپ بہترین عالم، واعظ، خوش بیان اور قاری ہیں"۔

مولٰنا مولوی خلیل الرحمٰن صاحب

مولوی محمد ایوب صاحب نقشبندی کے نانا صاحب بھی بہت عالم وفاضل اور علاقہ کے "قاضی تھے۔ آپ تحریر کرتے ہیں" احقر کی والدہ موضع بیرن گلی میں قریشی خاندان سے تھیں۔ نانا صاحب مرحوم عالم باعمل، خوش وضع، وجیہہ، اپنے پورے علاقہ کے قاضی تھے۔ گردونواح کے علماء آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے۔ خوشنویسی آپ کی مسلّم تھی۔ کئی ایک کتابیں آپ کی قلمی ہیں۔" آپ کے تین فرزند تھے: "قاضی فیض عالم، مولوی شاہ زمان اور مولوی محمد جان۔

قاضی فیض عالم صاحب نے تحصیل علم مولوی محمد عبداللہ صاحب، مولٰنا عبدالباقی صاحب اور مجاہد عظیم مولٰنا مولوی محمد اسحاق صاحب مانسہروی سے کی۔ آپ کے تین فرزند تھے: مولٰنا مولوی خلیل الرحمٰن صاحب،

مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ، مولوی شفیق الرحمٰن صاحب ہر سہ عالم وفاضل ہیں ۔ مولٰنا مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے ابتدائی کتابیں اپنے علاقہ کے علمائے سے پڑھیں ۔ متوسط کتابیں علاقہ چھچھ کے علمائے سے پڑھ کر دیوبند چلے گئے ۔ چونکہ آپ بڑے ذہین اور نکتہ سنج تھے ۔ نیز کتابوں پر بالغ نظر رکھتے تھے ۔ لہٰذا سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مراد آباد کے مدرسہ میں بطور مدرس تقرر کیا گیا ۔ اس وقت اس مدرسہ کے صدر مدرس مولٰنا مرتضیٰ حسن چاند پوری تھے واپس آکر ہری پور کے دار العلوم رحمانیہ میں مدرس ہوئے ۔ دس برس تک بڑی محنت اور جانفشانی سے طلباء کو درس نظامی کا درس دیتے رہے ۔ دس برس کے بعد موضع سکندر پور میں احمد المدارس میں تدریس شروع کی اور اب تک اسی مدرسہ میں درس نظامی کا درس دیتے رہے ۔

مولٰنا مولوی محمد حسین صاحب

ساکن کیلگ تحصیل ہری پور ہزارہ

آپ کا اسم گرامی محمد حسین تھا، والد کا نام مولٰنا نذیر احمد صاحب۔ موضع کیلگ کے رہنے والے تھے۔ یہ موضع تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ میں بالڈھیر ریلوے اسٹیشن سے تقریباً دو میل پر واقع ہے۔

آپ کا خاندان جناب سیّد احمد صاحب شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سندھ سے ہوتا ہوا وارد ہزارہ ہوا۔ سکھوں کے ساتھ لڑتے ہوئے آپ کے تین چچے بالاکوٹ کے مقتل میں شہید ہوئے۔ اپنے والد مولٰنا نذیر احمد سے ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد جناب مولٰنا محمد حسین صاحب تکمیلِ علم کے لیے ہندوستان کے مختلف مدارس میں پڑھتے رہے۔ آخر دارالعلوم دیوبند میں پہنچ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ جب تکمیلِ علم کر چکے تو واپس موضع کیلگ آئے اور درس تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ کا درس دیتے۔ اس تمام علاقہ میں آپ علمِ میراث کے جاننے میں کافی شہرت رکھتے تھے۔

آپ کے شاگرد علاقہ آزاد گلگت، پونچھ اور کشمیر میں اس وقت بھی صاحبِ درس اور صاحبِ افتاء ہیں۔ آپ کے اخلاف رشید مولٰنا عبدالحیٔ صاحب، مولٰنا احمد صاحب اور مولٰنا محمد صاحب مرحومین ہر سہ مشہور عالم و فاضل ہوئے ہیں۔ اپنے وقت میں ہر سہ حضرات نے دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ بے شمار

طالبان دین اسلامی کو اپنے علوم قرآن، سنّت اور فقہ سے مستفید فرمایا۔ ان حضرات کی یادگار ایک نادر کتب خانہ ہے جو کہ اس وقت بھی موجود ہے۔ ان حضرات نے اپنی قیمتی جائداد بیچ کر ان کتابوں کو خریدا ہے۔ اس کتب خانہ میں قلمی، مصری اور دیگر مختلف شعبوں کی چھپی ہوئی ہر علم و فن کی کتابیں جمع کی گئی ہیں۔

موجودہ دور میں اس علمی گھرانہ کا ایک فرد قاضی محمد عبداللہ صاحب ایس وی منشی فاضل، ادیب فاضل اور جامعہ ملی دہلی کے پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ ماہرِ زراعت ہیں آپ نے اس فن پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔ اپنے علاقہ کے بہترین سماجی کارکن ہیں۔ اپنے گاؤں میں دیہات سدھار کے صدر اور یونین کونسل کے نامزد ممبر ہیں۔ آجکل کالونی سکول ٹیلیفون فیکٹری میں ملازم ہیں۔

حضرت مولٰنا حافظ قاری الحاج محمد حمید الدین صاحب صدیقی قادری چشتی

آپ کا اسم گرامی محمد حمید الدین ، والد کا نام حکیم عبد الرحمان اور دادا کا نام حافظ محمد معصوم صدیقی ہے۔ آپ کے جداعلیٰ مصر سے ہندوستان ہوتے ہوئے وزیر آباد (پنجاب) تشریف لائے۔ نواب نجیب اللہ خاں کے عہد میں کوٹ نجیب اللہ ہزارہ میں قاضی القضا کے عہدہ پر فائز ہو کر یہاں مقیم ہو گئے۔ اس اعزاز کے ساتھ کافی زمین بھی بطور جاگیر دی گئی۔

۱۸۵۳ء میں جناب حمید الدین صاحب حکیم عبد الرحمان صاحب کے گھر کوٹ نجیب اللہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد کے زیر سایہ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اور قرآن مجید والد صاحب نے ہی حفظ کروایا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ مولوی احمد صاحب سکندر پوری کے درس میں داخل کر دیئے گئے۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد لاہور میں حضرت عبد اللہ صاحب ٹونکوی سے مزید کتابیں پڑھیں اور کتابت کا فن بھی سیکھا۔ اس کے بعد لاہور میں حضرت مولٰنا مولوی غلام قادر صاحب بھیروی خطیب بیگم شاہی مسجد لاہور کی صحبت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ ان کی خدمت میں رہ کر تکمیل علوم متداولہ کر لیا۔ آپ صرف و نحو میں امام تصور کیے جاتے تھے۔ دور دراز کے طلباء آپ سے صرف و نحو پڑھنے آتے۔ آپ نے عقدۃ الآلی بمعروف بتانونچہ کھوالی صرف و نحو پر

پنجابی زبان میں کتاب لکھی جو کہ ۱۳۱۵ھ میں شیخ الٰہی بخش لاہوری کتب فروش نے شائع کی۔

حضرت صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی مسجد میں امامت کے فرائض بھی سونپے تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ تھا اور آپ ان کے خلیفۂ اوّل تھے۔

تمام زندگی درس تدریس میں گزاری، قرآن مجید بھی حفظ کرواتے۔ فن قرأت و تجوید میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اسی لیے حفظِ قرآن اصول قرأت و تجوید کے ساتھ کرواتے۔

کافی عرصہ آپ جالندھر میں چھاؤنی کی جامع مسجد میں خطیب اور امام رہے۔ روزانہ درس قرآن مجید اور درس حدیث دیا کرتے۔ حفظِ قرآن کا سلسلہ بھی جاری کیا۔

آپ نے سلسلہ چشتیہ کی اشاعت و ترویج میں کافی کوشش کی۔ مریدین کے حلقہ پر توجہ بھی فرماتے اور طالبانِ راہِ سلوک کو ہدایت وارشاد سے بھی نوازتے۔ چنانچہ دو حضرات آپ کے خلفاء اب بھی اس سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ ایک مولانا مولوی محمد یوسف صاحب جالندھری حال مقیم ڈسکہ خطیب جامع مسجد فاضل دیوان صاحب ڈسکہ۔ دوسرے سید تصدق حسین شاہ صاحب ملازم ریلوے لاہور۔

آپ نے دو شادیاں کیں پہلی بیوی سے چار لڑکیاں اور چار لڑکے ہوئے۔ آپ کی اس بیوی کا دہلی میں انتقال ہوا۔ دوسری بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا حافظ حسن الدین صاحب تولد ہوئے۔ آپ کے اس صاحبزادہ کی عمر ۲۶ برس کے قریب ہے۔ حافظ قرآن اور ایف ایس سی ہیں۔

آپ نے دو مرتبہ حج کیا۔ پہلی مرتبہ ۱۳۴۲ھ اور دوسری بار ۱۹۴۶ء میں۔ درود مستغاث کی شرح، سیر دنیا اور عقدۃ الآلی بقا و نچہ کہلوائی نامی تین کتابیں تالیف کر کے شائع کروائیں۔

آپ کا وصال ۱۱ر جمادی الاوّل ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۸ر جنوری ۱۹۵۳ء بروز بدھ ہوا۔

مولٰنا مولوی قاضی محمد شمس الدین صاحب نقشبندی

(ساکن درویشی ہری پور)

آپ کا اسم گرامی قاضی محمد شمس الدین، والد کا نام قاضی فیروز الدین صاحب تھا۔ آپ موضع درویش جو کہ ریلوے اسٹیشن ہری پور سے سوا میل پر واقع ہے میں سکونت رکھتے تھے۔

ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے دیگر علوم کی کتابیں مولٰنا مولوی غلام رسول صاحب پتی ضلع گجرات، مولٰنا مولوی عبدالحیٔ صاحب بھوئی گاڑ ضلع اٹک اور قاضی صدر الدین صاحب سے پڑھیں۔ مولٰنا مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ واپس آ کر درس تدریس میں زندگی گزاری۔

آپ کی تصانیف موسوم بہ "ڈاڑھی کی اسلامی حیثیت"، "سیرت خلفاء اسلام" چھپ چکی ہیں اور "تیغ برّاں بر فتنۂ غلام خان" اور "آوازِ حق" قلمی ہیں ــــــ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ المشائخ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبداللہ صاحب قدس سرہٗ کندیاں سے بیعت کی تھی ــــــ انتہائی متواضع، ملنسار، مہمان نواز اور کم گو تھے۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ برس کے قریب ہو گی۔

مفسرِ عظیم ، محدّث جلیل ، فقیہ ملّت ، شیخ طریقت

الحاج سیّد محمود شاہ صاحب محدّث ہزاروی

آپ کا نام نامی و اسم گرامی سیّد محمود شاہ صاحب ، والد گرامی مرتبت کا اسم مبارک اعلحضرت خواجہ سید محبوب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا ، آپ کا لقب " محدّث ہزاروی " ہے اور کنیّت ابو مسعود ہے۔ ضلع ہزارہ ، ریلوے اسٹیشن حویلیاں کے جانب غرب ایک بستی ہے جس کا نام " بستی محبوب آباد " ہے۔ اس بستی کے ساتھ ان گنت دلوں کی روحانی وابستگی ہے ، جناب خواجہ سیّد محبوب علی شاہ ۱۹۰۱ء کے بعد اس جگہ تشریف لائے اور اس ویرانہ کو آباد کیا۔ آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شہباز طریقت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ ایک سو اسی ۱۸۰ برس کی عمر پائی۔ آپ کی آخری آرامگاہ یہی خانقاہ محبوب آباد ہے۔ آپ ہی کی نسبت و برکت سے یہ مختصر ساخطہ دنیائے اسلام میں جگمگا اٹھا اور فیوض و برکات کے چشمے جاری ہوئے ، جن سے ہزارہا بندگانِ خدا سیراب ہوئے اور روحانی تسکین حاصل کی۔ جناب حضرت ابو مسعود سیّد محمود شاہ صاحب محدّث ہزاروی آج سے ۶۰ برس پیشتر بمقام سوہن علاقہ تناول میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان زمانۂ قدیم سے علومِ شریعت و طریقت کی تدریس و ترویج کے سلسلہ میں مشہور و معروف تھا۔ آپ نے ابتداء سے تا دورۂ حدیث شریف تمام ضروری علوم و فنون اپنے والد بزرگوار اعلحضرت خواجہ سیّد محبوب علی شاہ صاحب قدس سرہٗ و برادر محترم حضرت علاّمہ ابو نعیم خواجہ

سید عبد القاضی شاہ صاحب محدث ہزاروی قدس سرہٗ سے حاصل کیے اور سندِ فراغت حاصل کی۔ پھر مزید مہارت وخصوصی فنون میں زیادہ دستگاہ کے پیشِ نظر ہندوستان کے مشہور مدارس لاہور، سہارن پور، دہلی، رامپور، مراد آباد وغیرہ وغیرہ تشریف لے گئے۔ چنانچہ حزب الاحناف مراد آباد سے بھی اسناد کا اعزاز پایا۔

آپ کا شجرۂ نسب اور شجرۂ طریقت دونوں سلسلوں میں ۳۹ واسطوں سے ہادی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔[1]

اعلیٰحضرت خواجہ سید محبوب علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ سے آپ نے چشتیہ قادریہ کے فیوض و برکات سے اپنا سینہ معمور فرمایا اور اپنے برادرِ معظم مقتدائے احناف، پیشوائے اہلِ سنت حضرت خواجہ سید ابو نعیم محمد عبد القاضی شاہ صاحب محدث سنی، حنفی، قادری محبوب آبادی سے طریقت کے تین سلاسل کی اجازت پائی۔ جناب امام اہلسنت وجماعت، امیر شریعت وطریقت حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ وقادریہ کی خصوصاً اور دیگر سلاسل کی عموماً اجازت حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت باباجی فقیر محمد صاحب فاروقی تیراہی ثم چوراہی کے عرس مبارک پر اور پھر ۱۹۴۴ء میں نشاط باغ سرینگر کشمیر میں آپ کو خلافت سے نواز کر طریقت و معرفت میں اپنا خلیفۂ اعظم بنایا۔ جب آپ علم ظاہری اور باطنی سے کلی طور پر مزین ہو گئے تو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے ۱۹۵۵ء میں حرمین الشریفین تشریف لے گئے۔ مدینہ طیبہ میں بروز جمعہ حضرت زبدۃ العارفین ابو الحامد سید محمد محدث کچھوچھوی نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی خصوصاً اور دوسرے سلاسل کی عموماً اجازت فرما کر آپ کو مکمل فرما دیا اور یوں ولایت کے چاروں سلاسل کا بحرِ عمیق میں غواصی کرتے ہوئے احیاءِ دین کے لیے یہ گوہرِ بے بہا ساحلِ مراد تک پہنچ گیا۔

جناب حضرت مولانائے موصوف نے تقریباً ۱۶۲ تصانیف تحریر کیں جو تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، اخلاق، عقائد اور تصوف پر مشتمل ہیں۔ از انجملہ مکمل واکثر مطبوع، جو اپنے وطن اور بیرونِ وطن اسلامی ممالک

---

[1] تذکرۂ اولیٰ

تک پہنچ چکی ہیں۔ آپ کی بعض تصانیف ۱۹۵۵ء میں جب آپ بیت اللہ شریف لے گئے تو حضرت محدث صاحب کچھوچھہ شریف کو پیش کی گئیں جن پر آپ نے بیحد مسرت کے ساتھ طویل تصدیقات و تاکیدات میں تقاریظ تحریر فرمائیں۔ چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ احیاء الادب فی اعتبار الکفائۃ والنسب ۴ جلد غیر مطبوعہ۔

۲۔ جامع الخیرات ۹۳۶ صفحات مطبوعہ۔

۳۔ صحیفۂ تحقیقات

۴۔ جہاد

۵۔ الدولۃ القادریہ فی حل ذبائح الاسلامیہ

۶۔ کتاب الذکر

۷۔ حفظ دین وایمان (خوارج ووہابیہ پر مثالی تبصرہ)

۸۔ مقامع السنیہ (غیر سید سے نکاح سیدہ کی غیر مشروعیت پر علمی خزانہ)

۹۔ تحقیق خیر (معمولات اسلامیہ پر تشکوک کا جواب)

۱۰۔ اربعین نبویہ (چالیس احادیث منتخبہ)

۱۱۔ اربعین خواتین

۱۲۔ السیف المسلول (اہانت وایذا سادات کا اسلامی حنفی فیصلہ)

۱۳۔ روح التفاسیر ۴ جلد غیر مطبوعہ

۱۴۔ تسہیل السنۃ (علم حدیث کی مشکلات کا حل)

۱۵۔ تسہیل الترجمہ

۱۶۔ زاد محمود ۵ جلد

۱۷۔ ذکرِ جمیل (فضائل صحابہ و اہلسنّت)

۱۸۔ زاد اللبیب فی ذکر النبی الحبیب (شانِ رسالتؐ پر فرقِ ضالہ کی تنقید کا رد اور دین، ایمان و اسلام کے دلائل کا سمندر)

۱۹۔ محفلِ محبوب ۴ جلد (شانِ حبیبؐ و مناقب آلؑ اصحاب پر ایمان افروز علمی ذخیرہ)

۲۰۔ یادِ حبیبؐ (نعت شریف)

۲۱۔ مطالع الانوار

۲۲۔ رفع التبرا بنقص الافتراء (آل و اصحاب پر تبرّا بازی کا ردّ)

۲۳۔ مودت اور اسلام

۲۴۔ مثنوی آب بقا

۲۵۔ سلام محمود

۲۶۔ نظام مقصود شرح سلام محمود

۲۷۔ نعت محمود

۲۸۔ شجرۂ ایمان

۲۹۔ ریاض جنّت (فضائل مدینہ منورہ)

۳۰۔ تنویر القلوب (ادب و عشق رسول کریمؐ کا خزانہ)

۳۱۔ فقیہ الفقہ (فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب)

۳۲۔ حدیثِ عشق (عرفان پر غزل)

۳۳۔ مناقب صحابہ

۳۴۔ فضل عظیم (مناقب آل و اسلام) ۴ جلد غیر مطبوعہ

کمال نفی کا ہے تو علامہ نے فرطِ مسرت سے بڑھ کر حضرت کی پیشانی مبارک چُوم لی، اور دُعا دی، اور فرمایا، بعینہٖ یہ نکتہ میرے ذہن میں چمکا اور پھر خیال سے اُتر گیا، نہ میں لکھ سکا اور نہ ہی پھر کبھی یاد آیا۔"

"اس کے بعد آپ نے صدر الافاضل علامہ مولٰنا نعیم الدین صاحب مراد آبادی سے ملاقات کی، درس سماع فرمایا چنانچہ حضرت علامہ نے بھی خوش آیند مستقبل کی خبر دیتے ہُوئے موصوف کے حق میں دُعا فرمائی۔"

آپ کے اخلاق کا تذکرہ کرتے ہُوئے سیّد عبدالعزیز شاہ صاحب لکھتے ہیں،

"آپ کا اخلاق پاک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلقِ عظیم کا آئینہ ہے۔ آپ کے دل میں برق لاتخف ضوفگن ہے۔ آپ کی حیات طیّبہ عزم و عمل کی پیکر ہے۔ آپ کی ساری زندگی راہ خدا میں سربکف گزری، آپ کو رب تعالیٰ کے محبوبوں سے نسبت ہے۔ آپ کے زہد و تقویٰ کے چرچے چہار سُو عالم میں پھیلے ہُوئے ہیں۔"

آپ کے دیگر احوال کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"اُن کی نظر میں دُرّ اور خزف ایک ہیں۔ شب زندہ داری آپ کے اٹل معمولات سے ہے خدمت دین میں حد درجہ شغف ہے۔ غرضیکہ معاملات میں، تقوٰی میں، لین دین میں دیانت اور بلند کرداری کی تو کوئی مثال ہی نہیں۔ رنگ پختہ، ارادہ پختہ، علمی دنیا میں آپ کا مقام بہت ارفع و اعلٰی ہے۔ آپ کی چالیس تصانیف چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہیں اور تقریباً ۱۱۳ زیرِ تکمیل ہیں۔ آپ اعلیٰ درجہ کے محدث، مفسّر، شاعر، نثار، نباض مبلّغ، مفتی، فاضل، منصف لحن داؤدی رکھتے ہیں۔

آپ عبادات کے معاملہ میں بہت ہی سخت تاکید کرتے ہیں۔ نماز باجماعت کی پابندی آپ کے ہاں لازمی

امور سے ہے۔ اگر کسی مُرید کی آپ کے سامنے ایک نماز قضا ہو جائے تو اس کو حکم کرتے کہ چلچلاتی دھوپ میں سَو نفل ادا کرے، اگر آپ کو علم ہو جائے کہ سلسلہ کا کوئی طالب نماز میں سُستی اور کوتاہی کرتا ہے تو تمام تعلقات پر پانی پھیر دیتے ہیں۔

آپ نے لاکھوں روپے کا کتب خانہ مہیا کیا ہے جس میں ہر فن کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں اور نہایت ہی قیمتی نایاب کتب کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔

جب آپ تیسری بار حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے شریعت و طریقت کے علوم و فیوض کو جاری رکھنے کے لیے ایک عالی شان جامعہ مسجد حنفیہ اور خانقاہ محبوب آباد کی شاندار تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دن رات کا آرام ترک کر رکھا ہے۔ بیسیوں سے سینکڑوں تک آدمی کام کرتے ہیں، کسی سے کوئی چندے کا مطالبہ نہیں۔ عقیدت مند خود بخود شوق و محبت سے حاضر ہو کر خدمت کر رہے ہیں۔

تمام ہندوستان میں آپ نے تبلیغی کام کیا اور آخر میں ضلع کوہاٹ (سابق سرحد) میں متعدد جگہ دینی مدارس قائم کئے اور علم دین کی اشاعت و ترویج کے لیے اہتمام فرمایا۔ دینِ اسلام کے دشمن آپ کی خداداد ذہانت اور حقیقت پسند رویہ سے کڑھتے رہے اور آپ کی اِن تبلیغی مساعی کی راہ میں مصائب و آلام کے پہاڑ حائل کرتے رہے مگر یہ کہنہ مشق، جفاکش، مردِ آہن، بندۂ وحدہٗ لاشریک اندھیری شب میں قافلہ کے لیے قندیل ربانی دستِ حق پرست میں لیے برسوں سے اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ اپنے اس تبلیغی مشن میں جتنے بھی خطرات، حوادثات، مصائب و آلام سامنے آئے آپ نے ان کو نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرتے ہوئے مردانہ وار مقابلہ کیا اور انتہائی صبر و شکر کے ساتھ ان تمام سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

آپ اُردو، فارسی، پشتو، عربی اور دوسری علاقائی زبانوں میں تقریر کر سکتے ہیں اور تحریر بھی کر سکتے ہیں، آپ کے مریدین و معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ پاک و ہند، کابل و ایران، ترکی و مصر، عرب و یمن،

لنکا، برما، کشمیر، چین غرضیکہ ملک اور بیرونِ ملک ہر بلاد و امصار میں آپ کے جان نثار موجود ہیں۔ آپ کے حکیمانہ ارشادات کے ملخص یہ ہیں :-

"آپ کی اصطلاح خاص میں ادب نام ہے دین کا اور عشق نام ہے ایمان کا۔"

"ہر فرزند طریقت زندگی کے ہر وقت و حال میں کتاب و سنّت کی روشنی میں اتباع شرع، درستگیٔ اعتقاد و عمل کو لازم جانے۔"

"توحید وہ ہے جسے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّد رسول اللہ نے ثابت کیا۔"

"شرک وُہ جسے کلمہ طیبہ لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ نے ردّ کیا۔"

"حق کے ادب و عشق میں دین و ایمان ہے۔"

"حق کے ادب و عشق کا مخالف دین ایمان کا دشمن ہے۔"

"جو اہل باطل سے دین ایمان سیکھے وُہ اندھے، بہرے، گونگے سے رہبری چاہتا ہے۔"

"باطل کا ہر مشروع مقابلہ جہاد ہے۔"

"توفیق و حیثیت کے مطابق ہر مسلمان پر تبلیغ دین ایمان کے سلسلہ میں جہاد لازم ہے۔"

"باطل کی غیر مشروع حمایت حق کی دشمنی ہے۔"

"دنیا وطن نہیں گزرگاہ ہے۔"

"فرصت اور وقت کو غنیمت جانو، حق کا ساتھ دو، باطل سے بچو۔"

مولٰنا مولوی سیّد محمود شاہ صاحب

(ہزاروی)

آپ کا اسم گرامی سید محمود شاہ، والد کا نام مولٰنا مولوی سید میر محمد شاہ صاحب، دادا کا نام سید حسین شاہ صاحب اور پردادا کا نام سیّد پیر شاہ صاحب المشہدی تھا۔

آپ کے آباءکرام مدت مدید سے موضع "ڈھینڈہ" جو کہ ہری پور سے مغرب کی طرف تین میل پر واقع ہے، آباد ہیں۔

آپ کے دادا مولٰنا مولوی سید حسین شاہ صاحب عالم و فاضل اور صاحبِ درس تھے۔ اپنے وقت میں کافی شہرت کے مالک تھے۔ آپ نے پنجابی نظم میں سیف الموحدین المعروف بہ تنبیہ المشرکین نامی ۱۲ صفحات پر مشتمل پمفلٹ لکھا جو کہ شائع ہُوا اور پھر مولٰنا مولوی محمود شاہ صاحب نے اس پر عربی اور فارسی میں حاشیہ لکھ کر شائع کیا۔

مولٰنا سید محمود شاہ صاحب کے والد مولٰنا حکیم سیّد میر محمد شاہ صاحب نے اپنے والد سے دینی تعلیم کا وافر حصّہ پایا اور پھر مزید تعلیم کے لیے جناب حافظ محمد صاحب نابینا ساکن لکھو ضلع فیروز پور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے علوم معقول و منقول حاصل کیے۔ آپ بہترین حکیم تھے۔ دینی علم کے ساتھ ساتھ حکمت بھی کرتے۔

مولٰنا سیّد محمود شاہ صاحب کے ایک بھائی سیّد میر عطاء اللہ صاحب بھی بڑے عالم و فاضل تھے۔ یہ بچپن ہی سے تحصیل علم کے لیے دہلی گئے۔ مختلف اساتذہ سے تکمیل علم کیا۔ زیادہ تر علم مولٰنا مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے حاصل کیا۔ جب آپ واپس وطن آرہے تھے تو راستہ ہی میں بمقام روپڑ بیمار ہوئے اور انتقال کیا۔

مولٰنا محمود شاہ ۱۸۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد سے اور دیگر اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اپنی خداداد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے تمام ضلع ہزارہ اور ضلع پشاور میں کافی شہرت حاصل کی۔ بہترین واعظ تھے۔ پشاور شہر کا بچہ بچہ آپ کے مواعظ حسنہ سے انتہائی طور پر لطف اندوز ہوتا تھا۔ آپ مناسب مواقع پر پنجابی کے جو اشعار پڑھتے وہ اب تک لوگوں کو ورد زبان ہیں۔ آپ کے وعظ میں ایک خاص اثر اور کیفیت تھی۔ رسم و رواج اور بدعات کو ختم کرنے کیلئے آپنے بڑی محنت و کاوش کی۔

آپ کے دور میں بعض علماء مثلاً مولٰنا ابوالاسعد محمد فیض عالم ساکن درویش، مولانا مولوی غلام دستگیر حنفی قصوری، مولانا مولوی حافظ احمد صاحب ساکن جھنگ مگھیانہ اور مولوی محمد مقیم صاحب بصیر پوری ضلع منٹگمری وغیرہ نے آپ کے بعض عقاید پر کافی اعتراضات کیے اور مطعون بہ وہابی کہا گیا۔ آپ نے ان کے اعتراضات کے مدلل جوابات بذریعہ خطوط دیے۔ ایک رسالہ بنام تبصرۃ الجمعہ لکھا۔ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری نے اس کا رد بنام " اصلاح غلطیات رسالہ تبصرۃ الجمعہ" شائع کیا۔

مولٰنا موصوف نے ایک رسالہ بنام عقیدۂ محمودیہ عربی میں لکھا۔ عربی مجموعۃ الخطب کا اُردو میں ترجمہ بھی کیا۔ آپ کی زندگی وعظ و تبلیغ میں گزری۔ نہایت ہی با اخلاق، شائستہ، سنجیدہ اور انتہائی خوش مزاج واقع ہوئے تھے آپ اتنے پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے کہ مخالفین بھی آپ کے حسنِ اخلاق کے مداح تھے۔

۱۹۱۹ء میں بمقام بڑھ بلوچاں بیمار ہوئے اور انتقال کیا۔ اپنے آبائی گاؤں موضع ڈھینڈہ نزد دھمہ ی پور دفن ہوئے۔

مولٰنا مولوی محمد عثمان صاحب

(ساکن تربیلہ ضلع ہزارہ)

آپ کا نام محمد عثمان ، والد کا نام مولٰنا مولوی عبدالقیوم صاحب اور دادا کا نام حسین شاہ صاحب تھا۔ آپ کے خاندان کا تعلق "کوٹہ ملا صاحب" یعنی مولٰنا سید امیر صاحب کے ساتھ عقیدت و محبت پر مبنی تھا اسی نسبت کی بنا پر کوٹہ ملا صاحب نے آپ کے والد مولٰنا مولوی عبدالقیوم صاحب کو موضع ٹیری کی جامع مسجد میں قاضی و خطیب مقرر کیا۔

مولٰنا محمد عثمان صاحب یکم جنوری ۱۹۱۵ء میں بمقام ٹیری پیدا ہوئے۔ موضع مرغز میں پرائمری تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی مذہبی تعلیم کے حصول کے بعد دہلی میں مدرسہ فتح پوری میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۴ء میں وہاں سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ امینیہ دہلی میں مولٰنا مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم کے پاس دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۹۳۷ء میں مدرسہ رحیمیہ دہلی میں رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں مولٰنا مولوی محمد طیب صاحب سے مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ صدرہ مولٰنا مولوی نافع گل صاحب سے شرح عقاید جلالی مولٰنا مولوی شمس الحق صاحب افغانی سے پڑھیں۔ نیلا گنبد لاہور کے مدرسہ میں مولوی، مولوی عالم کی جماعتوں کو پڑھاتے رہے۔ اس وقت تربیلہ سکول میں عربی کے مدرس ہیں۔

مولانا مولوی شمس الدین صاحب سید پوری مظفرآبادی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی ہے۔ حسن اخلاق کا نمونہ ہیں، سلف صالحین کی صورت و سیرت رکھتے ہیں، پچاس برس کے لگ بھگ عمر ہو گی۔

آپ کے تین فرزند ہیں:

محمد لقمان ـــــــ حفظ الرحمان ـــــــ عطاء الرحمان ـــــــ

حضرت علّامہ دوراں مفتی محمد غلام جان صاحب قادری رضوی رحؒ

(ھزاروی)

آپ کا نام نامی محمد غلام جان صاحب ، والد کا نام احمد جی اور دادا کا نام محمد عالم تھا۔ آپ کی کنیت ابوالمظفر اور القاب فقیہہ دوراں حضرت علّامہ مفتی اہل سنّت وجماعت ہیں۔

جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر آخری حملہ کیا تو بابا میر قطب شاہ صاحب نے سلطان کی ہر ممکن امداد کی۔ جب سلطان نے فتح حاصل کر لی تو سرحد اور پنجاب میں کچھ علاقہ آپ کو نذر کیا۔ آپ نے وہ علاقہ اپنے بیٹوں کو دے دیا اور خود واپس غزنی تشریف لے گئے۔ جناب مفتی محمد غلام جان صاحب ان کی ۲۱ ویں پشت میں سے ہیں۔ اس لیے آپ کا خاندان قطب شاہی کہلاتا ہے۔ نیز آپ کا سلسلۂ نسب ۳۲ واسطوں کے بعد بوساطت حضرت محمد بن حنفیہ حضرت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے آپ اعوان قطب شاہی کہلاتے ہیں۔

آپ کا گھرانہ علم وحکمت کا گھر تھا اس لیے تمام علاقہ میں مشہور تھا کہ آپ کے دادصاحب جناب مولٰنا مولوی محمد عالم صاحب اور والد گرامی جناب حضرت عالم باعمل مولٰنا مولوی احمد جی صاحب نہایت ہی پاکیزہ نفس اور بہت ہی بلند پایہ عالم تھے۔ آپ کے والد محترم توصائم الدہر اور قایم اللّیل تھے۔ زہد وعبادت اور تقویٰ و

پرہیزگاری کی وجہ سے لوگوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

جناب مولانا مولوی احمد جی صاحب کے پانچ بیٹے تھے: مولانا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا مولوی خلیل الرحمٰن صاحب، مولانا مولوی وسیع اللہ صاحب اور جناب سید رسول صاحب، مفتی محمد غلام جان صاحب کے علاوہ بھی باقی حضرات نے علم و فضل میں کمال حاصل کیا اور اپنی زندگی درس تدریس میں گزاری اور دین اسلام کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

جناب مفتی محمد غلام جان صاحب نے قرآن کریم، فارسی نظم، صرف نحو اور فقہ حنفی کی ابتدائی کتب اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ جب آپ ابتدائی کتابوں سے فارغ ہو گئے تو مزید حصول کے لیے گھر سے نکلے۔ ان ایام میں ضلع ہزارہ میں موضع مشوال تحصیل چکوال میں موضع پنجائن اور فتح جنگ میں موضع کھوال صرف اور نحو پڑھانے کے مراکز تھے۔ آپ بھی یہاں آئے اور صرف و نحو کی تکمیل کی، ضلع گجرات میں موضع انّھی میں معقول و منقول کے علّامہ اجل مولانا مولوی غلام رسول صاحب سے معقول و فقہ کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اس زمانہ میں علم ریاضی اور معقول میں برصغیر پاک و ہند میں حضرت علّامہ مولانا مولوی برکات احمد صاحب ٹونکی کا طوطی بول رہا تھا (مولانائے موصوف حضرت مولانا مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی کے شاگرد تھے) آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ریاضی و معقول کی کتابیں پڑھیں۔ مولانا سلامت اللہ صاحب رامپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دہلی، سہارن پور، اور آگرہ کے مختلف مدارس میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۳۲۵ھ میں مدرسہ عالیہ ریاست رامپور میں تتمہ تکمیل پڑھا۔

جناب[1] مولانا مولوی مظفر اقبال صاحب فرماتے ہیں کہ "طالب علمی کے زمانہ میں گرامی منزلت والد محترم کو سلوک و معرفت کے ساتھ بہت لگاؤ تھا۔ چنانچہ شیخ کامل کی تلاش میں آپ اس وقت کے ممتاز اور مشہور پیر طریقت حضرت قاضی صاحب اعوان شریف (ضلع گجرات) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو (یعنی قاضی صاحب کو) سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کا مصداق پایا۔ والد محترم نے بیعت کی درخواست کی تو چونکہ قاضی صاحب مرحوم کو "کشف قلوب اور کشف قبور" دونوں حاصل تھے۔ فرمانے لگے کہ بیٹا!

---

[1] مولانائے موصوف مدرسہ نعمانیہ لاہور میں مدرس ہیں۔ عالم و فاضل، متقی، پرہیزگار اور نہایت ہی شریف النفس ہیں۔

اتنے دور دراز سے بیعت ہونے کے لیے آئے ہو بڑا پیر تو علم ہے اوّل علم ظاہری حاصل کرو، بعدہٗ علم باطنی حاصل کرنا۔"

تو فیکہ آپ سہارنپور، رامپور، ٹونک، دہلی، پیلنڈور، آگرہ، گلاوٹی اور امروہہ وغیرہ سے حصولِ علم کرتے ہوئے بریلی پہنچے اور دارالعلوم منظرِ اسلام (جو کہ ان دنوں اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے زیرِ نگرانی اشاعت حقہ اہل سنّت وجماعت اور علومِ متداولہ کی خدمت سرانجام دے رہا تھا) میں تشریف لے گئے جناب مولنٰا مظفر اقبال صاحب تحریر فرماتے ہیں " بریلی شریف میں اعلیٰحضرت سے مدرسہ میں تعلیم کی درخواست کی تو عقاید کا امتحان دینے کے بعد آپ کو مدرسہ میں داخل کر لیا گیا۔ صدر مدرس حضرت قبلہ علاّمہ مولنٰا ظہور الحسن صاحب فاروقی جو معقول میں معدوم النظیر اور بلا واسطہ مولنٰا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص تھے ان سے قاضی مبارک، صدرہ، شمس بازغہ، توضیح تلویح اور صحاح ستہ مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور دستار بندی سے مشرف ہوئے۔"

ابھی آپ دارالعلوم میں پڑھ رہے تھے کہ استاد موصوف نے آپ کی خداداد قابلیت کو دیکھ کر ملّا جامی جیسی اہم کتاب آپ کے ذمّہ لگائی کہ آپ اس کا درس دیں۔ آپ کے اسلوبِ تدریس سے طلباء انتہائی مطمئن اور متاثر ہوئے، فارغ ہونے کے بعد کافی عرصہ تک آپ نے وہاں ہی قیام کیا، درس دیتے رہے اور مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور بریلی میں امامت وخطابت کے فرائض پورے کرتے رہے۔ ۱۳۳۷ھ میں بعمر ۲۲ برس آپ دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے۔

ظاہری علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی طرف بھی آپ نے پوری پوری توجہ دی چنانچہ آنجناب نے امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولنٰا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی۔ مولنٰا مظفر اقبال صاحب تحریر فرماتے ہیں "آپ نے اتنے بڑے شرف کے باوجود نہایت منکسر المزاجی اور عاجزی کی زندگی بسر کی، اتنے بڑے اعزاز کے باوجود

کبھی بھی اس بات کا اظہار نہیں فرمایا۔ بصد انکار اصرار کے بعد آپ کسی کو مرید فرمایا کرتے تھے۔

آپ بریلی سے واپسی پر حضرت خواجہ محمود صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف کی خصوصی دعوت پر تونسہ شریف آئے اور وہاں پر کچھ عرصہ تدریس فرمائی، وہاں سے کھڈ شریف کے صاحبزادہ آپ کو کھڈ لے گئے، وہاں پر ایک برس تک علوم متداولہ کی کتابیں پڑھاتے رہے پھر رئیس تھیلیہ ضلع ہزارہ محمد امیر خان صاحب نے آپ کو اپنے ہاں بلایا اور قضا کے عہدہ پر مامور کیا۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اراکین انجمن دارالعلوم نعمانیہ لاہور کی درخواست پر آپ دارالعلوم نعمانیہ میں صدر مدرس اور مفتی بنائے گئے۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں؛

۱۔ فتاویٰ غلامیہ، دو جلد، غیر مطبوعہ

۲۔ نور العینین فی سفر الحرمین، غیر مطبوعہ

۳۔ سیف رحمانی علی راس قادیانی، غیر مطبوعہ

۴۔ دیوان غلامیہ غیر مطبوعہ

۵۔ نغمۂ شہادت غیر مطبوعہ

۶۔ القول المحتاط فی جواز الحیلۃ والاسقاط مطبوعہ

۷۔ رسالہ اذان علی القبر و تعدد جمعہ فی مساجد المصر

شوال ۱۳۴۵ھ میں آپ بریلی سے حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے سب سے پہلے آپ نے اجمیر شریف حضرت خواجۂ بزرگ عطائے رسول قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی، وہاں دارالعلوم معینیہ میں اپنے استاد مکرم جناب حکیم امجد علی صاحب، صاحب بہار شریعت سے ملاقات کی اور استاد محترم نے اپنے شاگرد کو کمال محبت و شفقت کے ساتھ دعائیں دیتے ہوئے اس نیک سفر پر رخصت کیا۔ اجمیر شریف سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے، بمبئی میں رئیس تھیلیہ (ہزارہ) محمد امیر خان، میاں عبدالکریم پراچہ پشاوری،

اور آپ کے شاگرد مولوی محمد اعظم صاحب ہیڈ ماسٹر بفہ ہائی سکول بھی بمبئی پہنچ چکے تھے جنھوں نے آپ کے ہمراہ یہ سفر کرنا تھا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حج سے فارغ ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عاشق زار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لیے مدینہ پاک کا احترام اور ادب بھی اپنی بساط کے مطابق ادب و احترام سے کرتے۔ آپ فرماتے ہیں: "مدینہ پاک میں ہمارے رہنے کی یہ کیفیت تھی کہ رفع حاجت کے لئے ہم شہر سے اتنا دُور باہر چلے جاتے تھے کہ روضہ انور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا۔" جناب مولٰنا مظفر اقبال صاحب تحریر فرماتے ہیں، مدینہ شریف میں ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ گنبد خضرا کے سامنے حاضر تھے کہ آپ نے ایک نہایت ہی خوب و خوش سیرت آدمی کو اپنے قریب دیکھا جس سے ایسی بے مثل خوشبو آ رہی تھی کہ تمام زائرین کے دماغ معطر ہو رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے معلم حاجی رمضان سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے تو معلم صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب ادب کرو، یہ شخص اس کی اولاد میں سے ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تیرے پیٹ میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ خوشبو حضور علیہ السلام کے پیشاب مبارک کی ہے۔"

آپ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عامل سنّت تھے۔ آپ کو آنحضرت حضور پُر نور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے عشق و محبت میں حد درجہ قلبی استغراق تھا اور یہی وہ ذوق تھا جو ان کے علمی و عملی پہلوؤں کا مرکز و محور تھا۔ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا نام پاک زبان پر آتا، آنسو رخساروں پر موتیوں کی طرح چمکنے لگتے۔ قلب سے عشق و محبت کی آگ کے شرارے نمودار ہوتے نظر آتے۔ آپ کے وعظ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا بیان سامعین کے دلوں اور اعمال میں ایک انقلاب برپا کر دیتا اور مجلس مبارک میں لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے۔

آپ انتہائی راسخ العقیدہ حنفی سُنّی مسلمان تھے اور بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادہ مولوی مظفر اقبال صاحب مدرس دار العلوم نعمانیہ تحریر فرماتے ہیں "اس لئے آپ گستاخان

رسول، گستاخانِ صحابہ اور گستاخانِ اولیاءِ کرام کی ملاقات سے ہمیشہ دامن کش رہتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی مسجد میں ایک اطلاعی بورڈ آویزاں کر رکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ کوئی گستاخ رسول، گستاخ صحابہ اور گستاخ اولیاء اللہ وہابی دیوبندی مرزائی رافضی نیچری چکڑالوی اس مسجد میں نہ آئے اور کوئی بات بھی حنفی مذہب کے خلاف نہ کہی جائے۔" اس معاملہ میں آپ اتنے متشدد تھے کہ بقول مولانا صاحب" اگر ان میں سے کوئی شخص مسجد میں آتا اور صحیح بات سمجھانے سے وہ نہ سمجھتا تو اسے فوراً مسجد سے خود نکال دیتے اور مسجد کو دھلاتے کہ گستاخِ رسول کے آنے سے یہ مسجد پلید ہوگئی ہے۔" شریعت اسلامیہ کے احکام کی خلاف ورزی یا بے حرمتی قطعاً برداشت نہ کر سکتے تھے بلکہ جب ایسا کسی شخص کو کرتے دیکھتے تو جوش میں آجاتے اور اس کی خوب اچھی طرح گوشمالی کرتے۔ چنانچہ ایسے " امر بالمعروف" اور" نہی عن المنکر" پر عمل کرنے کے کئی واقعات ہوئے۔ آپ نے جبکہ اونچی مسجد حنفیہ بیری والی تعمیر کروائی۔ اس میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کئے تو رمضان شریف میں خود بازار میں گھوم کر امر بالمعروف کرتے، جو دکانیں کھلی ہوتیں انھیں بند کرواتے۔ بلکہ ایک بار تو ایک ہوٹل کو مع اپنے مقتدیوں کے جاکر توڑ پھوڑ دیا اور بند کروایا۔ ایک بار انھیں ایام مبارکہ میں ایک شخص دودھی لسی بنا رہا تھا آپ نے اینٹ مار کر اس کے کونڈے کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

آپ نہایت ہی پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے، انتہائی سادگی پسند تھے۔ آپ کی طبیعت میں نہ تصنّع تھی اور نہ بناوٹ، باوجود اتنے عالم کبیر ہونے کے مدرس اور خطیب ہونے کے اپنا کام خود کرتے اپنے گھر کا سودا وغیرہ خود لاتے۔ ایک دفعہ آپ لکڑیوں کی دکان سے گھر کے لئے لکڑیاں اٹھائے لا رہے تھے کہ راستے میں ایک مخلص صوفی الہ دین صاحب نقشبندی نعت خواں مل گئے، انھوں نے بڑا اصرار کیا کہ یہ لکڑیاں مجھے دے دیں مگر آپ نے فرمایا کہ" یہ میرا اپنا کام ہے اسے میں خود کروں گا۔" اور فرمایا" الہ دین کیا قیامت میں تم میرا بوجھ اٹھاؤ گے۔" الہ دین کا بیان ہے کہ آپ کے یہ الفاظ سن کر مجھ پر ایک حیرت کا عالم طاری ہو گیا کہ" اللہ اکبر نیک حضرات کے خیالات کتنے نیک اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔"

تمام دن درس و وعظ میں گزرتا اور تقریباً رات کا کافی حصّہ ذکر و فکر میں گزرتا۔ بقول مولنا مظفر اقبال صاحب" بیواؤں، یتیموں اور فقراء کی بہت خدمت کرتے۔ ان لوگوں کے ماہانہ وظائف آپ نے مقرر کر رکھے تھے جو کہ خود ان کے گھر جا کر دے دیا کرتے اور کسی کو بھی آپ کی وفات تک اس کا علم نہ تھا۔ آپ کی وفات کے بعد ان لوگوں کی زبانی اس بات کا علم ہوا جن کی آپ اس طرح امداد فرماتے تھے۔"

آپ نے قرارداد پاکستان کی پُرزور حمایت کی تھی۔ آل انڈیا سنّی کانفرنس میں شامل رہے۔ تقسیم ملک کے بعد جمعیت علماء پاکستان سے منسلک رہے اور جمعیت کے مشاورتی بورڈ کے رکن بھی تھے۔

۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۹ء بروز ہفتہ کلمہ طیّبہ اور درود وسلام کا ورد کرتے ہوئے آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کے جنازہ میں سرحد اور پنجاب کے مقتدر علماء کرام نے شرکت کی۔ حضرت علامہ اجل فاضل اکمل شیخ التفسیر والحدیث مفتی ابوالبرکات سیّد احمد شاہ صاحب قادری اشرفی صدر انجمن حزب الاحناف لاہور نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آپ کو غازی علم دین شہید مرحوم کے مزار کے جنوبی جانب آپ کے اپنے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔

محدث جلیل حضرت شیخ الحدیث مولنا مولوی سردار احمد صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وفات پر فرمایا" مفتی صاحب مرحوم اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نشانی تھے۔ میں جب بھی انھیں دیکھتا تھا تو اعلیحضرت کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔"

جناب حضرت مولنا مولوی مفتی آزاد کشمیر و پونچھ ضیاء الدین صاحب ضیاء نے آپ کے علم، فقاہت اور فضائل پر چند اشعار لکھے ہیں، فرماتے ہیں؛

جندا عالی نسب نیکو نشان — معدن برکات ایزد بے گماں
ذات والا مخزن اسرار حق — آمدہ ز لطف ایزد فی العیاں
بوالمظفر ایکہ عبدالمصطفیٰ! — مصدر ایقان عالی دودماں

در حقیقت گنج عرفان آمده　　در طریقت پیشوائے سالکاں
با غلامان محمد نسبتش!　　در شریعت رہبر پیر و جواں
فاضل یکتا ز فیضانش ہمہ!　　خوشہ چیں از بارگاہش ہر زماں
مفتیٔ اعظم زہے بے قیل و قال　　ایکہ در لاہور چوں پیشینگاں
صائب الرائے آمدہ حقا کنوں　　آفتاب علم واذعاں ضو فشاں
سایۂ اقبال وعلمش دائما!!　　اے ضیآء مبسوط باد ادرجہاں
سیما بر افق ہر یک اے خدا
جلوہ فرما ھکذا بر ہمگناں

حضرت مولٰنا مولوی قاضی محمد فیض عالم صاحبؒ

(ساکن درویش ـــــــ ہری پور)

آپ کا نام نامی و اسم گرامی قاضی محمد فیض عالم ، والد کا نام مولنا جیون اور دادا کا نام مولانا علاؤ الدین تھا آپ کوٹ نجیب اللہ میں پیدا ہوئے۔ اویسی مشرب اور حنفی المذہب تھے۔ حرم مکرم میں ایک دن تشریف فرما تھے کہ سید التابعین امام العارفین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عیاناً ملاقات ہوئی اور ان سے بیعت کی۔ جس سے آپ کو یقین کامل کی دولت نصیب ہوئی اور آپ سلوک و معرفت کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ اس سلسلہ میں مرشد کامل کی نگاہِ التفات کی بدولت آپ کا شمار کاملین میں ہونے لگا۔ آپ کی ذات والاصفات مرجع اہل عرفان بن گئی۔

جس وقت بھی دین کا کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواب میں تشریف لاکر عقدہ کشائی فرما دیتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے سینے کو علم اور معرفت کی روشنی سے منوّر کر دیا تھا۔ ـــــ تمام دن درس دیتے اور استفتاء کے جواب لکھتے۔ مطالعہ کتب کے ساتھ ساتھ تصنیف بھی فرماتے۔ آپ صائم الدہر تھے۔ تمام رات عبادت الٰہی میں گزارتے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے عاشق تھے۔ تبلیغ اسلام میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہ کرتے تھے۔

آپ نے کافی کتابیں لکھیں جو درج ذیل ہیں :

۱۔ حل المشکلات المغیث فیما یتعلق بالفقہ والحدیث (عربی میں قلمی ہے)

۲۔ شرح الفیتہ لابن مالک بن انس (عربی فی النحو)

۳۔ نبراس الصالحین لرفع عن مطاعن غیر المقلدین

۴۔ نبراس البررہ فی اداالجمعہ فی حکومت الکفرہ ـــــ یہ کتاب مولٰنا مولوی سید محمد شاہ صاحب ڈھینڈوی کا جواب ہے جوانہوں نے تبصرۃ الجمعہ کے نام سے رسالہ لکھا تھا۔

۵۔ البراہین القطعیہ فی تعین اوقات المغربیہ (قلمی ہے)

۶۔ مصباح الظلام عند قبر عبدالسلام ـــــ یہ کتاب کرامات اولیاء کے ثبوت پر ہے اور مطبوعہ ہے۔

۷۔ ہدایت البلیدالی وجوب التقلید۔ (یہ کتاب قلمی ہے)

۸۔ وجیزالصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط (یہ کتاب چھپی ہوئی ہے)

۹۔ صیانۃ الالیاس من وسوسۃ الخناس (یہ کتاب فارسی میں ہے)

۱۰۔ آپ کی آخری کتاب "فتاویٰ المہمات" آپ کی وفات کی وجہ سے نامکمل رہی۔

یہ آفتاب علم و معرفت ۲۵۔ شوال ۱۳۲۱ھ کو بمقام درویش غروب ہوگیا۔

مولانا مفتی عبدالرحمٰنؒ ہزاروی

(مدرس اوّل مدرسہ نعمانیہ امرتسر)

آپ ضلع ہزارہ کے ایک گاؤں "دربندی سیّداں" میں مولانا برہان الدین مرحوم کے گھر ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر پر حاصل کی اور پرائمری تک اپنے قریبی گاؤں موضع بھیرہ کے سکول میں پڑھے۔ اس کے بعد آزاد علاقے کے پیر طریقت حضرت فقیر صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر رہ کر تعلیم حاصل کی۔ فقیر صاحب کا مسکن علاقہ الائی میں تھا۔

دو سال کے بعد وطن واپس آ گئے اور اپنے گاؤں کے قریب موضع "گانگو" میں مولانا فضل حق صاحب مرحوم سے پڑھتے رہے۔ پھر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں پہنچ کر تحصیل علوم میں منہمک ہو گئے اور یہاں تین سال تک زیر تعلیم رہنے کے بعد امرتسر چلے گئے۔ اس زمانے میں امرتسر میں حضرت مولانا الحاج نور احمد پسروری ثم امرتسری کا قائم کردہ مدرسہ نعمانیہ واقع مسجد شیخ بڈھا کافی شہرت پا چکا تھا۔ مفتی صاحب اس مدرسے میں داخل ہو کر حضرت مولانا نور احمد سے مستفید ہونے لگے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی کاشمیری مرحوم اور حضرت علامہ مولانا محمد عالم آسی مرحوم سے فیضیاب ہوئے۔ امرتسر کے ان فضلاء سے مستفید ہونے کے بعد دیوبند چلے گئے اور وہاں تین سال مقیم رہ کر جناب مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم، مولانا

اعزاز علی شیخ الادب اور استاذ الکل علامہ محمد انور شاہ محدث کاشمیری ایسے فضلائے وقت سے اکتسابِ علوم کیا۔

دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد امرتسر کے مدرسہ نصرۃ الحق میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں مدرس اعلیٰ کے منصب پر فائز ہوئے اور کار افتا بھی آپ کے سپرد ہوا اور تقسیم ملک سے پانچ ماہ قبل تک نہایت اطمینان و سکون سے علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مفتی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پہلے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت ہوئے تھے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولٰنا ابوالسعد احمد خاں خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میاں والی سے بیعت ہو گئے۔

مفتی صاحب اخلاق و عادات کے لحاظ سے بڑے بلند مرتبہ انسان تھے۔ طبیعت نہایت سادہ تھی۔ ذہانت اور علم و فضل کے لحاظ سے بھی یگانہ تھے۔ فتویٰ نویسی اور درس و تدریس میں آپ کی لیاقت و قابلیت مسلّم تھی۔ مذہباً حنفی دیوبندی تھے۔

تلامذہ

مولٰنا کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے چند ایک کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولٰنا ابوالبیان محمد داؤد فاروقی مرحوم خلف حضرت مولٰنا نور احمد پسروری ثم امرتسری علیہ الرحمۃ۔

۲۔ مولٰنا محمد عبداللہ مرحوم سجادہ نشین خانقاہ کندیاں۔

۳۔ استاذ القراء قاری کریم بخش مرحوم۔

۴۔ استاذ القراء قاری محمد اسماعیل (جو آجکل لاہور میں مقیم ہیں)

۵۔ حافظ قاری فضل کریم مرحوم بانی مدرسہ تجوید القرآن بازار کندی گراں لاہور۔

۶۔ سید عطاء المنعم المعروف بہ ابوذر بخاری ابن سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔

۷۔ مولٰنا مفتی نور محمد مفتی علاقہ بفیر (ہری پور ہزارہ)

۸۔ مولانا فخر الدین غورغشتی ابن مولانا نصیر الدین غورغشتی

۹۔ جناب حکیم شمس الدین حکیم حاذق مقیم پاک پتن شریف

۱۰۔ مولانا محمد عثمان مہتمم مدرسہ عثمانیہ شمس آباد حضرو

۱۱۔ حکیم محمد موسیٰ امرت سری مقیم حال لاہور

اولاد

مولانا مفتی عبدالرحمٰن کے تین صاحبزادے ہیں۔ بڑے مولوی حافظ عبیدالرحمٰن امام مسجد ایم۔اے۔او کالج لاہور۔ دوسرے مولانا حافظ حبیب الرحمٰن مولوی فاضل مدرس اسلامیہ سکول راولپنڈی۔ تیسرے حافظ الطاف الرحمٰن جو راولپنڈی میں تجارت کرتے ہیں۔

تصانیف

۱۔ الطلاق الدفعی فی الطلاق الرجعی

۲۔ احکام الاحبار باحکام الاخیار

۳۔ رفع الملام عن شیخ الاسلام (یہ رسالہ مولانا تھانوی کے دفاع میں لکھا تھا)
یہ تینوں مختصر رسائل تھے۔

رحلت

امرت سر میں فسادات شروع ہونے سے قبل ہی آپ علیل رہنے لگے تھے۔ جب فسادات انتہا کو پہنچ گئے تو مدرسہ نعمانیہ میں تعطیل ہوگئی۔ چنانچہ آپ آخر شعبان ۱۳۶۶ھ میں امرت سر سے رخصت ہو کر وطن پہنچ گئے۔ لیکن طبیعت اور زیادہ خراب ہوگئی۔ بالآخر ۲۷۔ رمضان المبارک بروز جمعرات ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو وفات پا گئے اور اپنے والد ماجد کی قبر کے دائیں جانب دفن ہوئے۔

(ملخصاً از فیض الاسلام راولپنڈی بابت ستمبر، اکتوبر ۱۹۵۹ء)

حضرت معظم مولانا قاضی صدر الدین صاحب

(ہزاروی)

ولادت

۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء "درویش" ہری پور ہزارہ میں مولانا محمد فیروز الدین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا محمد فیروز الدین صاحبؒ سے حاصل کی۔ پھر "شاہ محمد" نزد ہری پور میں علاقہ کے مشہور عالم مولانا سکندر علی صاحبؒ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں مانسہرہ میں مولانا حمید الدین صاحب سے بھی علمی استفادہ کیا۔ پھر آپ "غورغشتی" ضلع کیمبلپور چلے گئے۔ وہاں مولانا قطب الدین صاحب سے تحصیلِ علم کی۔ اسی ضلع میں "اورنگ آباد" میں مولانا عبد الرؤف صاحب سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر رامپور "مدرسہ عالیہ" میں مولانا فضلِ حق صاحبؒ سے تفسیر، منطق اور فلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔

انتہائی تعلیم

دورۂ حدیث ریاست بھوپال میں حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ تلمیذ حضرت علامہ محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے پڑھا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد حیدر آباد دکن میں چار سال تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ بعد ازاں اپنے ہی مدرسہ واقع "درویش" میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ کے مکتوبات دو جلدوں میں چھپ چکے ہیں جو کہ طالبانِ حق کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

خانقاہ کندیاں میں

مولانا احمد خاں صاحبؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف کی خدمت میں خانقاہ سراجیاں کندیاں شریف میں حاضری دی اور ایک سال سات ماہ تک حضرت مولانا احمد خاںؒ کی خدمت میں رہے اور روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ ان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں پھر درویش واپس آئے اور یہیں دعوت وارشاد واصلاحِ باطنی میں مصروف ہوئے۔ چونکہ درویش میں جگہ تنگ تھی اور کام وسیع تھا اس لئے خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ متصل ریلوے سٹیشن ہری پور کی بنیاد رکھی۔ آٹھ کنال کے رقبہ میں مدرسہ، مسجد اور مہمان خانہ کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ مدرسہ میں دورۂ حدیث کے علاوہ باقی تمام درسِ نظامی کی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔ چار استاد کام کر رہے ہیں اور ایک وقت وہ تھا جب اس جگہ مولانائے موصوف ایک جھونپڑے کے نیچے آکر بیٹھے تھے اور مدرسے کے لئے پچاس ہزار روپے کی ضرورت تھی۔ نواب امیب کو اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا۔ انہوں نے کہا کہ مدرسہ کے اخراجات کا نظم میں خود کروں گا۔ نیز مدرسہ کی مسجد پر بھی نواب امیب فرید خان صاحب نے کافی مالی امداد دی۔ مسجد کے اندر دو لاکھ روپیہ خرچ ہوا اور اتنا ہی مسجد کے صحن پر۔ مسجد کے اندر کی دیواروں پر خالص پانسہ کا سونا لگا ہوا ہے۔ شاید ایسی مسجد کہیں نہ ہو اور کم از کم ہمارے اس علاقہ میں تو بالکل نہیں ہے۔ آپ اس مدرسہ کے بانی اور مہتمم ہیں۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ مطلقاً چندہ کی اپیل نہیں کرتے، اللہ پاک غیب سے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ جیسی ضروریات پیش آئیں ویسے ہی آدمی اللہ پاک مدرسہ کی امداد کے لئے بھیج دیتے ہیں۔[1]

---

[1] ازمشاہیر علماء سرحد از پروفیسر فیوض الرحمٰن صاحب ایبٹ آباد

شیخ العلماء جناب سید زین العابدین صاحب سلطانپوری (ہزارہ)

بن سید حسن بادشاہ صاحب قادری پشاوری

آپ کا نام نامی و اسم گرامی سید زین العابدین ہے جبکہ جناب سید حسن صاحبؒ پشاور پہنچے تو جس مقام پر آپ کا قیام تھا اس کے کوئی ½ ۱ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں بنام کوٹلہ محسن خاں ہے اس گاؤں کے ارباب اس وقت بہت صاحبِ اقتدار و صاحبِ احترام تھے نیز اس وقت کی حکومت کی طرف سے بھی بڑے بڑے عہدوں پر متمکن[1] تھے۔ ان ارباب صاحبان نے ایک لڑکی بطور نیاز آپ کو دی، آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس کے بطن سے اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو یہ فرزند عنایت فرمایا۔

آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والدِ گرامی کے زیرِ سایہ بڑے بڑے علماء و فضلاء نے کی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ ظاہری علم سے مکمل ہو چکے تھے۔ تفسیر و حدیث اس وقت کے فاضل ترین عالم جناب حافظ عنایت اللہ صاحب سے پڑھی۔ علمِ حدیث میں آپ کو اتنی دسترس تھی کہ جب آپ کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو جب تک ہر ایک راوی پر تنقید و تبصرہ نہ فرما لیتے آرام نہ ہوتا۔ علم سے فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ والدِ محترم سے راہِ سلوک بھی اختیار کیا اور اصلاحِ باطنی بھی شروع

---

[1] چنانچہ آج تک اس گاؤں کی عمارات ان کی عزت و شوکت پر شاہد ہیں۔

کر دی ۔ ۱۷ برس کی عمر میں والد محترم نے منشور خلافت لکھ دیا ۔ جب آپ کو خرقۂ خلافت مل گیا تو آپ نے سیاحت کی اجازت چاہی ۔ آپ اجازت لے کر ہندوستان تشریف لے گئے ۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ کی صحبت میں رہے اور فیض اٹھایا ۔ مزارات اولیاءِ کرام پر حاضر ہوئے اور باطنی طور پر مستفیض ہوئے ، ساتھ ہی ساتھ آپ تبلیغِ اسلام میں کوشاں رہے اور دینِ اسلام کی خدمت میں مصروف رہے نیز اپنے سلسلۂ عالیہ کے ارشادات کی بھی تبلیغ کرتے رہے ۔ آپ نے یہ سفر تین سال میں طے کیا ۔ اس کے بعد واپس آکر آپ نے کابل کا سفر کیا ۔ اس طرف کے بھی علماء اور مشائخ کے ہم صحبت رہے اور طریقۂ عالیہ قادریہ میں ہزاروں لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے ۔ بڑے اعاظم علماء آپ کے مرید ہوئے ۔ تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد آپ واپس پشاور تشریف لائے ۔ چونکہ آپ نہایت ہی پابندِ سنّتِ نبویؐ تھے اسی لئے اگر کسی شخص کو خلافِ سنّت کام کرتے دیکھ پاتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور سختی کے ساتھ اس کو روک دیتے ۔ انہی نازیبا حرکات کی وجہ سے بڑے بڑے امراء کو اپنی مجلس سے اٹھا دیتے اور اس علم و تصوّف اور پابندیٔ سنّت کی وجہ سے علاقہ ہائے کابل میں آپ کو بہت ہی عزّت اور قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا ۔ آپ کی اس "حق گوئی" اور "بے باکی" کا یہ عالم تھا کہ گورنر نواب امیر خاں آپ کے والد ماجد کے حضور آتا اور جناب سیّد زین العابدین موجود ہوتے تو قطعاً گفتگو نہ کرتا اور خاموش مؤدب بیٹھا رہتا ۔

کابل کی واپسی کے بعد کشمیر کا سفر اختیار کیا ۔ جب آپ سلطانپور[1] پہنچے تو آپ کو یہ مقام پسند آیا ۔ یہ جگہ نہایت ہی پُر فضا مقام پر واقع ہے ، نیچے دوڑ بہتی ہے گاؤں کے پاس صاف و شفاف چشمہ ہے ۔ آپ نے اس جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی ۔ چونکہ آپ کے علم کا شہرہ صوبہ سرحد اور ماوراء سرحد تک تھا اس لئے آپ کے درس شریف میں ہر جگہ کے لوگ آکر شامل ہوئے ۔ طلبہ کا ہجوم ہو گیا اور مریدین کا تانتا بندھ گیا ۔ ایک طرف حدیث شریف اور تفسیر مبارک کا درس جاری ہے تو دوسری طرف تزکیۂ نفوس اور تہذیبِ اخلاق ہو رہا ہے ۔

---

[1] موضع سلطان پور حویلیاں (ہزارہ) کے اسٹیشن سے تقریباً ۱½ میل ادھر واقع ہے ۔

آپ کی خدمتِ دینی کا علم جب آزاد خاں دُرّانی کو ہُوا جو کہ گورنر کشمیر تھا، حاضرِ خدمت ہوا۔ طلبہ اور مریدین کا یہ ہجوم دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ایک فقیر آدمی ان سب کے کھانے اور لباس کا انتظام بھی کرتا ہے تو اس نے بطورِ نذر موضع مذکورہ اور اس کے متصل گاؤں جو کہ روڈ کے پار واقع ہیں، دیئے اور سند بھی لکھ دی نیز اپنی صاحبزادی بھی آپ کے حبالۂ عقد میں کر دی۔ آپ پھر کشمیر گئے، صرف چند دن کشمیر رہ کر واپس سلطان پور تشریف لائے اور وہیں سلسلۂ درس و تدریس شروع کر دیا اور وسیع پیمانے پر لنگر شریف جاری کر دیا۔ اب درس کو باقاعدہ صورت دے کر اور علوم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آپ خود حدیث شریف اور طریقت کے شغل میں مصروف ہُوئے۔ اسی لئے آپ کو اس علاقہ میں "وڈے میاں صاحب" یعنی بڑے استاد (صدر مدرس) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تا دمِ وفات یہ سلسلہ جاری رہا۔

آپ کے حلقۂ ارادت میں والیٔ "تنول سخی صوبہ خان" تنولی بھی شامل ہُوا۔ اس کی اولاد کا سلسلۂ ارادت اب تک آپ کے خاندان سے وابستہ ہے۔ اس نے آپ کو موضع مانگل (جو کہ ایبٹ آباد سے ۸ میل سڑک مانسہرہ پر واقع ہے) بطورِ نذر دیا اور سند بھی لکھ دی اور بھی بہت سے حضرات نے بطورِ نذر گاؤں اور زمینیں وغیرہ دیں۔ کثرتِ طلبہ اور ہجوم میں مریدین کو دیکھ کر پھر بھی یہ آمدن خرچ کے مقابلہ میں کم ہوتی مگر ہاں جو شخص اللہ جلّ جلالہٗ کی رضا اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خوش کرنے کے لئے ان کے دین کی خدمت کریں۔ ان کو کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔

آپ کی ذات ستودہ صفات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زندگی کا مکمل نمونہ تھی۔ سخاوت، عطا، عبادت، ریاضت، زہد، تبلیغ ارشادات سلسلہ عالیہ قادریہ، کرامت اور خصوصاً تبلیغ دین میں یگانۂ روزگار تھے۔

بقول صاحب بحر الجمان صـ۱۱ سید محمد فاضل صاحب کی دختر نیک اختر سے چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہُوئیں اور آزاد خاں درّانی کی صاحبزادی کے بطن سے ۲ دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہُوئی۔ چھ صاحبزادے میر حبیب شاہ صاحب، سید عبد القادر صاحب، میر اسماعیل شاہ صاحب، یعقوب شاہ صاحب،

میر اسحاق شاہ صاحب اور شاہ عبد اللہ صاحب ہیں اور دُوسرے صاحبزادے میر فقیر شاہ صاحب اور سیّد شاہ علی اصغر تھے، یہ ہر دو برادران بہ ارشاد والد محترم موضع سجیکوٹ (ہزارہ) میں مقیم ہُوئے۔ یہ ہر دو برادر زہد و کرامت میں بے مثل تھے[1]

آپ کی اولاد احفاد کا ذکر صاحب بحر الجمان جناب سیّد محبوب شاہ صاحب دانوی نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں پر صرف آپ کے صاحبزادوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جناب میر حبیب شاہ صاحب

آپ اپنے والد محترم کے خلیفہ تھے۔ آپ کو والد محترم نے موضع مانگل میں مریدوں کے تزکیہ اور اصلاحِ قلب کے لئے مقرر فرمایا اور وصیت فرمائی کہ "لنگر جاری رکھنا، دنیاوی محصوں میں نہ پھنسنا، شریعت و طریقت کی خدمت کرنا۔" آپ نے اس وصیت پر پُورا پُورا عمل کیا۔ لنگر جاری کیا، قرآن و حدیث کا درس شریف جاری کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی خوب ترویج و اشاعت کی۔

میر اسمٰعیل شاہ صاحب

شرافت و کرامت اور ولایت موروثی رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے ادیب، متین، متورع، متواضع، بڑے مجاہد اور ریاضت کیش نیز پابندِ شریعت، کثیر الکرامت تھے۔ آپ کو آزاد خاں ودّانی نے بطور جاگیر سات مواضعات عطا کئے تھے: جلال آباد، ابنور، ربانی، دھنی، سندگران، ساگر دھنی، اردکھیر۔[2]

سیّد شاہ عبد اللہ صاحب

آپ اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ ہیں، باقاعدہ لنگر جاری رکھا۔ شریعت و طریقت کی خُوب خدمت کی۔ دُرّانیوں نے آپ کو موضع سیالکوٹ ضلع ہزارہ میں جاگیر دی تھی اس لئے آپ وہاں پر مقیم رہتے۔ آپ نے مساجد کو خوب آباد کیا۔ جہاں پر بھی جاتے مساجد میں قیام فرماتے۔ ان کی غذا ذکر الٰہی تھی۔ آپ اپنے والد ماجد کی زیارت کے لئے ۱۱۹۸ھ میں

---

[1] بحر الجمان ص۱۱۱ [2] بحر الجمان ص۱۳۹

سلطان پور تشریف لائے، وہاں پر ہی اُن کا انتقال ہوگیا اور والد ماجد کے پہلو میں دفن ہُوئے۔

میر اسحٰق شاہ صاحب آپ کو بھی اپنے والد محترم سے خرقۂ خلافت نصیب ہوا تھا۔ ظاہری اور باطنی علوم میں فرد تھے۔ والد محترم کی اجازت سے موضع سیری میں مقیم ہُوئے، درس شریف اور لنگر جاری کر کے شریعت و طریقت کی اشاعت کی۔ آپ کم گو، متواضع، مہمان نواز، حلیم الطبع اور عفو و درگزر کرنے والے تھے۔ اپنی تمام عمر وعظ، نصیحت اور ارشاد طالبین میں گزاری[1]۔

تکملہ

---

[1] بحر الجمان صد ۱۴۳

نوٹ "یاد داشت" ان تمام حضرات کی اولاد کا مفصّل تذکرہ بحر الجمان ترجمہ اردو تذکرۃ السادات میں صد ۱۰۹ سے لے کر صد ۱۴۹ تک موجود ہے جو انہوں نے نہایت ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے جمع کیا ہے۔ کتاب مذکور ان سے بر پتہ سیّد محبوب شاہ صاحب موضع داتہ ضلع ہزارہ سے مِل سکتی ہے۔

حضرت آغا سیّد فقیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(یکّہ توت پشاور)

جناب آغا سیّد فقیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر حضرت سیّد میر بزرگ شاہ صاحبؒ تھے جو کہ حضرت سید شاہ قبول اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی پانچویں پشت میں سے ہیں۔ والدہ مکرمہ حضرت میر سید فتح شاہ صاحب بخاری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز وڈپگہ ضلع پشاور کی اولاد میں سے ہیں۔ اس طرح آپ حسنی و حسینی ہیں۔

دینی اور روحانی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ والد صاحب کی نصیحت کے مطابق روحانی درجات کو حاصل کرنے کے لیے دنیاوی آزمائش سے گزرنا نہایت لازمی ہے۔ ملازمت اختیار کی اور ملازمت کو اس وقت چھوڑا جبکہ ملازمت کے دوران اپنے عروج پر تھے اور باوجود اخلاص مندوں کی خواہش کے دنیاوی قدر و منزلت کو ٹھکرا دیا اور یہ فرمایا کہ جب تک مشیّت ایزدی تھی اس آزمائش میں رہا بفضل تعالیٰ اس دنیاوی آزمائش میں پورا اُترا۔ اب جو راہ ہمارے لیے مقسوم ہے اس پر گامزن ہوں۔ چنانچہ رشد و ہدایت کا سلسلہ جو کہ ملازمت کے دوران بدستور جاری تھا اس کی طرف کُلّی طور پر توجہ فرمائی۔

آپ کا حسنِ اخلاق خلائق کے لیے ایک نمونہ تھا۔ پابندیِ صوم و صلوٰۃ کا یہ عالم تھا کہ حتی الوسع نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ فضائل میں سب سے بڑی خوبی ان میں حلیمی، صبر، شکر اور سخاوت کی تھی۔

کبھی کسی نے حضرت کو غصہ میں نہیں دیکھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے شکل وصورت ایسی دی تھی کہ جو بھی دیکھتا بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا تھا۔ رعب و جلال کا یہ حال تھا کہ کسی کو آنکھ ملانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور جن لوگوں کی حضرت سے ملاقات نہیں ہوتی تھی وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے تھے کہ حضرت مغرور ہیں لیکن صرف ایک دفعہ کی ملاقات کے بعد ملاقاتی ہی اس قدر گرویدہ ہو جاتا تھا کہ وہ یہی سمجھنے لگتا تھا کہ حضرت کو سب سے زیادہ پیار مجھ سے ہے۔ حضرت کے اوصاف میں یہ بڑی صفت تھی کہ بچوں کے ساتھ بھی اس طریق سے گفتگو کرتے تھے کہ انھیں محسوس ہونے نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ حضرت کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی مجلس میں کیا پیر کیا جوان سب محظوظ ہوتے تھے اور فیضیاب ہو کر جاتے تھے۔ حضرت نکلس (GOUT) کے مریض تھے اور جب بھی انھیں اس کا دورہ ہوتا تھا، باوجود سخت تکلیف اور درد و کرب کے اُن کے مُنہ سے کبھی بھی نالہ وشکوہ نہیں سنا۔ سخت تکلیف اور درد میں وُہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ یا ربّ العزّت! یہ ناچیز تیری آزمائش کے قابل نہیں۔ تُو اس ناچیز کو اس امتحان میں اپنے فضل وکرم سے ثابت قدم رکھنا۔

آپ نہایت ہی خوش پوشاک تھے۔ جب مسند پر تشریف فرما ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ درویشی کے لبادہ میں ایک بادشاہ مسند نشین ہے اور حقیقت بھی یہی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعام و اکرام کی ان پر بارش ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس میں اگر امراء کو دیکھا جاتا تو یہی پتہ چلتا کہ حضرت کے حلقہ میں امراء ہی امراء ہیں اور اگر فقراء کی طرف نظر اٹھتی تو ایک قلندری دربار معلوم ہوتا۔ رحمت خداوندی کے اس انعام و اکرام میں ایک انعام ان کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ ہند و پاک کی مشہور ہستی حضرت آقائے سیّد میر جانی شاہ قلندر قدس اللہ تعالیٰ وسرہ العزیز کی نواسی آپ کے عقد میں تھیں۔ وہ اپنے خاندان کی ایک ہی چشم و چراغ تھیں۔ کوئی اور نرینہ اولاد نہیں تھی اس لیے حضرت کو اپنے گھرانے یعنی حضرت سید شاہ قبول اولیاء قدس اللہ کی سجادہ نشینی کے علاوہ حضرت آقائے سیّد میر جانی شاہ قلندر قدس سرہ العزیز کی سجادہ نشینی

اور انہی کی وساطت سے زبدۃ العارفین سلطان السالکین حضرت سید شاہ عبداللطیف المعروف بری امام سرکار قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی سجادہ نشینی بھی نصیب ہوئی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فرائضِ سجادہ نشینی اس خوش اسلوبی سے ادا کیے کہ فیض کے اس دریا سے نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ برِّصغیر سے باہر بھی خلقِ خدا فیض یاب ہوتی رہی۔

آپ کی بُردباری کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت بری امام سرکار قدس سرہ کا عرس مبارک جو بارہ روز تک جاری رہتا تھا آپ اس دوران میں شب و روز ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے تھے سوائے نماز اور دربار شریف کی صبح کے وقت حاضری کے۔ ہر روز ہر ایک مہمان کے ساتھ شریک ہوتے تھے لیکن کسی نے انہیں آرام کرتے یا تازہ وضو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ حضرت کے اس عمل سے آج تک لوگ حیران ہیں۔

حضرت کا دنیا سے اپنے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضری کا وقت آیا تو اس وقت کوہ مری میں تھے۔ وصال سے چند روز بیشتر اُن مریدین کو خطوط تحریر کیے جو پنڈی یا پشاور کے راستے میں تھے، وہ تمام مریدین اپنی اپنی جگہ مشوّش ہیں۔ خطوط میں صاف طور پر لکھا ہوا تھا کہ مری سے واپسی پر آپ لوگوں کے ہاں قیام نہیں کروں گا، سیدھا پشاور جاؤں گا۔ پنڈی والوں کو لکھا تھا کہ میں شہر میں داخل ضرور ہوں گا لیکن باہر باہر سے نکل جاؤں گا اور یکم رمضان المبارک کو اپنے گھر پہنچ جاؤں گا۔ کسی خط پڑھنے والے کو علم نہ ہو سکا کہ خط کا کیا مطلب ہے۔ اس کا مطلب اس وقت ظاہر ہوا جبکہ حضرت کی میت باہر ہی باہر پشاور کیلیے لے جائی جا رہی تھی اور یکم رمضان المبارک کو لحد میں جو کہ ہر ایک کا اصلی گھر ہے میّت رکھی جا رہی تھی۔

کیا ہولناک رات تھی۔ سخت کالے بادل آسمان پر چھائے ہُوئے تھے۔ بجلی کوند رہی تھی، بادل گرج رہے تھے۔ بارش نہیں ہو رہی تھی بلکہ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ کوہ مری پر سیلابِ نوح آسمان سے برس رہا ہے اور کوہ مری ابھی سیلاب میں غرق ہُوئی اور ہُوئی۔ اس ہیبت ناک رات سے خوف کھاتے ہُوئے حضرت کے مردان کے خلیفہ پیر سعد اللہ شاہ صاحب نے عرض کیا: حضرت! یہ کیا ہو رہا ہے؟ مری

غرق تو نہیں ہو رہی ؛ حضرت نے فرمایا : اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آرام سے سو جاؤ۔ لیکن آسمان سے ساری رات پانی برستا رہا۔ صبح اُٹھے اپنے چھوٹے صاحبزادوں سید ذوالفقار علی شاہ صاحب اور سید افتخار علی شاہ صاحب جو کہ ساتھ تھے ان سے فرمایا کہ اُٹھو ! وقت قریب آ رہا ہے اب تمہیں بیدار رہنا ہوگا۔" آپ کے یہ الفاظ اس وقت سمجھ میں نہ آسکے کہ اس کے کیا معنی ہیں —

دوپہر بارہ بجے جناب میر کریم بخش صاحب مرحوم سابق ڈائریکٹر تعلیمات جو کہ جناب سردار عبدالرشید صاحب سابق وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان کے خسر تھے، آپ کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے ملنے کے لیے آئے اور کشمیر پوائنٹ کی طرف چہل قدمی کے لیے نکلے، کھانے کی دعوت اور دو ایک روز مزید رہنے کی بات کر رہے تھے اور اصرار کر رہے تھے کہ حضرت ! ٹھہر جائیے۔ لیکن آپ یہی فرما رہے تھے کہ نہیں اب ٹھہر نہیں سکتا۔ یکم رمضان المبارک کو اپنے گھر پہنچنا ہے۔ یہ الفاظ کہے اور "یا الٰہی خیر" کہتے ہوئے گر گئے اور مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝

مری سے پشاور تک کے سفر میں میت کے ساتھ سفر کرنے والوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا تھا جو کہ سارے راستے سایہ کرتا آ رہا تھا۔ پشاور میں حضرت کا جنازہ ۷ گھنٹے کی تاخیر کے بعد اُٹھا کیونکہ حضرت کے بڑے صاحبزادے آغا سیّد گوہر علی شاہ صاحب کشمیر میں تھے، ان کا انتظار تھا سخت گرمی اور پشاور میں اگست کا مہینہ اور پھر اس گرمی میں ۷ گھنٹے۔ یہ حضرت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا جب جنازہ اٹھا تو سامنے قبلہ کی طرف سے سیاہ ابر اُٹھا اور اُٹھتے ہی پشاور پر چھا گیا اور اس طرح جنازے پر تمام راستے ہلکی ہلکی پھوہار پڑتی رہی۔ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان بھی آنسو بہا رہا ہے اور جب نمازِ جنازہ پڑھی جا رہی تھی اس قدر تیز بارش ہوئی کہ سب کو دھو ڈالا۔ اُدھر رمضان المبارک کا چاند نظر آ رہا تھا اور اِدھر حضرت کو لحد مبارک میں اتارا جا رہا تھا۔ اس طرح حضرت کی پیشین گوئی پوری ہو رہی تھی کہ رمضان المبارک میں اپنے گھر پہنچ جاؤں گا۔

حضرت کی سخاوت بعد از وصال مبارک اور اُجاگر ہوئی۔ جب لوگ آئے (یہ لوگ صرف برصغیر پاک و ہند سے نہ تھے بلکہ برصغیر سے باہر بھی لوگ بعد میں آتے رہے اور اپنے مقررہ وظائف کے متعلق کہتے رہے) تو اُس وقت عقیدت مندوں کو علم ہُوا کہ حضرت کس قدر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پوشیدہ طور پر خلقِ خدا کی دادرسی فرماتے تھے۔

حضرت نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔

آپؒ کی وفات ۳۱ر اگست ۱۹۴۱ھ بعمر ۵۵ برس ہُوئی۔

آپؒ کے تین صاحبزادے سیّد گوہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین، آغا سیّد ذوالفقار علی شاہ[لہ] صاحب بی۔ایس سی، ایل۔ایل۔بی وکیل اور سیّد افتخار علی شاہ لیکچرر گورنمنٹ کالج بقیدِ حیات ہیں۔

لہ حالات مذکرہ بالا آغا سیّد ذوالفقار علی شاہ صاحب کے عطا کردہ ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم **الثبت** للشیخ الشہیر محمد الامیر الکبیر المصری

الحمد لله الذی جعل الاسناد الذی علیہ الاعتماد فی اثبات احادیث سید المرسلین خصیصة کاملة وفضیلة
لہذہ الامة المرحومة ولذا قال ابن المبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء یعنی فی الدین المتین وزیغ
عن الشرع المبین صلی الله علی صاحبہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین **وبعد** فقد اجزت الشاب الزکی
والعالم التقی اخانا فی الله السید الحسنی الجیلانی المولوی **محمد امیر شاہ** بن السید الحافظ
محمد زمان شاہ من العترة الطاہرة المطہرة المحدث السید **شاہ محمد غوث** بن
ابو البرکات السید حسن بادشاہ فشاوری قدس سرہ العزیز بجمیع ما اشتمل علیہ ہذا الثبت المبارک
من الکتب والفنون وغیرہا فی المسلسلات کما اجازنی بجمیع ما فیہ شیخنا الفہامة الفاضل الالمعی
اللوذعی المحدث الکبیر الشہیر مولنا وبالفضل اولنا **محمد ایوب** الحنفی الفشاوری کما اجازہ العلامة
الرحلة البالغ غایة التحقیق والتدقیق الشیخ عباس ابن جعفر بن الصدیق الحنفی المدرس الخطیب
بالمسجد الحرام کما اجازہ الشیخ العلامة النسیب الحسیب الشیخ السید احمد ابن زینی دحلان مفتی
الشافعیة بمکة المکرمة عن الشیخ الفاضل الالمعی الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی نزیل مکة المکرمہ
عن العلامة الفہامة خاتمة المحدثین بالدیار المصریة مولنا ابی محمد محمد بن محمد الامیر الکبیر
مولف ہذا الثبت المسمی بالمیری واجزتہ ایضاً کما اجازنی بجمیع ما فی ہذا الثبت من الکتب
والفنون والمسلسلات شیخنا العلامة الفہامة المحدث المذکور اعنی مولنا محمد ایوب
الحنفی الفشاوری عن شیخہ العلامة الرحلة سند المدرسین وخاتمة المحققین شریف النسب
جلیل الحسب مولنا السید محمد علی بن السید الظاہر الوتری الحسینی الحنفی المدنی عن شیخہ
البرکة الرحلة العلامة الفہامة الشیخ احمد عنتہ الله الازہری المالکی عن صاحب ہذا الثبت
المشہور فی الجمہور وقد اجزت ایضاً الفاضل المذکور ان یجیز بما شاء منہ لمن شاء بشرط الاہلیة
والاتقان والدرایة فیمن یاخذ عنہ الروایة و اوصیہ وایای بالعمل بما علم وتقوی الله فی السر
والعلانیة وان یصحح النیة فی التعلیم فقد صح عن سید الکائنات انہ قال انما الاعمال بالنیات وانما لکل
امرء ما نوی فانہ تعالی یعلم السر واخفی واوصیہ ایضاً ان لا ینسانی عن صالح دعواتہ فی خلواتہ و
جلواتہ فان دعاء المسلم للمسلم بظہر الغیب مقبول بنص الرسول صلی الله علیہ وسلم وعلی آلہ و
اصحابہ واتباعہ اجمعین آمین قالہ بفمہ واجازہ بلسانہ العبد المفتاق الی الله الصمد المدعو بفقیر احمد
الحنفی الچشتی ابن العالم العامل الفاضل الکامل مولنا **نصیر احمد** فشاوری المعروف بمیان صاحب
تصہ خوانی حفظہ الله عن شر کل حاسدٍ وجاحدٍ وصاحب عقیدةٍ فاسدةٍ وقریحةٍ جامدةٍ واماتہ
الله علی عقیدة اہل السنة والجماعة تم ذلک التحریر یوم السبت فی شہر شوال المنسلک فی شہور
سنة اثنا وثمنین وثلث مائة بعد الالف الکامل من سنین الہجریة النبویة علی صاحبہا الف
الف صلوٰة وسلام الی یوم القیام۔

اسامی کتب الاحادیث اجزت تدریسہا وتعلیمہا الصحیح البخاری الصحیح المسلم سنن ابی داود
سنن نسائی الترمذی ابن ماجہ مؤطا امام مالک مؤطا امام محمد۔

فقیر [illegible]

(فقیر) محمّد امیر شاہ

اس فقیر ہیچمداں عاجز و ناتواں، ناکارۂ جہان نے پشاور شہر کے مختلف علماء اور فضلاء سے دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ مفتی سرحد حضرت العلامہ مولنا مولوی عبدالرحیم صاحب پوپلزئی، حضرت العلامہ شیخ التفسیر والحدیث مولنا مولوی صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب، صدر الافاضل محدث جلیل صوفی باصفا حضرت مولنا مولوی الحاج حافظ گل فقیر احمد صاحب، حضرت علامہ فقیہ عصر مولنا مولوی عبدالعلیم صاحب، حضرت العلامہ مولنا مولوی عبدالمنان صاحب ہزاروی ثم پشاوری، حضرت علامہ عصر فقیہ کبیر مولنا مولوی محمد ایوب شاہ صاحب جعفری اور ابتدائی تعلیم کے میرے استاذ محترم جناب مولنا مولوی شیر محمد صاحب امام مسجد محلہ یکہ توت رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ چند دن مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں پڑھا، نحو میں کافیہ کا کچھ حصہ حضرت مولنا مولوی الحاج فضل الرحمان صاحب نقشبندی خطیب جامع سول کوارٹرز پشاور سے پڑھا۔ سندِ حدیث المشہور "ثبت امیری" حضرت علامہ محدّث جلیل عالم علوم قرآنی مولنا مولوی حافظ گل فقیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی۔ تکمیلِ علومِ درسیہ سات برس میں حضرت العلامہ شیخ التفسیر والحدیث واعظِ بے بدل صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب خطیب جامع کچہری ہا سے کی اور آپ نے بکمال شفقت خود درس کی اجازت اپنی موجودگی میں مرحمت فرمائی۔ یہ فقیر تقریباً ۱۲ برس سے جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی میں

خطابت کے فرائض سر انجام دے رہا ہے اور خانقاہ عالیہ قادریہ میں عیدین کی نماز پڑھاتا ہے۔ اس وقت تک "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" دو جلد، "تذکرہ حفاظ پشاور"، "نمازِ مقبول"، "تفضیلِ تقبیلِ ابہامین" اور کئی دیگر رسالے لکھے۔ ماہنامہ "الحسن" ۷۴ء / ۷۵ء میں ایک سال شائع کرتا رہا۔ کاغذ نہ ملنے کی وجہ سے اس رسالہ کی اشاعت بند کرنا پڑی۔

اس فقیر سگِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو والدِ گرامی مرتبت نے ۱۹۴۸ء میں حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقعہ پر آپ کے مزار پر ہی سلسلہ عالیہ "قادریہ حسنیہ" میں بیعت فرما کر تمام اسباقِ سلسلہ کی تعلیم فرمائی اور اجازت بھی مرحمت فرمائی اور رسالہ غوثیہ مصنفہ حضرت سیدنا و مولٰنا و مرشدنا و شیخنا سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جیسا کہ ہمارے سلسلۂ مبارکہ میں قاعدہ ہے) عنایت فرمایا۔ پھر بڑی گیارھویں شریف کے مبارک اور بابرکت موقعہ پر اپنے دستِ مبارک سے دستار عطا فرما کر صاحبِ سجادہ فرمایا۔ اگرچہ یہ فقیر اس قابل نہ تھا اور نہ ہی اس کے لائق تھا مگر حضور محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کرم و توجہات کا نتیجہ ہے الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اس فقیر کے سلسلہ مبارک میں تمام حضرات حضور محبوبِ سبحانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سید عبد القادر جیلانی تک اپنے والد کے دست گرفتہ اور مرید ہیں۔ یہ (فقیر[1]) محمد امیر شاہ قادری اپنے والد گرامی مرتبت حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب کا مرید و ماذون ہے اور وہ اپنے والد سید سعید احمد شاہ کے اور وُہ اپنے والد سید اکبر شاہ صاحب المعروف آغا پیر جان صاحب کے اور وہ اپنے بڑے بھائی سید غلام صاحب المعروف آغا میر جی صاحب کے اور وہ اپنے والد سید عیسٰی شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید موسٰی شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید محمد عابد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شاہ محمد غوث صاحب کے اور وہ اپنے والد سید حسن صاحب کے اور وُہ اپنے والد حضرت سید عبد اللہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید محمود صاحب کے اور

---

[1] اس فقیر کے غلام العابدین، جمال الحسنین، محمد حسنین، محمد سبطین، نور الحسنین، محی الدین احمد اور غلام الحسنین لڑکے ہیں۔

وہ اپنے والد سیّد عبد القادر صاحب کے اور وہ اپنے والد سیّد عبد الباسط صاحب کے اور وہ اپنے والد سید حسین صاحب کے اور وہ اپنے والد سید احمد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شرف الدین قاسم صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شرف الدین صاحب یحییٰ کے اور وُہ اپنے والد سید بدر الدین صاحب حسن کے اور وُہ اپنے والد سیّد علاء الدین صاحب کے اور وہ اپنے والد سیّد شمس الدین محمد صاحب کے اور وہ اپنے والد سیّد شرف الدین بزرگ کے اور وُہ اپنے والد سیّد شہاب الدین بن ابی صالح النصر کے اور وہ اپنے والد قطب الدائرہ سیّد عبد الرزاق صاحب کے اور وہ اپنے والد سید السادات قطب ربانی غوث الصمدانی سیّد شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ فقیر حرمین الشریفین اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زیارت سے دو بار مشرف ہو چکا ہے، ممالک اسلامیہ افغانستان، ایران، عراق، کویت اور سعودی عرب کا سفر دو بار کر چکا ہے۔

تمت بالخیر